

نقوشِ سدرۃِ جمال

پروفیسر احمد رفیق اختر

تالیف: کلثوم اسماعیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ
رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ
كَلِمَاتُ رَبِّي (الكهف ۱۸: ۱۰۹)

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں
کیلئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا
اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی.....

تو ہے میرے کمالاتِ ہنر سے
نہ ہو نومید اپنے نقشِ گر سے
میرے دیدار کی ہے اک یہی شرط
کہ تو پنہاں ہو اپنی نظر سے

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	
9	پیش لفظ	☆
11	قرآن کا نظریہ اعتدال (لیکچر)	☆
47	سوال و جواب	
100	مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ (لیکچر)	☆
123	سوال و جواب	
145	تصوف عہد حاضر میں (لیکچر)	☆
165	سوال و جواب	
172	تصرف فی الاصول الدین (لیکچر)	☆
197	سوال و جواب	
222	حکمت قرآن (لیکچر)	☆
246	سوال و جواب	

پیش لفظ

”یہ“ کون ہے جو وقت کے بحر بیکراں میں بے نام و نشان منزل کو رواں ہے؟ ”وہ“ کون ہے جس نے اسے ان بیکراں وسعتوں میں کھوج کے سفر پر روانہ کر دیا ہے۔ جستجوئے انسان کیا ہے؟ کیا یہ بے نام و نشان منزلوں کے سفر کا گرداب ہے یا کیا ہے؟ ماضی کی دھند میں چھپی بستیوں کی یادوں کا بوجھ اٹھائے، نئی زمینوں پر اچھبی چیزوں کے تجسس کا کرب لئے نا آگہی کے غم سے بوجھل انسان کے دل کا سفینہ افق در افق پھیلنے سوالوں کے دائروں کی جانب ازل سے رواں ہے۔ زمان و کائنات کے سوالوں کے تانے بانے میں الجھا ہوا انسان سوچتا ہے:

۔ ہاتھ الجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں

اب بتا کون سے دھاگے کو جدا کس سے کریں

تجسس کا کرب اور سوالوں کی حیرت اس وقت آگہی کے تشکر میں بدل جاتے ہیں جب ”پروفیسر احمد رفیق اختر“ جیسا ”استاد“ اپنے زمانے کو میسر ہو اور وہ ”لائخل“ سوالوں کی اذیت سے نجات دلا دے۔

پروفیسر صاحب کے لیکچرز پر مشتمل یہ کتاب ”فتوش سدرہ جہاں“ پڑھنے کے بعد بے شمار پیچیدہ سوالوں کی گھٹیاں سلجھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

اپنی جبلتوں سے مغلوب ”سز و عذاب“ کے حوالے سے ہی اپنے خدا کو پہچاننے والے انسان کیلئے ترغیب و تحریم کی اس دنیا سے اپنا دل سلامت لے کر گزرنا بڑا ہی کٹھن ہے مگر یہ سب اس وقت بہت آسان ہو جاتا ہے جب اس کے تمام احساسات پر اس کے مالک کی محبت کا احساس غالب ہو اور پھر یہی ”محبت“ زمان و کائنات میں پھیلتی ہوئی اس کے خالق کی پہچان بنتی ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کی تعلیمات سے اسی محبت کی روشنی پھوٹی ہے اور میرے خیال میں اسی محبت کو وہ تصوف

کہتے ہیں۔ انہوں نے ”خوف خدا“ کی Term کو ”محبت خدا“ میں بدلا ہے۔ اس ”حر بکراں“ کے فسانے میں بس یہی اک ”حقیقت لازوال“ ہے۔
 خدا کے ساگر میں جب بھی دیکھا وہی گہر لازوال دیکھا
 پروفیسر احمد رفیق اختر کی شخصیت اور ان کی علمی معرفت کسی اسرار کی طرح ہے اور اس کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ:

”ایک نارف کو ایک نارف ہی پہچان سکتا ہے۔“

ان کی ایک ادنیٰ سی شاگرد ہونے کے ناطے اپنے محترم استاد کیلئے احسان مندی اور تشکر کے محسوسات کے اظہار کی خواہش کے باوجود ان کے بارے میں کچھ کہنا ایک بڑا ہی مشکل کام ہے کہ نہ ہی میرے الفاظ میں دم ہے اور نہ انداز بیان میں ایسی تاثیر..... میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ ”استاد“ ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ زمانہ کسی ”خدا شناس“ سے خالی نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے محترم استاد کی مختلف موضوعات پر گفتگو کو کتابی صورت میں مدون کرنے کی توفیق اور ہمت عطا کی۔

”چنان ازل“ سے لیکر ”فتوش سدرۂ جمال“ تک کا سفر میری کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے بڑا تنہا سہی مگر استاد محترم کی محبت، شفقت اور توجہ نے اسے آسان کر دیا۔
 کارمین سے درخواست ہے کہ اگر ان تمام کتابوں میں کوئی لفظی، معنوی یا عبارت غلطی آپ کی نظر سے گزرے تو اسے میری کم فہمی پر محمول کیجئے گا اور درج ذیل ایڈریس پر اس کی نشان دہی ضرور کیجئے گا: مقصود الہی، پاک ڈسٹری بیوٹرز آف فارما سیوٹیکلز، پکھری روڈ مشین محلہ نمبر 1 جہلم موبائل: 0321-5442326 یا

www.alamaat.com

کلثوم اسماعیل
 3 مارچ 2008ء

قرآن کا نظریہ اعتدال

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّىْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

خواتین و حضرات! آج کی اس تقریر کو میں نے دو قسم کے مسلمانوں کیلئے منسوب کیا
جس کا ایک وہاں اس مجھروں، غمزدہ، پریشان حال، مستحق کے بارے میں فکر مند، اپنی زندگی اپنی قوم
اور اپنے ملک کے بارے میں فکر مند... جن کو تمام اقوام کی طرف سے مسلسل یہ باور کروایا جا رہا
ہے کہ شاید یہ بد تہذیب، گنوار، کم تعلیم یافتہ اور جاہلانہ مطلق افراد کی قوم ہے جو صرف تشدد پسند
کرتے ہیں، جو صرف مکر و فریب کی زندگی چاہتے ہیں، جو صرف ظلم و بربریت کے شائق ہیں...
خواتین و حضرات! ایک ناری لاسرے ان کیلئے ہے اور دوسرا ان صاحبان فکر کیلئے جنہوں نے کبھی
قرآن کھول کر نہیں پڑھا ہوتا، جنہوں نے کبھی حدیث کے اوراق نہیں دیکھے ہوتے مگر وہ اسلام کو
مسلمانوں کی حالت پر گمان کرتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس دنیا نوی تمدن پارینہ میں اب

ایسی کوئی طاقت نہیں رہی کہ جس کو دیکھ کر آپ کہہ سکیں کہ کیا یہ بھی رسم و رواج کا، اخلاقیات کا، زندگی میں جدوجہد کا کوئی مذہب ہے۔ یہ دوسرے عظیم رفاکارف کی اجازت کے ساتھ

پاس خاطر آشفہ حلال
بنام شامہ روشن خیال

خواتین و حضرات! اس مطالعہ تاریخ نے انسانوں کو بڑا confuse کیا ہے۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تاریخ زمینی حقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات و حالات و حادثات و افراد و اعمال کا ایک اجتماع تاریخ ہے مگر زمین کو دیکھنے کا ایک مختلف انداز بھی ہے۔ زمینی حقائق کو پرکھنے کی ایک حقیقت اور بھی ہے جس کی طرف سے ہم تاریخ پر نظر ڈال سکتے ہیں اور وہ آسانی حقائق ہیں۔

خواتین و حضرات! کیا عجیب بات ہے کہ تاریخ کوئی وجود نہیں ہے، تاریخ کوئی انسان نہیں ہے، تاریخ کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس میں از خود اپنے آپ کو دہرانے کی صلاحیت ہو مگر آخر یہ کیا چیز ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے؟ آخر ہم کس بات پر بنیاد رکھتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے سماجی شعور، تمام بڑی بڑی سیاسی قوتیں، فوجی قوتیں اسی طریقہ کار سے انحراف کا شکار ہوئیں، اسی طرح اپنے زوال کا شکار ہوئیں، مگر آپ نے اس بات پر غور کیا کہ تاریخ بذات خود نہیں سوچتی، تاریخ کوئی دماغ تو نہیں۔ یہ افراد کا مجموعی طرز عمل ہے یا انفرادی طرز عمل ہے جو اوراقی گم گشت میں درت کیا جاتا ہے اس کے اثرات درت کیے جاتے ہیں مگر کیا عجیب بات ہے کہ جب سے انسانی تہذیب شروع ہوئی، جب سے انسانی تاریخ شروع ہوئی تاریخ نے اپنے نتائج نہیں بد لے، اپنے انداز نہیں بد لے، اپنے عروج کے اسباب نہیں بد لے، اپنے زوال کے اسباب نہیں بد لے تو پھر سوچنا پڑتا ہے کہ ایک بنیاد حقیقت میں اس قدر مضابطہ اور تنظیم کیسے آسکتا ہے سوائے اس کے کہ ہم اسے کسی آسانی حقیقت کی نظر سے دیکھیں۔ ہمیں دیکھنا پڑتا ہے کہ کس نے تاریخ کے اصول مرتب کیے؟ کیوں تاریخ اپنے pattern سے انحراف نہیں کر جاتی؟ صدیوں میں کبھی ایک مرتبہ تو تاریخ اپنے انداز سے انحراف کر جائے۔ کبھی تو ایسا

لگے کہ کوئی جابرِ مطلق جاہری رہ جائے اور کبھی کوئی مظلوم ابد باجرب تک مظلوم رہ جائے۔۔۔ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ خواتین و حضرات! اس لئے کہ تاریخ زمین پر مرتب نہیں ہوتی، آسمانی حقائق زمینی حقائق کو تہذیب دیتے ہیں۔ آسمانی حقائق نے چند اصول، چند اخلاق، چند جہنمی، چند عملی اصول مرتب کر رکھے ہیں اور یہی ہو سکتا ہے۔۔۔ وہی ۴۰ درمطلق جو حالات کو زندگی دیتا ہے جو لحظات کو زندگی دیتا ہے، جو واقعات کو زندگی دیتا ہے، وہی انسانوں کی ترقی و ترقی کے اصول بھی دے رہا ہے۔ تاریخ اسلئے نہیں بدلتی خواتین و حضرات! کہ پروردگار عالم یہ فرماتے ہیں

”فَلَنْ تَجْعَلَ لِنِسَاءٍ اللَّهُ تَبْلِيًا“ (فاطر ۳۵:۴۳)

(پس تو ہرگز اللہ کی عادت کو بدلتا ہوا نہ پائے گا۔)

ہمارا انداز فکر نہیں بدلتا۔ کوئی قوم ہم سے ان اصولوں پر رعایت نہیں لے سکتی جن اصولوں پر ہم نے زندگی استوار کی ہے، جن اصولوں پر ہم نے عروج و زوال قوم رکھا ہے اور فرمایا قرآن حکیم میں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی قوم اپنے تاریخی ادوار سے ایک لٹو آگے بڑھ جائے یا ایک لٹو پیچھے ہو جائے۔ اسی پروردگار عالم نے اپنی judgement کے تحت جب یہ سارے حالات مرتب کیے تو کچھ اقوام کا جائزہ لینے سے ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آخر ہوا کیا؟ اتنی بڑی بڑی قومیں رسوا کیوں ہوئیں؟ جو اتنے بڑے جابرِ مطلق اشخاص تھے، وہ کیوں زمین پر آن پڑے؟ ایک ہلکا سا جائزہ میں آپ کو ان تمام تہذیبات کا دینا چاہتا ہوں جو آج سے تین ہزار سال قبل مٹ چکی ہیں۔

وہ analysis جو مؤرخین نے کیے، جو philosophers of history

نے کیے، ان میں ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے Gim Nelson Black نے اپنی کتاب "When Nations Die" (جب قومیں مرتی ہیں) میں لکھا کہ جب قومیں مرتی ہیں تو اس وقت ان کے اصول کیا ہوتے ہیں۔ وہ ایک چیز ان کن بات یہ کہتا ہے کہ ہزاروں سال کی تاریخ دیکھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ قومیں ہر جگہ صرف ایک وجہ سے مرتی ہیں۔ قوموں کا عروج و زوال صرف ایک main cause کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی کی زبان میں نہیں وہ جملے آپ کیلئے پڑھنا چاہتا ہوں

کیونکہ زمینی حقائق والے یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ صدیوں بعد جب مؤرخین analyse کرتے ہیں، جب شواہد کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں، جب غور و فکر کرتے ہیں تو ان کو جو major cause نظر آتی جیسا کہ mention کرتے ہوئے Gim Nelson Black کہتے ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنا دین چھوڑ جاتے ہیں۔

*And all the list of the nations in India, China and other parts of globe demonstrate the principles that "civilizations arise from religion and die with religion"

"There is no significant example in history, before our time, of a society successfully maintaining moral life without the aid of religion."

14

استوار کیا ہو یا کرنے کے قابل ہو یا ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جن اقوام میں ترقی ہوئی، جن اقوام نے عزت پائی، جن اقوام نے زمانے پر حکمرانی کی انکا کوئی نہ کوئی مذہب ضرورتاً کوئی نہ کوئی tradition ضرورتاً اور ان traditions سے واسطی کی وجہ سے ان اقوام نے ایسا character built کیا جس کی وجہ سے وہ دنیا میں سربراہ ہوئے۔

In a study of the French Revolution, "Jose Ortega" noted that "Order is not pressure which is imposed on society from without, but an equilibrium which is set up from within"

اس نے یہ اصولی بات کی کہ نظم و ضبط خارجی ذرائع سے، بیرونی ذرائع سے، حکومتی ذرائع سے اقوام پر قائم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ وہ اعتدال ہے، یہ وہ balance ہے، یہ وہ منشور زندگی ہے جو قومیں اپنے اندر سے develop کرتی ہیں اور یہ اخلاقی شعور ہے جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے۔ بہت ساری قوموں کے زوال کا آپ کے سامنے میں بلکا پہلا ہاتھ پیش کر رہا ہوں گا۔ یہ بڑی لمبی داستان ہے۔ میں یہاں کسی civilization کے اس قسم کے مطالعہ کیلئے نہیں آیا کہ جس میں آپ کو اتنی بڑی detail دوں۔ میں نے تو اپنے مضمون کی طرف جانا ہے مگر

There are three important trends demonstrate moral decay. They are the "rise in immortality," the "decay of religious belief," and the "devaluing of human life."

تین بڑی بنیادوں کی وجہ سے یہ روحانی زوال آتا ہے۔ جب اخلاقیات ختم ہو جائیں، جب بد اخلاقی اور شہوانیت بڑھ جائے اور جب انسانوں کی قدر و قیمت گر جائے، جب مذہب سے اعتبار اٹھ جائے، اور جب لوگ اخلاقی اقدار کے تنزل کا شکار ہو جائیں تو وہ قوم زوال پزیر ہوتی ہے۔

خواتین و حضرات! آخر میں میں "Toynbee" کے نظریہ کے چند احاطہ کا ذکر

کرنا ہوں جو بڑا مشہور فلسفہ تاریخ کا نام ہے کہ

"Abandoning morality and self control together replace creativity, and truancy and martyrdom together replace the discipleship by the creative minority."

کہ جب آپ اصول اور مذہب کو ترک کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ چھوٹی سی creative community پر غالب آ جائے جو آپکو زوال پذیر کر دے اور جس کی وجہ سے آپ اقوام عزت میں سے نکل جائیں۔

خواتین و حضرات! ہمارے پاس بڑی لمبی لسٹ ہے civilizations کی ... Mesopotamia اور Egypt کی civilizations ہیں، بائبل اور نیوا کی تہذیبیں ہیں۔ ان تمام تہذیبوں کی بنیادی اور ان کے زوال کا باعث اندرونی خلیاقت کی conditions تھیں۔ جب یہ کمزور ہو گئے تو بیرونی قوم نے بڑی آسانی سے ان پر تسلط حاصل کر لیا۔

خواتین و حضرات! تاریخ میں ایک ایسی قوم بھی گزری ہے جو زندگی کی جدوجہد سے اتنا ماری ہو گئے اور کسی وقت تاریخ عالم میں ان کا بڑا مقام تھا۔ ہم ان کو Carthagian (کارٹھاجیا) تہذیب کہتے ہیں کہ جنہوں نے اپنی خفعت پہلے خود کو بڑا بھڑا چھوڑ دیا تھا اور کرائے کے سپاہی بھرتی کئے۔ "کارٹھاجیوں" نے اپنی مملکت کے انکم و نسق کو بچانے پہلے کرائے کے سپاہی بھرتی کیے۔ آپ کے لیے تیرت کا باعث ہو گا کہ اگر پاکستانی دنیا سے کرائے کے سپاہی لے آئیں اپنے ملک کی خفعت پہلے تو ایک وقت ایسا آ گا کہ دنیا کی اس عظیم قوم نے اپنے ملک کی خفعت پہلے بیرونی ملکوں سے کرائے کے سپاہی بھرتی کئے ہوئے تھے جو انکی خاطر دفاعی وطن کا مسلک سرانجام دیتے تھے۔ خواتین و حضرات! نتیجہ وہی ہوا کہ وہ خود عیش و عشرت میں تھے، آسمانوں میں تھے، شہر اسو دنیا میں تھے اور ہر کاری کا یہ عالم تھا کہ بچے کو باپ نہیں نظر آتا تھا، نہ ملتا تھا اور ایسے عالم میں بڑی آسانی سے وہ Roman Empire کا شکار ہو گئے۔ There is no way of escape وہابی سندھ کی تہذیب، بیڑا اور مونجی واڑو کی

تاریخ بالکل وہی ہے کہ جہان کی immortality اور بد اخلاقی کی وجہ سے اللہ کا مذاب آیا
تو آج تک باقیات میں سے تو کوئی ایسا نہ رہا جو ہمیں بتاتا کہ آخر وہ جو میں بے نام جنتان کیوں ہو
گئیں۔ شاید اس لئے پروردگار عالم فرماتے ہیں کہ
”أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكُنُوا تُنْذِرًا
مِنْهُمْ قُلْ هُمْ قُلُوبُهُ“ (فاطر ۳۵: ۴۴)

(اور کیا تم نے زمین پر سفر کر کے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور وہ ان سے زور
میں سخت تھے)

(کیا زمین پر گھوم پھر کے تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کتنی بستیاں اونٹنی کر دی ہیں، کتنے کنویں
بر باد پڑے ہیں اور کتنی زمینیں بے برگ و آب ہیں؟ کیا تم پھر بھی سبق نہیں لیتے؟)

شاید تاریخ الہیاتی الہام ہے سبق سیکھنے کیلئے But we are not ready to learn
مجھے ایک واقعہ یاد آیا خواتین و حضرات Marlow نے خواہش کی کہ میں
Battle of Troy کی ہیروئن کو دیکھوں۔ اسکی بڑی خواہش تھی کہ میں یونان کے سب سے
بڑے بادشاہ Agmemnon (ایگممنان) کے بھائی Menelaas کی بیوی Hellen
of Troy کو دیکھوں Troy پر حملہ ہوا۔ ایک ہزار جہاز سمندر میں ڈالے گئے۔ طویل
جنگ ہوئی اور Greeks نے وہ جنگ اس طرح جیتی کہ Elians دوسرے سے نیست و نابود
ہو گئے تو Marlow نے خواہش ظاہر کی کہ میں Hellen کو دیکھوں، جب اس نے
Hellen کو دیکھا تو ایک جملہ کہا۔ Marlow کا بولا ہوا وہ جملہ ادبیات و نالیہ میں چلا گیا
کہ جو نبی اس کی نکاحا سکے چہرے پر پڑی تو اس نے کہا

"Is this the face?" (کیا یہ وہ چہرہ ہے؟)

"Is this the face that launched a thousands ship and
burnt the topless towers of Elia "

یہ وہ چہرہ ہے؟ کیا خوبصورتی کیا افسانہ سنا تھا اور اسکی وجہ سے ایک مملکت بر باد ہو گئی تو خواتین و
حضرات اس سوچ رہا تھا کہ سو ایک برس کے بعد جب لوگ عراق سے گزریں گے تو کہیں گے
کیا یہ جویرانہ ہے؟

یہ وہ محراب ہے
جس کے خیال
سونے کے دریا بہتے
ایک سناک سیاہ کارمیر مغرب نے
اپنی طاقت و حشمت کا جنوں خاک کیا
یہ وہ محراب ہے ۔۔۔

محبوبین پہلے ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی خاتون ہی ہو۔ محبوبوں کے لئے تو زمین بھی ہو
سکتی ہے سونے کی ڈلی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر آپ تو ارد میں جائیں اور یہ دیکھیں کہ قوموں کے
جنوں کسی نہ کسی لالچ میں جب in built سے out built کو جاتے ہیں اور پھر اپنے
تخصیصات کو دیکھتے ہیں تو وہ قومیں ہمتی نہیں ہیں۔ شاید زوال کی اس سے بڑی کوئی مثال نہیں ہوتی
کہ جب ہم قوموں کو، بڑی قوموں کو، منکیر قوموں کو، زیر دست قوموں کو کسی لالچ میں، کسی ہوس
میں اپنے سے کمزور تر قوموں کے دست و گریبان دیکھتے ہیں۔

خواتین و حضرات! ایک غور کرنے بڑی عجیب بات کہی ”مجھے نہیں آتا کہ جو کل کی
حالت تھی وہ آج کی حالت سے کتنی مشابہ ہے“۔ یعنی کل کی جو حالت تھی کہ کلو تھپ چھپا میں
زرخیزی کی دیوی پر بچوں کو قربان کر دیا جاتا تھا کہ وہ بدلے میں زیادہ پیداوار دے اور آج وہی
حالت اس سوسائٹی میں بھی ہے جو پالیس ٹین بچوں کو abortions کے نتیجے میں اپنے آرام و
آسائش کی بھینٹ چڑھا دیتی ہے۔ کیا آپ نے کوئی فرق محسوس کیا کل کی society میں اور
آج کی society میں؟ کل کا ”بت“ شاید کل اور لات اور عزتی ہو سکتے تھے۔ آج کے ”بت“
جدید بت، سہولت، باقی آزادی اور شخصی آرام کی دہلیز پر چار کروڑ بچے قربان کئے جاتے ہیں۔

خواتین و حضرات! بہت سے ایسے mentions موجود ہیں کہ جو Aegean society
دو ہزار قبل مسیح میں گزری، Mediterranean culture کو دیکھیں اور وہی انجام جس کو میں
بار بار دہرائی نہیں چاہتا، وہی انداز زندگی، وہی عظمت، وہی بادی کے نشان China—
سولہ سو قبل مسیح میں بڑی تہذیبات تھیں، سب اسی طرح برباد ہوئے، زمین نے انکو وہی انجام دیا،
آسمان نے انکو وہی انجام دیا۔ Central America میں، Indies میں بارہ سو قبل مسیح
میں جو تہذیب تھی وہ سولہ سو قبل مسیح میں Spanish کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔ تمام نے وہی انجام

پائے۔ خواتین و حضرات! نہ Americans نے سبق سیکھا، نہ Chinese نے سیکھا، نہ ہم سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Mediterranean fall one thousand B.C. Aegeans, phoenicians, Greeks, Romans تمام زوال پذیر ہوئے۔

اس میں تھوڑا سا ایک نقطہ آپ کو بیان کروں کہ Roman civilization کے زمانے میں تھوڑے سا کالیکٹل پاس ہوا۔ جب وہ مل پاس ہوا تو اس وقت کے سب سے بڑے دانشور سب سے بڑے مفکر سب سے بڑے عالم، آئی بھی جس کی باتیں مشہور ہیں، Cicero نے کہا کہ اے Roman Senators یہ مل جو تم پاس کر رہے ہو، یہ لامالیت کا مل جو تم پاس کر رہے ہو، یہ جو بے جا آزادی تم عطا کر رہے ہو اسکا نتیجہ میں ٹھیکس بنانا ہوں کہ پچاس برسوں میں This great Roman empire will be split into pieces تیرانی کی بات ہے خواتین و حضرات کہ اس کا vision اتنا مکمل تھا کہ پچاس برس سے پہلے ہی Roman Empire ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

اسلام سے پہلے کی جتنی بھی تواریخ ہم دیکھتے ہیں اس میں اگر کوئی پہلو اسلام کی فتح کا نظر آتا ہے تو وہ ناکام ہے، moral strength, proper committment، اور وہ قوت جتنی جس نے انہیں زندہ رکھا اور دوسری قوموں پر غلبہ دیا۔ میرے پاس بڑی لمبی لسٹ ہے ان تہذیبات کی میں وہ یہاں آچکنا نہیں چاہتا۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تمام مذاق جو تو میں اپنی زندگی کے ساتھ کرتی ہیں اور جو افراد اپنی زندگی کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، اس میں دیکھتا یہ ہے کہ خدا کا رویہ کیا ہے؟ خدا کون ہے؟ کیا extremist ہے؟ کیا کوئی depressent personality ہے؟ کیا اللہ کا وجود ایک ایسا وجود ہے کہ جس سے ایسے احکامات issue ہوتے ہیں جس میں غور و فکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی؟ کیا اللہ ایک ایسا tyrant ہے جو اپنی مرضی سے اپنی سولت لینے کا قانون دیتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ ذرا کوشش کیجئے یہ دیکھنے کی کہ "اللہ" خود کون ہے؟ کون سا طرز عمل اسے مرغوب ہے؟ کیا وہ کائنات میں ایک maximum power کے تصور کو بجا کر چاہتا ہے یا وہ کوئی اور طرز عمل اختیار کرتا ہے؟ اللہ فرماتا ہے "ثُمَّ اسْرٰی اِلٰی السَّعٰءِ فَسَوْهُنَّ" (پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف پس اس کو درست کر دیا۔)

بلندی آسمانوں کو ہم نے درست فرمایا۔ ”فَسُوْهُنَّ“ کا ترجمہ ہے کہ details تک جا کر برابر کر دینا۔ ہم نے ان کو معتدل کر دیا۔ وہ جاہلانہ قوتیں تھیں۔ بے پناہ آگ کی قوت تھی جانی والی، چارٹنا radiation تھی، پانی نہیں تھامز میں پر۔۔۔ ہم نے ان کو درست فرمایا تاکہ زندگی، انسان باقی رہے اور ہم نے اس کی پرورش رکھی۔ اللہ تعالیٰ استعمال کرتا ہے ”فَسُوْهُنَّ“ کہ یہی طریقہ کار ہے ہمارا۔۔۔ ہم خود بھی معتدل ہیں اور ہم نے زندگی کی گزران کے لئے جو اصول بنایا جو حاصلِ اعتدال ہے۔

”وَلَقَدْ سَمِعْنَا فُسُوْهُنَّ“ (نازعات ۷۹: ۲۸)

(بلند کیا اس کی جھٹ کو پھر اس کو برابر کیا۔)

جب ہم آسمانوں کو بلند کر رہے تھے تو وہ بڑی دھیری تھ، وہ imbalance میں تھی۔ پھر ہم نے اس کو برابر کر دیا۔ ہم نے اس کو معتدل کر دیا۔ اسکی مومائیں ختم کر دیں۔ ہم نے اسکو balance میں رکھا۔ پھر جہاں جہاں بھی پروردگار عالم نے بے ترتیبی دیکھی اسے درست فرمایا۔ پھر فرمایا ”وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا“ ہم نے نفس انسان کو متین کیا اسے برابر کر دیا۔ ہم نے اس میں دو ملائمتیں برابر کر دیں۔ اسے دیا نہ اور پاگل اور مجنوں نہیں بنایا، اسے یکطرفہ نہ کر دیا نہیں دیا کیونکہ ہم خود معتدل تھے۔ بڑی اچھے کی بات ہے میرے ایک بڑے بزرگ دوست ڈاکٹر تھے۔ میں ایک دفعہ ان کے پاس ویسے ہی چلا گیا۔ وہ بہت الجھلائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ذرا معتدل ہو جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اعتدال تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ ہم کون سے معتدل ہیں۔۔۔ بخدا!!! بڑی مناسب بات انہوں نے فرمائی کہ اعتدال تو صرف اللہ ہے۔ عملِ اعتدال کی اگر کوئی صورت آپ نے دیکھی ہو اور دیکھتی ہو تو وہ صرف اللہ ہے۔ جہاں بھی آپ نسلِ انسان کو دیکھیں گے تو اس میں یہی پائیں گے کہ ”سَوَّاهَا“ ہم نے انسان کو درست کر دیا، balance کر دیا ”سَوَّاهَا“ کا مطلب ہے کہ details میں جا کر برابر کیوں میں جا کر معتدل کرنا کہ نہیں بھی inflammation نہ رہے irritation نہ رہے۔ یہ جو ہم میں جینیٹک موجود ہیں یا اللہ کی پیدا کردہ نہیں ہیں، یہ ہماری genetics ہیں، personal ہیں، acquired ہیں۔ اللہ نے وہی ایک اصول بخشا ہے انسان سیتے۔۔۔ ”وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا“ ہم نے نفس انسان کو درست کر دیا۔ اگر اس میں پائیس یا پچاس فیصد ملائمت نہ کی رکھی ہے تو پچاس فیصد شرموجود ہے اور پھر ہم نے اسے choices دے دیئے۔ ”فَالْيَفْعُوْهُنَّ فُجُوْرُ

هَذَا تَقْوَاهَا“ (ہم نے فسق و فجور بھی balance کر دیے۔) اور انتخاب ان میں اللہ نے انسان کو دے دیا کہ عقل، موزوں دی، جسم موزوں دیا، مناسب قد و قامت تحقیق کے ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ (ہر طرف سے برآمد کر دیا۔) یہی طریقہ ہے پروردگار کا۔۔۔ اس نے انسان کو اپنی image پر تحقیق کیا اور اس کو اعتدال پیش دیا۔

خواتین و حضرات! دیکھنا یہ ہے کہ ”شرع“ کیا ہے؟ اگر وہ معتدل ہے تو ”شرع“ کیا ہے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ شرع وہ قانون ہے جو اللہ نے اپنی مرضی سے بغیر انسان کو consult کیے بغیر مشورہ کیے بغیر اس کی قوت و استعداد دیکھے، بغیر اس کے مظاہرات زندگی دیکھے، بغیر اس کی کمزوریاں دیکھے اس پر غور کیا اور اعتراض کرنے والا ہاتھ کانٹنے پر اعتراض کرنا ہے اخلاقی جواز پر اعتراض کرنا ہے شرع کی مختلف شکلوں پر اعتراض کرنا ہے۔ خدا کی طرف سے تو کسی نے شرع کو نہیں دیکھا۔ خواتین و حضرات! میں آپ کے لیے شرع کو define کرتا ہوں۔ شرع وہ کم سے کم زاہد راہ ہے جسے اعمال و اعمال میں سمیت کر آپ زندگی کی منزل آخربیک سلامت پہنچتے ہیں اور آخرت کی منزل اول تک پہنچتے ہیں۔ شرع وہ کم سے کم زاہد راہ ہے، وہ سب سے Light weight restrictions ہیں جس سے کم تر آپ کسی معاشرے کو دے نہیں سکتے۔ شرع وہ زاہد راہ ہے، وہ اسباب ہیں، وہ اعمال ہیں، وہ تصورات ہیں جو خدا نے انسان کی آسانی کیلئے بنائے اور جن کو نیکو آ پ اپنی زندگی اور معاشرے اور قوم کو منزل آخربیک سلامتی سے پہنچا سکتے ہیں۔ خواتین و حضرات! سوال یہ تھا کہ اللہ چاہے سب کچھ کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا۔ اس کا سارا طریق کار ظم و فکر کا تھا، حکمت کا تھا، اسکے انداز suddenness کے نہیں تھے تربیت کے تھے، اخلاقی تربیت کے تھے، فنی تربیت کے تھے۔ عرصہ دراز سے انسان زمین پر ہے عرصہ دراز سے اس نے انسان پر تجربات کئے، انسان کی ہمتیں دیکھیں تو اس نے موزوں سمجھا کہ میں کم سے کم بوجھ انسان پر ڈالوں، اس نے کہا

”طَهَّ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَى“ (طہ ۲۰۱)

(اے محمد ﷺ! اے میرے سردار! اے میرے پیغمبر میں نے تم پر قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔) میں نے لوگوں کی آسانی کیلئے اتارا ہے اگر غور کرو گے، سوچو گے، سمجھو گے، تو آج شرع کو سب سے زیادہ آسان طریقہ زندگی پاؤ گے۔ جو آپ کی چیز جس میں نہ ہے۔ جن چیزوں کو آپ اپنی مرضی کے خلاف سمجھتے ہو وہ آپ کی زندگی کی تباہی و بربادی کا باعث ہیں اور اگر غور کرو گے تو

آپ کو شرع میں تختہ، سکون اور زندگی کا قائم رہنا اور اس کے چلنے کا سلیقہ نظر آئے گا۔

خواتین و حضرات! شرع کے بعد ہم نے یہ غور کرنا ہے کہ آخر یہ اتنا بڑا شور جو مچا ہوا ہے اسلام کے بارے میں۔۔۔ تو آخر شرع ہے کیا؟ وہ کس قسم کا قانون ہے؟ وہ کس قسم کا attitude اپنے بندوں سے چاہتا ہے؟ وہ کس قسم کی اخلاقیات چاہتا ہے اپنے بندوں سے۔۔۔؟ اگر آپ دیکھو گے اور اس سارے conduct کا مطالعہ کرو گے تو میں یہ قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ آپ اپنے گریبان میں سر چھپالو گے۔ ہم سے خدا کی اتنی خوبصورتی اور اتنی روشن خیالی قبول نہیں ہے۔ ہم اس پر عمل کرنے کی استطاعت و استقامت نہیں رکھتے۔ قرآن کو نہ پڑھنے والے آزدہ ہیں۔ جنہوں نے قرآن نہیں پڑھا، نہیں دیکھا، نہیں سمجھا وہ آزاد ہیں۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ خدا انسان سے کیا چاہتا ہے مگر جن لوگوں کو قرآن پڑھنا ہے سوچنا ہے، سمجھنا ہے ان کو پتہ ہے۔ ان پہلی آیات کو دیکھئے

”الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ“ (البقرہ ۲: ۳)
(وہ جو یمن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

آپ نے غور کیا کس آیت کے پس منظر میں خدا کیا کہتا ہے کہ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں ان کے دو خارجی اعتبار ہیں نماز قائم کرنا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنا۔ کبھی آپ نے سوچا یہ خرچ کیا کیوں؟ یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے کہ نماز وہی پڑھے گا کہ جسے غیب میں کسی حضور اور شہینشاہ کا خیال ہوگا مگر یہ مال کا خرچنا غیب کا حصہ کیسے ہوگا؟

خواتین و حضرات! Human psychology says کہ ہم مال سے لپے نہیں خرچتے کہ ہمیں احساس ہے کہ اس کو replenish کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اسکو بڑھانے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر اس کو خرچ کر دیا تو ہمیں کہاں سے ملے گا؟ دیکھا آپ نے کہ کہاں، کس بار کی میں جا کر ”بالغیب“ قائم ہوتا ہے۔ اگر مجھے اللہ کا یقین نہیں ہے اور اگر مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ میرے مال کی چوری کر دے گا تو میں مال نہیں خرچ سکتا۔ یہ ایمان بالغیب کا ایک حصہ ہے خرچنا اور یہ یقین رکھنا کہ اللہ میری اس کی بیشی کو دور کر دے گا

”مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً“ (البقرہ ۲: ۲۴۵)
”کون ہے جو اللہ کو قرض غریب حسن دے تو وہ اس سے بڑھائی دے گا۔“

(جو اللہ کو قرض دیتا ہے تو یہ یاد رکھو کہ وہ اسے کئی گنا عطا کر کے لوٹا دیتا ہے۔)
 خواتین و حضرات! جس شخص کو اللہ ہی کا یقین نہیں، جس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ مال کون
 دیتا ہے، جس کے ایمان بالغیب میں خدا کے پاس پیسے کی حاکمیت ہی نہیں ہے وہ خرچے کا
 کیسے؟؟؟ یہ لکنا یہ اصول ہے جو اس نے ایمان بالغیب کا حصہ بنا دیا کہ خرچنا، لوگوں پر خرچنا،
 کٹنا دوست رہنا، ایمان بالغیب کا حصہ ہے مگر کیا خرچنا؟ اب یہ تو نہیں کہ آپ سارا مال و اسباب
 ہی خرچ کر چھوڑیں۔ جہاں اس نے خرچنا کہا وہاں اس نے خرچنے کے اصول بھی بتائے۔ کون یہ
 conduct بتاتا؟ جہنم و آسمان میں؟ کوئی society یہ روشن خیالی، یہ conduct
 دیتی ہے؟

”الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا لِنَفْسِهِمْ أَجْرًا
 لَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ“ (البقرہ ۲: ۲۶۴)

(وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچہ کئے ہوئے پر نہ تکلیف دیں نہ
 احسان رکھیں تو انکا اجر انکے رب کے پاس ہے۔)
 یعنی اگر کسی کو مال دو تو اسے ایذا نہ دو، صبح و شام اسکا ڈھنڈورا نہ دو۔ اسکو سوائے خلق تو نہ کرو۔
 ہمارے پرانے دوستوں کی گورنمنٹ کا لُج میں شرارت ہوتی تھی۔ پہلے جا کر کسی کو کوٹ قرض دیتے
 تھے کہ یاد یہ بہن کر جانا، بڑے سارٹ کلو گے پھر عین جب مجلس میں پہنچتے تو کہتا کہ یا میرا کوٹ
 اتار آپ اندازہ کریں کہ کس قسم کا اثر ہوتا ہو گا اس پر تو خداوند کریم فرماتے ہیں کہ جس پر
 احسان کرو، جس کو مال دو اسے ایذا نہ دو۔ اسے روز روز جتاؤ نہیں۔

Honestly tell me ladies and gentelman! Do you know
 another conduct of priority or conduct?

کہ جس میں اس قسم کی فصاحت مال خرچنے کے بارے میں کی گئی ہو۔
 یہ تو بڑا مادرِ مصل ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچو اور جس پر احسان کرو اس پر احسان جتاؤ
 نہیں، اسے یاد کرنا، کرا کے ایذا نہ دو۔ اسکو مت یا حساس دو کہ میں نے کس بڑے آدمی سے مال
 قرض لے لیا۔ یہ وہ مسلمان ہے جس کے بارے میں یہ گمان ہے کہ بڑا ہتھیار اور terrorist
 ہے۔ خدا کہتا ہے، دیکھو! تمہیں بڑی بڑی چیزوں سے محبتیں ہیں، بڑی بڑی چیزوں سے تمہارا
 رسوا ہے مگر تم مجھے نہیں پاسکتے جب تک self sacrifice پر آمادہ نہیں ہوتے، تم مجھے نہیں پا

سکتے۔ جب تک میرے لیے اپنی possessions نہیں خرچ کرتے۔ تم مجھے نہیں پاسکتے جب تک کہ وہ چیزیں نہ میری راہ میں دو جن سے تمہیں بڑی محبت ہے۔

”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ“ (ال عمران ۹۲:۳)

ثواتین حضرات! جسے اللہ کی خاطر چیزیں خرچ کرنے کی عادت ہو جائے، محبتیں خرچ کرنے کی عادت ہو جائے، possessions خرچ کرنے کی عادت ہو جائے، جو ہر چیز سے بڑھ کر اللہ کو چاہے گا وہ کتنا برا ہو سکتا ہے؟ جو اپنے جان و مال کی خیرات پر آمادہ ہے، وہ کتنا برا ہو سکتا ہے؟ فرمایا ”وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ“ (ال

عمران ۱۳:۳)

(اور اپنے رب کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) ذرا جلدی کرو، بہتری کو لپکو، خدا کا من و سکون کو لپکو۔۔۔ تمہیں علوم ہی نہیں کس کم نے تمہارا حیر کیا رکھا ہے؟ چھوٹے چھوٹے تین مال (mall) نہیں بلکہ جنت کا عرض زمین و آسمان کی چوڑائیوں سے زیادہ ہے۔ اب دیکھئے کہ بحیثیت ایک قوم اللہ آپ سے کس قسم کا طرز عمل چاہتا ہے۔ کیا وہ چاہتا ہے کہ آپ قتل و مارت پر اترو۔ مارت حیات کو اتارنا سنا کر دو کہ جبر و استبداد کی مارت بن جاؤ۔ وہ تو بحیثیت ایک قوم آپ سے ایک سلوک چاہتا ہے کہ

”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ“ (ال عمران ۱۱۰:۳)

(تم بہترین امت ہو)

ہم نے لوگوں میں تمہیں بہترین امت کی طرح بنایا ہے۔ ہم نے تمہیں بہترین لوگوں میں سے بنایا ہے۔ یہ بہترین لوگ بھلا کرتے یا ہیں؟

”تَقَرُّوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ“ (ال عمران ۱۱۰:۳)

(لوگوں کو) ”برائی بات سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔“

یہ ہیں وہ مسلمان کہ لوگوں کو بری باتوں سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ پہلے بھی تھے یہ لوگ۔۔۔ یہ نہیں کہ پہلے نہیں تھے۔ پہلے بھی خدا کی باتیں ماننے والے تھے۔ اب بھی ہیں۔۔۔ مگر ان لوگوں میں کچھ صفات زیادہ بھی ہیں:

”الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَنَكَ هَذَا غُلْبٌ فَلَهُ“ (ال عمران ۱۹۱:۳)

(جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کفر سے اور پیغمبر اور کرم پر ایمان اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اسباب تبارک تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، جو ہمیں دوزخ کے نذاب سے بچا۔) اللہ کے بندے ہر وقت غور و فکر کرنے والے ہیں، یا انسانوں اور زمینوں کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔

"These are scientists of Allah"

یہ بے علم اور جاہل قوم نہیں ہیں۔ یہ دلوگ ہیں جو ہر وقت خدا کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے مالک و کریم تم نے کوئی چیز فضول نہیں بنائی، سب چیزیں ہماری توجہ پہلئے، ہمارے غور و فکر پہلئے بنائی ہیں اور ہم بحیثیت بندے ان کا حق پورا کریں گے۔ ”بے باطلہ ہے“

یہ تو ہمارے محلے کا آدمی نہیں جا کے بتا دیا کہ جو باشندہ اپنے بندوں کو بتا رہا ہے کہ اسے لوگوں کو اگر تم مسلمان ہو تو امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کا moral conduct زمین پر مرتب نہیں ہو رہا، کوئی کورٹ اس قانون کو مرتب نہیں کر رہی، کوئی فلاسفر نہیں دے رہا بلکہ آفت کے طرہ حیات میں جو اصول ہیں وہ خدا خود مرتب کر رہا ہے اور فرمانا ہے کہ لوگوں کو امانتیں واپس لوٹا دو۔ کیا دیکھ کی بات ہے کہ آفت کیسے کیسے لوگ امانتیں بازار پر بیچ رہے ہیں۔ مولائے کریم فرماتے ہیں..... امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو انصاف کرو۔ اس میں چاہے تمہارے عزیز کیوں نہ ہوں، تمہارے بڑے بڑے رگ کیوں نہ ہوں، تمہارے کتنے قریبی محبت والے لوگ کیوں نہ ہوں۔ انصاف کرو تو ان پر توبہ نہ ڈالو بلکہ خدا کو توبہ میں رکھو چاہے تمہیں کتنے ہی قربت و راسخ کریں اور کتنے ہی طاقتور تمہیں ڈراوے دیں۔ پھر فرمایا انصاف والو! اللہ تعالیٰ پہلے انصاف پر قائم رہو۔ ملاحظہ فرمائیے کون ایسی instructions دے سکتا ہے اور کسی society میں دے سکتا ہے؟

Even the most just society cannot establish the virtuosity of this rule

447

بَيِّنْهُمَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ
أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا (نساء ۳: ۱۳۵)

(اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دو مگر چڑو تہارے نفس، ماں باپ
یا عزیزوں کے بھی خلاف ہو اگر چاہو غنی ہو یا فقیر)

خواتین و حضرات! مسلمان بننا آسان تو نہیں ہے۔ ہم لوگ تو معمولی سی بات پر کہتے ہیں۔ مجبوری تھی، برادری کا مسئلہ تھا، باحسوساً راض تھے اس لئے غلط گواہی دے دی۔ خدا یہ کہہ رہا ہے کہ جس کو انصاف قائم کرنا ہو وہ رشتوں سے بالا ہونا ہے۔ جبکہ مہابھارت میں راجا نے جب اپنے ارد گرد اپنے cousins کو آمادہ جنگ دیکھا اور جب یہ دیکھا کہ یہ سارے قتل کریں گے، یہ مجھے ماریں گے، میں انہیں ماروں گا تو جنگ سے اسکا دل ٹھوٹا اور اس نے اپنے استاد سے کہا ”یہ زمین و آسمان کی ملکیتیں اس قاتل نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کریں تو اس کو جنگ پر مائل کرنے والے کرشن مہاراج نے کہا اور جتا! اس کیلئے لڑ رہا ہے؟ ذرا analysis تو کر۔ اس کیلئے لڑا ہے؟ کیا تو خدا کیلئے لڑ رہا ہے؟ بلکوان کیلئے لڑ رہا ہے؟ کیا تو زنان کیلئے لڑ رہا ہے؟ تو اس کیلئے لڑ رہا ہے؟ تو راجا نے کہا ”سن لو! چٹائی کا کوئی رشتہ دار نہیں، چٹائی کا کوئی باپ، کوئی ماں نہیں ہے۔“ اور دیکھئے کہ قرآن حکیم کس وضاحت سے آپ کو یہ قانون دے رہا ہے۔ اسکا ایمان والو انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کیلئے قائم رہو۔ اگرچہ خود تمہارے ماں باپ یا عزیزوں کے خلاف ہو، اگر کوئی مفلس یا مال دار ہو تو اللہ ان کا مالک ہے۔ تم خواہش پر مت چلا، پیسے لے کر گواہیاں نہ دینا۔ ایسی گواہیاں نہ دینا جو انصاف کو مٹوں کر دیں۔ انصاف کو چھوڑ کر اگر کوئی گڑبڑ کرے، کوئی جملہ بچا جائے، کوئی خطا چھپا جائے تو ایک بات یاد رکھنا

”كَانَ اللَّهُ كَانًا بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا“ (النساء ۴: ۱۳۵)

(بے شک اللہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو)

کہ اللہ تمہارے تمام کاموں سے آگاہ ہے۔ دنیا کو dodge دے، لوگ لگے مگر اللہ کو dodge نہیں دے سکتے۔ یہ conduct مسلمان کو دینا چاہئے۔ اخلاق کا، عزت کا، اصول کا۔ مگر آگے دیکھئے! انصاف کے علاوہ بھی کچھ اور باتیں ہیں جس کیلئے اللہ آپ کو advise کر رہا ہے۔ اللہ کی نگاہ سے کوئی طبقہ بچا نہیں ہے۔ یہ دکانداروں کیلئے ہے

”وَيَقُومُ أُولُو الْمَكِيَّاتِ وَالْمِيزَانِ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَمْثَلَهُمْ وَلَا

تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ“ (ہود ۱۱: ۸۵)

(اور اے میری قوم! پاپ و رتول انصاف سے پرے کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور ملک میں فساد نہ پھرتے پھرو۔)

یہ وہ rules و conducts ہیں جو اگر ہم اپنی زندگی میں apply کریں گے تو جس قسم

کا مسلمان ان اصولوں کی تہ کے بعد ابھرے گا وہ باطل جان character ہوگا۔ دیکھئے
نکتہ تین بات ہے

”اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْكَرِ“ (الحمل ۹۰: ۱۶)

”بے شک اللہ حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور
برائی سے“

(دیکھو! سچ کی راہ چلو عدل کی راہ چلو، احسان کرو، مانتے والوں کو رو، بے حیائی اور برے کاموں
سے بچو۔)

اور اللہ کے بندے وہ ہیں (پتہ نہیں غیر معتدل ہی نہ ہوں) جو ناجزی کے ساتھ زمین پر چلتے
ہیں۔ جنگبرین کی طرح نہیں چلتے، بڑے بڑے دعوے نہیں کرتے، دنیا کے قانون کو خود نہیں بناتے
پھر جتے۔ اللہ کے بندے

”يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُونَأُو۟لَآءِ خَاطِبُهُمُ الْجَهْلُۢنُ كَآلُو۟ا سَلَمًا“ (فرقان ۲۵: ۶۳)
(کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام)
ظنہا سنتے ہیں کہ کسی جاہل سے بحث نہیں لیتے۔ ”لارڈ رسل“ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جب دو شخص
مختلف کرتے ہیں تو کوئی کسی کو نہیں سنتا۔ برآوی جس کی آواز اونچی ہو وہ جیت جاتا ہے۔ جاہلوں کا
طریقہ مختلف ہی یہی ہے کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا اور جس کی آواز اونچی ہو وہ جیت جاتا ہے۔ خداوند
کریم فرماتے ہیں کہ میرے بندے وہ ہیں، اللہ کے بندے وہ ہیں جو ناجزی کے ساتھ زمین پر
چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے تصادم لیتے ہیں تو سلام کر کے نکل جاتے ہیں۔

They don't want to waste their effort, time and life on
such small issues

کبھی کبھی باہر کی قوموں کے افراد ان اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ دماغ پر لارڈ ایک دوسرے کے
ساتھ چل رہے تھے۔ دونوں بڑے معزز لارڈ تھے۔ آگے سے فٹ پاتھ پر ایک بڑا ٹیڑھا سا بندہ
آگیا تو اس ٹیڑھے بندے نے ان میں سے ایک لارڈ سے کہا کہ آگے سے ہٹ۔ وہ لارڈ رستہ
چھوڑ کر نیچا تر گیا تو دوسرے لارڈ نے کہا ”یہ کیا؟ تم نے اس پر تمیز لینے رستہ چھوڑ دیا۔ میں ہوتا تو
کبھی نہ چھوڑتا۔“ تو اس نے کہا کہ میں تو ہمیشہ تمیزوں کے لیے رستہ چھوڑوں گا کیونکہ میں اپنی

عزت فطرے میں نہیں ڈال سکتا اور اسے اتنی سستی نہیں کرنا چاہتا کہ کوئی بدتمیز اسے لوٹ لے جائے تو خواتین و حضرات! اس سے تو کہیں پہلے آپ سے اللہ نے کہا کہ جب کوئی جاہل ملے کوئی اس قسم کا character ملے تو ”قَالُوا سَلَامًا“۔

دکانداروں سے، برنس میٹوں سے، سیاستدانوں سے فرمایا

”وَرَزَّوْا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ“ (الشعراء ۲۶: ۱۸۲)

(اور تو لو ساتھ تراز و سیدھی کے)

ڈنڈی مارا خالی دکاندار کا کام نہیں ہے۔ یہ سیاستدان کا کام بھی ہے، فلاسفر کا کام بھی ہے، منکر کا بھی ہے، مولوی کا بھی ہے اللہ کی باتوں میں ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ ہر کے کے ٹکڑ جاتے ہیں تو خدا جید کریم نے فرمایا تو ل سیدھا رکھو، ماپ پورا لو اور کم مت دو۔ جس کا کوئی حق ہے اسے پورا کرو۔

”أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ“ (الشعراء ۲۶: ۱۸۱)

(ماپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو۔)

ذرا دیکھئے! اللہ کس قسم کے کر دار چاہتا ہے، مسلمان مرد، مسلمان عورتیں ایسا خدا مرد، ایسا خدا عورتیں، فرما میرا مرد، فرما میرا عورتیں، سچ بولنے والے مرد، سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد، صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد، اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، خیرات دینے والے مرد، خیرات دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد، روزہ رکھنے والی عورتیں۔

”إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ“ (الاحزاب ۳۳: ۳۵)

اب بتائیے اس سے زیادہ مہذب کوئی اور آپ کو کیا کہے گا؟ ان تمام صفات کے حامل یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اللہ سے عزت پائیں گے۔ خدا آپ کو یہ نصیحت فرما رہا ہے کہ غیر سے کہاں عزت ڈھونڈنے جاتے ہو۔ اگر تم میرے بندے ہو اور میرے مسلمان ہو تو جان لو

”مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا“ (فاطر ۱۰: ۳۵)

(جو کوئی عزت چاہتا ہے پس عزت تو تمام اللہ ہی کے ہے۔)

میں ہی تمہیں عزت بخشنے والا ہوں، میں ہی تمہیں بقایا مت عزت بخشنے والا ہوں، میں ہی تمہیں اعتدال بخشنے والا ہوں، فرمایا جو تم پر بڑھے نہیں، جنہوں نے تم پر حملہ نہیں کیا یا تمہیں کمروں سے نہیں نکالا، ان سے بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے کا تمہیں اللہ حکم دیتا ہے کیونکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں کی کو پسند کرتا ہے۔ ”قَدْ خَلَقْنَا مِنْ زَكَّيًّا“ (الشمس ۹۱) (بے شک مراد کو پینچا جس نے سقرا اے کیا)

مسائل کو مت جھڑک! انصاف کی حد سے مت گزرا یہ چوٹی چوٹی وہ باتیں میں آپ کو بتا رہا ہوں جو اس وقت مسلمان کے conduct پر لازم ہوتی ہیں۔ ذرا دیکھئے! بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ سارے conduct of manners ہم سکھاتے ہیں مگر اللہ تو آپ کی نشست گاہوں تک پہنچتا ہے۔ آپ کو بیٹھنے کے طریقے بھی بتا رہا ہے۔ ”اے ایمان والو! تم سے کہا جائے بیٹھنے بیٹھنے تو سٹ جلیا کرو، لوگوں کو جگہ دیا کرو، اللہ تمہیں بہشت میں جگہ دے گا۔“ اس conduct اس mannerism اس behaviour سے اللہ اتنی بڑی آپ کو offer دے رہا ہے کہ ”اے لوگو! سبیل کر مت بیٹھا کرو بلکہ جب تمہیں لوگ جگہ بیٹھنے کہیں تو تم اپنی جگہ پر سٹ جلیا کرو۔ جب تم سے کہا جائے کہ جگہ سے اٹھو جاؤ تو تم اٹھو کھڑے ہو کرو اور جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انکو علم ملا ہے اللہ انکے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔“ اب وہ خوش خبریاں ہیں جو اللہ خطا کاروں سے لیتے دیتا ہے گناہگاروں سے لیتے دیتا ہے خطاؤں پر دیتا ہے۔

”قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰسَرُّوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْطَعُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ“ (زمر ۳۹: ۵۳)
(اے میرے بندو! اگر تم نے زیادتی کی، اسراف کیا، غلطیاں کیں، اپنی قوتوں کو بے باختر چاؤ غلبہ اور نہیں میری رحمت سے مایوس نہ ہو! میں تمہارے تمام گناہ بخشوں گا کیونکہ میں غفور الرحیم ہوں۔)

خاص طور پر خواتین سے لیتے اللہ کی یہ نصیحت ہے کہ
”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اَنَّمْ وَلَا تَجْسُمُوْا وَلَا يَغْتَبَ“ (حجرات ۱۲: ۴۹)
”اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ عیب تلاش کرو اور نہ

غیبت کرو“

(بہت گمان کرنے سے بچو، دگمائی نہ کیا کرو، غلو گمان نہ رکھا کرو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔) غور سے سنئے! بعض دگمائیاں گناہ ہوتی ہیں، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تو خدا یہ نصیحت دے رہا ہے آپ کے باطن کے خیالات کو advice دے رہا ہے کہ بہت گمان اور دگمائی نہ کرنا، بہت ساری دگمائیاں گناہ ہوتی ہیں اور جتنو بھی نہ کرنا، لوگوں کے عمروں میں جھانک جھانک کر مت دیکھو، کیکنڈر مت بناؤ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ روشن خیالوں کے ملک میں کیکنڈر نہ ہوں تو زندگی مزیدار نہیں لگتی۔ اللہ advice کر رہا ہے کہ کیکنڈر کی تلاش نہ کرو اور پیام کو بھلا لگتا ہے کہ تم مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ اگر نہیں بھلا لگتا تو غیبت نہ کرو، بڑی مختصر آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن حکیم میں تین بڑے Principles of conduct دینے ہیں کہ دگمائی سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو۔ لوگوں کی جاسوسیاں مت کرو، لوگوں کو اپنے حال پر رہنے دو اور اپنے مردہ بھائی کا گوشت نہ کھاؤ کہ یہ غیبت جہاد و غیبت نہ کرو۔

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ امْسُوْا لَا تَبْطُلُوْا صَلٰتَكُمْ بِالْعَنٰی وَالْاَذٰی كَالَّذِیْ يُفْضِقُ مَالَهُ رِثَآءً النَّاسِ“ (البقرہ ۲: ۲۶۳)

”اے نبیان! اپنے صلاتے باطل نہ کرو۔ احسان رکھ کر اور اپنے اوروں کے (اپنی خواتین اور اپنی نیکیاں ضائع مت کرو مگر) اس شخص کی طرح (مت ہو جاؤ) جو لوگوں کو دکھانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے۔“

اس میں جو بات آپ کو سمجھنی چاہیے کہ ایک طرف اللہ کہتا ہے کہ

”الَّذِیْنَ یُفْضِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالذَّلٰلِ وَالْهٰیۡرِ سِرًّا وَعَلٰنِیَةً“ (بقرہ ۲: ۲۷۴)

”وہ لوگ جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں دن اور رات، چھپا اور ظاہر“

(تم چھپا کے خرچو یا پتا کے خرچو مجھے قبول ہے۔)

دوسری طرف آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! لوگوں کو دکھانے کی نیت سے جو خرچ کرتا ہے وہ گناہگار ہے۔ اے اللہ پر یقین نہیں۔ یہ اعتدال نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیت اللہ کیلئے خرچنے کی ہو چاہے اس میں اپنا قہور اساتفا خر آ جائے مگر اگر نیت اللہ کیلئے خرچنے کی سرے سے ہے ہی نہیں، اگر صرف ذاتی نمود کی خاطر، ذاتی نمائش کی خاطر آپ خرچ رہے ہو تو پھر یہ آیت آپ پر لاگو ہوئی مگر اگر نیت اللہ کیلئے خرچنے کی ہے تو قہور اساتفا ”شو، سٹا“ بھی گوارا ہو جائے گا۔

”لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا“

(اے لوگو!) نو دیکھاؤ (یہ برا ہے عظم ہے۔)

اب آپ دیکھو کہ اگر آپ اللہ کی بات پر عمل کرو گے تو روشن خیالی تو ہمیں ختم ہو جائے گی کیونکہ ساری کی ساری روشن خیالی نو د پر چل رہی ہے مگر اللہ کے نظام کو بروئے کار لانے سے آپ کو اللہ کا دوسرا اصول بھی اپنانا پڑے گا

”يَمَعُقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصُّلْفَ“ (بقرہ ۲: ۲۷۶)

(اللہ نو د جھٹاتا ہے اور صداقت بڑھاتا ہے)

اگر آپ کو نو د جھٹاتا ہے تو صداقت بڑھانے پڑیں گے۔ جس ملک میں صداقت کا نظام نہیں ہے وہاں کسی قیمت پر بھی نو د ختم نہیں ہو سکتا۔ تو اے حضراتِ والا! آج کل ہم ایسے نظام کی شکل بن گئے ہیں جو تمام تر نو د پر بجا اور حضور ﷺ کا ارشادِ بڑا ہی ہے کہ ”ایک وقت آئے گا کہ نو د نہیں تو نو د کا دھواں ہر شخص کو پہنچے گا۔“

اگلے بات سنئے جو معتدل انسانوں کو بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی بات کو پکار کر کہتا پسند نہیں کرتا مگر جس پر عظم ہوا ہو، کو سوائے مظلوم کے کسی کو جائز نہیں ہے کہ اونچا، بڑا سچا اختیار کرے

”لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْعِجْزَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنِ ظَلَمَ“ (نساء ۴: ۱۳۸)

(اللہ پسند نہیں کرتا بڑی بات کا اعلان کرنا مگر جس پر عظم کیا گیا۔)

کو بغیر مظلوم کے کسی کو اونچی آواز، پکار کی آواز، دشنام طرازی نہیں کرنی چاہیے۔ آج کے دور کے بارے میں سنئے کہ مسلمان اس آیت پر عمل کر کے کتنا دہشت گرد ہو سکتا ہے؟ کتنا دہشت پسند ہو سکتا ہے؟

”وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ“ (بقرہ ۵: ۲۰۵)

(جب اس کو طاقت ملتی ہے یا حکومت ملتی ہے تو یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور کمیٹیاں اور جانیں برباد کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔) مسلمان کو خدا یہ advice کر رہا ہے کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اب اس کے ہوتے ہوئے کون مسلمان ہے جو فساد کو پسند کرے یا حرم کو پسند کرے؟ تاریخ جائزہ تو لے لی تاکہ کون ہے جس کو حکومت ملتی ہے اور وہ خدا کی زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ کون ہے جو لوگوں کے گھر مسمار کرتا ہے اور برباد کرتا ہے۔ آگ

اور خون میں انسانوں کو نبلا دیتا ہے یہ تو تاریخِ فیصلہ کرے گی۔ کسی قیمت پر بھی مسلمان کو یہ لازم نہ دیا جائے گا، نہ وہ یہ کرنے کے حامل ہے۔ ہاں کچھ باتیں اللہ کی روشن خیالی میں نہیں آئیں

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ“ **بَنِ عَمَلِ الشَّيْطَانِ** (المائدہ ۵: ۹۰)

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے پاک ہیں، شیطان کا کام ہیں۔)

خواتین و حضرات! بڑا مسئلہ ہمارے سامنے یہ درپیش ہے کہ لوگ بحث کر رہے ہیں کہ شراب حرام ہے یا حلال؟۔ قرآن میں لکھا ہوا ہے یا نہیں لکھا ہوا..... میں آپ سے پہلے دو آیات پڑھتا ہوں، مجھے یہ بتانے کا کہ جن چیزوں کے بارے میں اللہ بڑی وضاحت سے کہہ دے کہ یہ عمل شیطان ہیں، ان کے حلال ہونے میں کیا فائدہ نظر آتا ہے۔ حرام تو ملگلی سی چیز ہے اور بہت سارے حرام جان کے خوف میں حلال ہو جاتے ہیں

”إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالتَّمَ وَالْحَمَّ الْخَنِزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ“ (البقرہ ۲۵: ۱۷۳)

یعنی اگر تمہاری جان اضطرار میں چلی جائے تو وہ جو چار مستند حرام ہیں غیر اللہ کا ذبیحہ، جماعہ خون، خنزیر کا گوشت اور مردار..... یہ تم کو اگرچہ حلال نہیں مگر جائز ہو جائیں گے۔

یہاں خواتین و حضرات! ان چاروں چیزوں پر عمل شیطان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اگر آپ لوگوں کی حمایتوں پر غور کریں..... مردار جو ہے، مردار ہے، شیطان کو اس سے کیا واسطہ..... جماعہ خون شیطان تو نہیں، بجا اور سوائے ایک بات کے کہ غیر اللہ کا نام تم پڑھتے ہو، یا آپ کی حماقت ہے یا شیطان کی رسوائی ہوئی بات ہے مگر directly تو ان میں کوئی عمل شیطان نہیں ہے۔ اگر یہ حرام چیزیں ہیں، اگر indirect شیطان کا کام حرام ہیں تو جو شخص خدا تعالیٰ کے خلاف شیطان کا کام کر رہا ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

”إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ“ **بَنِ عَمَلِ الشَّيْطَانِ**

یہ پلیدی ہے، یہ شیطان کے اعمال ہیں۔ یہ بات تو پوچھو کہ بھئی! آپ سوال اٹھا کیوں کرتے ہو؟ حرام، حلال کیوں کہتے ہو؟ سیدھا سوال کرنا، کہ یہ عمل شیطان ہے، یا عملِ رحمان ہے اور اگر شراب چنانچہ عملِ شیطان ہے تو موصوف آپ عمل کرو گے کہ نہیں کرو گے؟ بجائے اس طرف سے سوال کرنے کے کہ کیا چیز حلال ہے کیا حرام ہے..... آپ straight away سوال کرو

... ڈاکٹر صاحب سے پوچھو کہ بھائی! شراب چنانچہ قرآن کے مطابق عملِ رحمان ہے یا عملِ شیطان ہے؟ اگر شیطان نہ ہو تو ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ شوق فرمائیے۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مگر یہ تسلیم کر لو کہ یہ قرآن کے نزدیک عملِ شیطان ہے۔ جب لوگ قرآن سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو اس قسم کی جہتیں بہت پیدا ہوتی ہیں۔ یہودی بھی کرتے رہے، مسیحائیوں نے بھی کیں،

میرا طریقِ امیری نہیں فقیری ہے

خودی نہ سچ غریبی میں مام پیدا کر

”إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ“ (بے شک شیطان بھی چاہتا ہے۔) کیا چاہتا ہے؟ اس

ایک آیت سے دوسری آیت منسلک ہے۔ ایک طرف شیطان کی وضاحت کی کہ no problem کوئی confusion نہیں۔ شراب، جو، انصاف۔ یہ عملِ شیطان ہیں، ان سے بچو، دوسری طرف شور مچانا ہے کہ شراب پینے کا لفظ نہیں آیا۔ کل کوئی اور منکر یورپ سے آئے گا اور کہے گا، یا رپریشانی کیا ہے؟ اس سے تو تخلیقی صلاحیتیں بڑھتی ہیں۔ اسی طرح کے دلائل موجود تمام دین لوگ دیتے ہیں مگر آخر تک مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا، مگر گزر گئیں شراب والوں کے ساتھ۔ ہر آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا، ہر آدمی جو شراب پئے کہتا ہے نہیں نہیں اوروں کو ہوتا ہے، مجھے نہیں ہوتا اور ان کی حرکات و سکنات دیکھ کے خیال آتا ہے کہ یہ نشہ میں عیبات کرتے ہیں۔

”إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْحَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيُفْضِلْ كُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ“ (مانندہ ۵: ۹۱)

(شیطان بھی چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور دشمنی پیدا کر دے شراب اور جوئے سے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔ تو کیا تم باز آئے؟)

شراب کا فائدہ جو نقصان بھی ہے۔

اللہ کی تو یکلک تات ہیں۔ حلال ہو، حرام ہو۔ جائز، ناجائز ہوں۔ شیطان ہو یا ملک ہو، اسکی تو یکلک تات ہیں۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ اگر ان کی روشن خیالی پر چلو تو تمہاری مرضی۔ مگر اگر تم میرے بندے ہو، مسلمان ہو، مسلمان رہنا چاہتے ہو تو شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں آپس میں دشمنی اور کینہ پیدا کر دے اور تم کو خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے۔ اب تم باز آتے ہو کہ نہیں؟ ”فَلَيْلَ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ“ (تم باز آتے ہو کہ نہیں؟) ”فلاں“ صاحب کہتے ہیں

ضابطے لگا دیتا، اسی وقت فوراً انصاف کرا دیتا تو کروڑوں مر جاتے، ایک آدھ باقی چتا۔ پھر اللہ فرماتا ہے

”وَلَا تَعْمَلْ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا“
(اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔)

اور ادھار کی زندگی میں کیا کڑتے ہو۔ پہلا اور آخری سانس ادھار، ماں باپ اس نے ادھار کے دیئے، ماحول ادھار کا دیا، زندگی ادھار کی دی، کس چیز پر ناز و غرور ہے؟ اے شیطان و فرعون و بلان!! کس چیز پر ناز ہے؟ ایک ننھی سا واقعہ سننا ہوں

جب عزرائیل سے اللہ نے پوچھا کہ تجھے افسوس نہیں ہوا۔ تیرا دل تو بڑا سخت ہے۔
چہروں کا چہرہ، اتنی ساری جانوں کو نکالا ہے۔ اے عزرائیل! کبھی تیرا بھی دل نرم پڑا؟ کہا ”اے حضرت والا! ایک دفعہ پڑا تھا۔ میں نے دیکھا، ایک جہاز ٹوٹا، ایک مصوم سا بچہ اور اس کی ماں بچی اور ایک ننھی کا تختہ تھا۔ پھر وہ مصوم بچہ کو لے کر اس تختے سے پٹ گئی مگر وہ تختہ دونوں کا بوجھ نہیں سہاتا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ ماں نے اس تختے کو چھوڑ دیا تو میرے دل میں ملال آیا اور کہا کاش اللہ میرا پروردگار اس مصوم کو جس کی خاطر اس کی ماں نے اتنی بڑی قربانی دی ہے اس کو زندگی عطا کرے۔“ کہا کہ عزرائیل تجھے کبھی کسی موت پر خوشی بھی ہوئی، کہا ”ہاں! اے صاحب اکرام و جلال!! آپ نے حکم دیا تھا کہ میں نے شداد کی جان نکالنی ہے اور میں نے اسے اس کی جنت میں فرو کر دیا ہے۔ دیکھا اور وہ گھنڈ کی باتیں کر رہا تھا۔ اپنی خدائی کا دعوے دار تھا اور پھر اس نے بہت آسمان سر پر اٹھالیا تھا اور پھر تو نے مجھے حکم دیا، اور مجھے اس منکبر کی جان نکال کے بڑی خوشی ہوئی۔“ کہا۔ ”عزرائیل! یہی بچہ تھا جس کو مصوم جان کر تو نے کتنا زس کھایا تھا۔“

خواتین و حضرات! transition میں فیصلے نہیں دیا کرتے۔ ”گزراؤ“ .. گزرتے ہوئے وقتوں میں کسی پر رائے نہیں pass کیا کرتے۔ کسی کے انجام سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی کس طرح جا ملے، کوئی مسکین کب مغرور ہوتا ہے اور کوئی مغرور کب زمین پر گرنا ہے آپ کو کیا پتہ۔ تو ہر گمانی سے بچنا۔

”وَلَا تَعْمَلْ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا إِنَّكَ لَنِ تَعْرِقُ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا“
(بنی اسرائیل ۱۷: ۳۷)

(زمین پر اکڑنا نہ چل کیونکہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ تو پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔)

ابھی تک تو رسم و سہراب کے بڑے قصبے سنے ہیں تو جب کسی کو بہت زیادہ طاقت کا مالک کرنا ہو تو کہتا ہے۔ ”اس نے زمین پر پاؤں مارا اور زمین سے دھواں اٹھا۔“ یہ کسی نے نہیں کہا کہ ”گڑھا پڑا۔“ نرم زمین، خشک اور سخت زمین میں کسی پہلوان کے پاؤں سے گڑھے نہیں پڑے۔ کسی مغرور کے پاؤں سے زمین کے دامن پر کوئی عذر واقع نہیں ہوتا۔

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ

مکتب زمین پہ سینٹروں آئے چلے گئے

اور دیکھو اے بندگان خدا اتنی decency کے manners پورے نہیں ہوئے جب تک ایک بڑی بات نہیں ہوئی

”وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى“ (طہ ۱۲۴:۲۰)

میری یاد سے جو منہ موڑے گا، اسکی معیشت خشک ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا بنا دیں گے۔

میری یاد سے منہ نہ موڑنا، مجھے یاد رکھنا، میں تمہارے دھیان میں رہوں، میں اصل قوت ہوں، Metrics of life پر مت جانا، ان Computerized versions پر نہ جانا، زمینی حقائق پر نہ جانا، اسکے پس منظر میں آسانی حقیقت تم سے کبھی اوچل نہیں ہوئی چاہیے۔ (یہ زمینی حقائق میرے اور آپ کے لیے ہیں۔ ہمیں اپنی perfections maintain کرنے کیلئے ہیں۔ اس کا خدا ہے، آسمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ حقیقت اٹل ہے، تمام وجود زمین ایک مغرور نہ ہو سکتا ہے مگر حقیقت کرنے والے کے ذہن میں یہ مغرور نہ ہو سکتا ہے۔) وہ کچھلی حیات تو جو حقیقت میں صرف ایک ہے اور وہ میں (اللہ) ہوں۔ میری یاد سے منہ نہ موڑنا۔ میری یاد سے غفلت نہ برتنا۔ یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ زمین تمہارے انجام کا باعث ہے۔ تم نے زمین سے بہت آگے جانا ہے۔

خواتین و حضرات! ابھی حدود کے کچھ کیس پیش ہوئے، مجھے اس عالم کا پتہ تو نہیں مگر میں نے سنا کہ T.V پر کسی so called عالم نے یہ کہا کہ ایک بے کار مہمور نے، بے محاش کی گواہی بھی جائز ہے۔ مگر قرآن کی بات سنئے

”وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ، فَاجْلِدُوهُنَّ مِائَةَ جَلْدَةٍ

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (النور ۲۴)

(اور جو لوگ کہ تہمت لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں پر پھر نہیں لاتے چار گواہ تو ماروان کو اتنی کوزے اور مت قبول کرو ان کی گواہی کبھی اور بھی قاسم ہیں۔)

خواتین محترقات! سوچئے گا کہ اس سے بڑا تحفظ کون سا قانون دے سکتا ہے کہ جس نے بھی مسلمان، آزاد، پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی، پھر چار گواہ نہ لائے (کوئی بھی نہیں لا سکتا) تو اس تہمت کی سزا میں اس شخص کو اتنی کوزے لگاؤ، پھر ساری عمر اسکی گواہی مت مانو۔ خواتین و حضرات! یہ کون لوگ ہیں جو قاسم و قاجر کی گواہی لیں گے قرآن و کبریا ہے کہ ساری زندگی اس کی گواہی نہ لینا جس نے ایک مسلمان عورت پر تہمت لگائی وہ جانتا ہے اللہ کی نظر میں کہ ہدایت فرمائی کہ پھر ساری زندگی اس کی گواہی نہ لینا۔ یہ کہاں سے گنجائش نکل آئی کہ ہر جھوٹا گواہ و منافق گواہ ہو سکتا ہے اس بات پر آپ کو غور کرنا ہوگا۔

Manners تو دیکھیں! اعتماد کی بات ہے کہ جب آپ کسی کے گھر کے دروازے میں داخل ہوں تو مسلسل مٹا کھٹ شروع ہو جاتی جا اور اگلے بچاؤ مجبور ہے یا مسکین ہے جو بھی ہے مگر آپ کا دعویٰ ہے کہ زندہ ہے یا مردہ اسے ٹال کر ہی چھوڑیں گے۔ ایسے عالم میں نہ وہ غریب آپ کو کچھ کہہ سکتا ہے نہ آپ کے دعوے کو رد کر سکتا ہے میرا خیال یہ ہے کہ بہت سارے لوگ تو مسلسل جھوٹ بولتے ہوئے کہ ہم ہیں یا ہم نہیں ہیں مگر خدا کے حکم کی اس conduct پر بھی آپ کو شہادت ملے گی کہ ”اپنے گھروں کے سوا پرانے گھروں میں مت گھس۔ اپنے گھروں کے سوا پرانے گھروں میں مت جاؤ جب تک ان گھروالوں سے اجازت نہ لو اور باہر رو کر سلام و دعا نہ کر لو۔“ ایک دم سے اندر نہیں گھس جانا ہے۔ One must learn manners۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی ماں کے گھر جایا کرتے تھے تو پہلے دستک دے کر ان سے اجازت طلب کرتے پھر اندر داخل ہوتے تھے۔ اللہ آپ کو بڑی نچئی سے اس mannerism کی تاکید کر رہا ہے۔ آپ کو بھی اپنی اولاد کو بچوں کو، خود کو بھی یہ manners سیکھنے چاہئیں اور یہی اعتدال کے manners ہیں۔ یہ بد تمیزی سے گریز دیتے ہیں کہ جب آپ کسی کے گھر جائیں تو کم از کم یہ لحاظ کریں کہ اس سے اجازت لیں اور اگر اجازت نہ ملے تو زبردستی نہ گھس کے بیٹھ جائیں۔ یا آپ کو اللہ کا حکم ہے۔

”وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُفْسِدِينَ“ (شعراء ۲۶: ۱۱۵)

(اور حد سے نکل جانے والوں کا حکم نہ مانو)

ان تمام حدود کے بارے میں خداوند کریم آپ کو حکم فرما رہے ہیں مگر ہم کو بحیثیت مسلمان اسی اللہ کا حکم ماننا ہے، پس اگر اللہ کوئی بات غلط کہتا ہے تو کوئی دانشور بتا دے، ہم اس کے بڑے مشکور ہوتے۔ خدا کہتا ہے کہ برائی کا بدلہ، خطا کا بدلہ، کسی ناقص کام کا بدلہ لیا جائے وگرنہ جتنا تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ اگر کسی نے تھپڑ مارا ہے تو صرف ایک تھپڑ ہی اس کا بدلہ ہے اور اس پر بھی اگر کوئی معاف کر دے اور یہ چاہے اور یہ کہے کہ اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے تو اگر برابر کا بدلہ دو اور لو تو ٹھیک ہے جائز ہے، یہ تمہارا حق ہے مگر اگر معاف کر دو تو کیا بڑی بات ہے اس کا ثواب تو اللہ کے ذمے ہے، پھر خدا آپ کو اس کا اجر دینے والا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عظم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

”وَجَزُوا سِوَىٰ مَقْلَبِهَا فَعَنَ غِغَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ“
(شوریٰ ۴۲: ۴۰)

(اور بدلہ برائی کا برائی ہے مانتا اس کی پس جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اجر اس کا اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ نہیں پسند کرتا ظالموں کو)

اللہ تعالیٰ عظم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان ظالم نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ بنا عتدال کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان بنا عتدال نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ نکل کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان نیل نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ فضول قتل کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان قتل نہیں کرتا۔

”وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْقَهُوْا نَفْسَهُمْ“

(اللہ کی راہ میں قتل کرو ان کو جو تمہیں قتل کرتے ہیں) مگر ”وَلَا تَقْتُلُوا“ (زیادتی نہ کرو) ۲۱۱ اللہ لا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“ (البقرہ ۲: ۱۹۰) (اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) تو پھر اللہ تعالیٰ ان قاتلوں کو معاف نہیں کر سکتا کہ جو اسکے نام پر زیادتی کرتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ خدا ہی نہیں، یہ وہ conduct ہی نہیں، یہ وہ مسلمان ہی نہیں، مسلمان وہ ہیں جن کی صفات میں آپ کو پڑھ کر سن رہا ہوں۔ مسلمان وہ ہے جو

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ“ (الصف ۶۱: ۲)

(اے ایمان والو! تم دعا بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔)

وہ کوشش کرتا ہے کہ کم بولے اور اتنا بولے جتنا وہ عمل کر سکے۔

خواتین و حضرات! کتنا خوبصورت طریقہ عمل ہے جو اللہ مسلمانوں کو دے رہا ہے

”وَإِذَا حُتِبْتُمْ فَانصِبْوا بِلِباسِكُمْ مِمَّا آتَاكُمُ اللَّهُ“ (نساء ۴: ۸۶)

(اور جب کوئی تمہیں کسی لحاظ سے سلام کرے تو تم جواب میں اس سے بہتر لفظ کہنا وہی کہہ دو۔)
جب کوئی تمہیں دعا دے، جب کوئی تمہیں سلام کرے، جب کوئی تحیّٰت کرے، تو اس سے بہتر اسے
دعا دو اور اگر اس سے بہتر دعا نہیں دے سکتے تو اسے مسلمانوں کو برابر کی دعا دو۔ کی نہ کہنا، یعنی
سلوک کا جواب سلوک ہے۔ سلام کا جواب سلام ہے، قنیت کا جواب قنیت ہے، دُعا کا جواب
دُعا ہے بلکہ اگر اس سے بھی بڑھ کر اپنے لوگوں پہلے کر سکو تو تمہیں اللہ اپنی طرف سے ثواب دے گا
اور اس شخص کی باتیں مت سنو جو تمہیں بہت کھانا ہے، زیادہ تمہیں کھانے والے اللہ کے نزدیک
صحیح نہیں ہوتے۔ جمونے ہوتے ہیں۔ عیب نکالنے والے، طعن مارنے والے چٹاں خور، کھٹا خور
مُتَشَابِهٌ مِّنْهُمْ“ (۲۸: ۱۱) (بہت طعن دینے والا بہت ادر کی ادر کا پھر نے والا۔) جمونے
چٹاں خور، بدکار لوگوں کو خدا پسند نہیں کرتا، انسان بڑا کمزور ہے، اللہ کہتا ہے کہ جب مصیبت آتی
ہے گھبرا جانا ہے۔ مال آنا ہے تو بچل ہو جانا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ تسبیحات مصیبت میں
ضرورت ہیں اور مصیبت نکل جانے کے بعد آپ پہلے باعثِ شکر ہیں۔ اللہ کا شکر یہ ادا کرنے کے
برابر ہیں۔

”فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغُلُوُّ“ (معاراج ۴۰: ۳۱)

(پس جو کوئی چاہے سوائے اس کے پس وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔)

جو اللہ کے قوانین اور ان کے آداب سے آگے بڑھتا ہے، ”أُولَٰئِكَ هُمُ الْغُلُوُّ“ یہ
extremist ہیں، یہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ ہم ان کے قائل نہیں ہیں، نہ ہم ان کو سلوک اور
مرتبتات ہیں۔ ہم نے تو تمہیں تحنیک کر کے بنایا ہے ”الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ
فَلَمَّا لَكَ“ (۸۲: ۷) (جس نے تمہیں تخلیق کیا پھر تحنیک بنایا پھر درست کیا) ہم نے تو تمہاری
بنیاد پر ماضی اور توازن پر رکھی ہے تمہیں خوبصورتی کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ ”فَلَمَّا لَكَ
فَلَمَّا لَكَ“ (۸۲: ۸) (جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا) ہم نے تمہیں
خوبصورتی سے بنایا ہے اور انتہائی اچھی صورت دی ہے، ہم کیسے بجا عدلی گوارا کر سکتے ہیں اور
سخت شدہ صورتیں تم خود پیدا کرتے ہو۔ بجا عدلی سے، بے توازن زندگی سے تم ساری کی ساری
بد صورتیاں سمیٹتے ہو۔ جب مال سمیٹو گے:

”الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ“ (ہمزہ ۱۰۴: ۲)

(جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا)

گن گن کے رکھو گے تو تم ضرور سچ ہو جاؤ گے۔ تمہارے چہرے سچ ہو جائیں گے۔ جب تم گن گن کے رکھو گے، خدا کی راہ میں نہیں خرچو گے، آدابِ زندگی طوطا خاطر نہیں رکھو گے تو پھر تم یقیناً اس بدکار گروہ میں، اس تباہ ہونے والے گروہ میں ہو گے، طعنہ مارنے والوں میں سے ہو گے، نخبیت کرنے والوں میں سے ہو گے۔

اللہ پوچھتا ہے: یہ بتاؤ کہ کیا تمہارا مال تمہیں سدا زندہ رکھے گا؟ اے کروڑ پتیو! ارب پتیو! کرب پتیو! کیا تمہارا مال تمہیں سدا زندہ رکھے گا؟ کیا اس قسم کا کوئی امکان تمہاری نظر میں موجود ہے؟ کیا پہلے history میں دیکھا ہے۔ history تو repeat کرتی ہے۔ کیا history میں ایسی کوئی repetition موجود ہے کہ جس کے تحت تم نے دیکھا ہو کہ تمہارے مال و اسباب نے تمہارے ان attitudes نے، ان تکبریات نے، یا تمہاری حکومتوں نے تمہیں بچا لیا ہو؟ ایسا نہ ہو سکتا ہے، نہ بھی ہو گا۔ یہی سچائی ہے جس بڑی حکومت والے کی

”فَتَعْلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ“ (مومنون ۲۳: ۱۱۶)

(تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک)

خواتین و حضرات! کالے کا ختام میں کیسے مناسب ہے کہ ذکرِ رسول ﷺ کے بغیر ذرا اعتدال ختم ہو جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”وہاں وقت تک مسلم و مومن نہیں ہے جب تک دوسروں کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔“ ملاحظہ فرمائیے! کس قسم کا اعتدال آپ کے رسول ﷺ چاہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو وہ عمل پسند تھا جو کرنے والا ہمیشہ کر سکے۔ بڑا خوبصورت قولِ رسول ﷺ ہے فرمایا ”وہ کام کرو جو کر سکتے ہو کیونکہ اللہ کی قسم! اللہ نہیں تجھے کام تم تک جاؤ گے۔“ نیا وہ تجھ میں پڑھ کے تم تک جاؤ گے۔ چار دن ہی پڑھ سکو گے۔ ایک بر خور دار نے مجھے خدا تعالیٰ کا میرے چودہ پندرہ سال کے جوان کیلئے نے تجھ شروع کر دی ہے۔ میں نے کہا ”تم عشق میں شروع کی ہو گئی، یہ جاری نہیں رہ سکتی۔“ یہ جوانوں کے کام ایسے ضرور ہیں کیونکہ یہ محض لوگوں کا غیر معتدل رویہ ہے۔ تجھ پڑھنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے مگر اگر بناؤ مگو..... چار دن کی تجھ نہیں چل سکتی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت روزے رکھتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ”معتدل ہو جاؤ، اعتدال کرو۔“ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ یا رسول اللہ

ﷺ اچھا پر آسان ہے فرمایا ”اچھا پر کرو جو تم کرتے ہو۔“ بعد میں عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ کاش میں رسول ﷺ اللہ کی بات مان لیتا۔ اب مجھ پر روزے بڑے گراں ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ نہیں تجھے کا، تم تک جاؤ گے۔

حضرات گرامی! خدا اور رسول ﷺ کی باتیں تو بے شمار ہیں مگر یہ بھی حدیث رسول ﷺ ہے کہ جب امانت انھیں دے دی گئی تو قیامت کا شکر رو۔۔۔ پوچھا گیا سرکار رسالت مآب ﷺ سے ”امانت کیسے اٹھے گی؟“ فرمایا ”جب کام مالائق و مالک کو دے دیا جائے گا۔“ پاکستان کی سب سے بڑی بد قسمتی یہی ہے معاف کیجئے گا، تھوڑی سی معذرت کے ساتھ کہ بہت سارے کام بہت سارے ایٹلوں کے پر ہیں۔

conducts ہیں جو مسلمان کو بتائے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا ”اللہ اس شخص پر رحم کرے جو بیچے، خریدے اور تمنا کرتے وقت نرمی اور فیاضی رکھے۔“ ملاحظہ فرمائیے کہاں، کہاں تک قول رسول ﷺ کی رسائی ہے۔ فرمایا ”اللہ اس شخص پر رحم کرے، وہ محبوب پروردگار ہے وہ شخص جو بیچے ہوئے اور تمنا کرتے وقت نرمی اور فیاضی رکھے۔“ فرمایا رسول ﷺ نے ”ایک سو داگر تمنا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور جب بھی دیتا کہ کوئی محتاج ہے تو اپنے آدمیوں سے کہتا کہ اسے معاف کر دو بیٹا یہ اللہ ہمیں بھی معاف کر دے تو اللہ نے اسے معاف کر دیا۔“ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، (لیکن مزے کی بات ہے کہ میں سال میں ایک مرتبہ یہ جہارت کرتا ہوں، اس لیے آج کے دن مجھے معاف کر دیں) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ ہم کو وعظ شانے پہلے موقع اور وقت ڈھونڈتے تھے۔“ یعنی ہر وقت نہیں ہم پر ٹھونکتے رجب تھے۔ بہت بڑے استاد تھے، جانتے تھے کہ لوگ کبھی سننے کے موڈ میں ہوتے ہیں، کبھی نہیں ہوتے۔ ہمارے تو وہاں عظیم مکرم جو ہیں اور حضرات مقدس جو ہیں وہ اس بات کے لحاظ سے گئے گزر رہے ہیں۔ ان کو اپنی بات سنائی ہے، چاہتا ہے آپ کی جان عذاب میں کیوں نہ ہو مایہ لیے میں نے پہلے معافی مانگ لی ہے۔ تو حضرت عبداللہؓ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ ہمیں بات سنانے پہلے وقت اور موقع ڈھونڈتے تھے خاص خیال سے اس ڈر سے کہ ہمیں بوجھ نہ محسوس ہو۔ دیکھئے! کیا تصور ہے یہ Teacher's concept ہے۔ وہ بتائیں تو دیکھو ذرا جو بچے انھما کے سکولوں کو جاتے ہیں۔ ایک specific گندھا چاہیے ان کو ڈھونڈنے پہلے۔ بچوں کی کمریں خم ہو گئی ہیں اور ان کے فہم بفرست معطل ہو گئے ہیں۔ وہاں باپ سے منگو نام پوچھتے ہیں کہ تم نے کیوں ہمیں

مغربی سکولوں میں ڈال دیا۔ ان کے لئے تو دیکھو! وہ جسے کون اٹھا سکتا ہے؟ یہ آپ کے رسول مبارک ﷺ کا قانون ہے۔ قانون یہ ہے کہ وہ موقع ڈھونڈتے تھے کہ اگر مناسب ہو تو میں ان سے یہ بات کہہ دوں گا کہ ان کی طرح پر بوجھ نہ بنے۔ کئی بار تبلیغ والوں کو دیکھا کہ اندر بچا رہا اپنی شادی کی تقریب میں دو چار لمحے خوشی منانے لگا۔ جاو وہ کہتے ہیں ”چل تبلیغ آئیے چلتے لگا۔“ کہنے لگا ”خدا آئیے آج کے دن تو بخش دو۔“ کہنے لگے کہ نہیں آج ہی لگاؤ، آج زیادہ ثواب ہے۔

حضرات گرامی مرتبت! بوجھ نہیں جنا چاہیے۔ مذہب بوجھ نہیں ہے۔ مذہب محبت ہے خوبصورتی ہے۔ aesthetic کی اعلیٰ ترین value محبت ہے، یہ نمایاں کی جس ہے اللہ سے کون پیار کر سکتا ہے جس کو جس سے پیار نہ ہو۔ ”اَللّٰهُ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ“ (اللہ حسین ہے اور حسن سے محبت کرتا ہے۔) اللہ حسین ہے اس سے تو وہی پیار کر سکتا ہے، جس کو جس کا احساس ہے دنیاوی پرست در پرست، انتظامی، اخلاقی، تعلیماتی..... ان تمام حسن کی صورتوں سے آگے بڑھتا ہو انسان تجربہ کی محبت میں جکلا ہو جاتا ہے پھر آپ دیکھیں کہ خدا کی محبت میں چلا جاتا ہے، صفات کی محبت میں چلا جاتا ہے۔ جو اپنے وجود کی ہستیوں سے لے کر آفاقی لائسنسیت کی محبت میں جاتا ہے اس لئے بہت احساسِ نفس چاہیے، بہت خوبصورتی کا احساس چاہیے۔

حضرت ابو عبد الرحمن کی مثال دیتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ ہم تمہاری حدیث چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں، تم ہمیں روزہ حدیث سنایا کرو۔ عبداللہ نے کہا کہ میں جو تم کو ہر روز حدیث نہیں سنانا وہ اس وجہ سے کہ برا جانتا ہوں کہ تم کو لال ملے۔ حضور ﷺ کئی دنوں میں کوئی دن مقرر کرتے اس واسطے کہ آپ ہمیں رنج نہیں دینا چاہتے تھے، تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے، یعنی کبھی کبھی مذہب دیکھنے میں بھی، سننے میں بھی اور مذہب کی تعمیل میں بھی دکھ ہو سکتا ہے آپ مانیں گے تو نہیں۔ اللہ کا رسول ﷺ تو کہہ رہا ہے کہ ”تمہیں بڑی کوفت ہوتی ہوگی اللہ کی بات سننے میں“۔ ادھر گاما بڑا اچھا لگا ہوا جاو اور ادھر آپ حدیث سن رہے ہو۔ تکلیف تو ہوئی! تو اللہ کے رسول ﷺ موقع ڈھونڈتے تھے کہ جب لوگ سننے کے قابل ہوں تب میں انگو بات سناؤں۔ علامہ طحاویؒ میں ایک بڑا خوبصورت واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ بڑا اچھا گانے والے تھے یعنی آواز بڑی اچھی تھی۔ (گانے والوں کو اس سے دلیل نہیں ملنی چاہیے)

حضرت عمرؓ کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔ اونٹ پر تھے اور مار رہے تھے۔ اتنی تفصیل تو نہیں کہ وہ اونٹوں کا گیت نہیں تھا، ظاہر ہے کوئی خوبصورت غزل ہوئی۔۔۔ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے کہ امیر المومنین کی آواز اور خوبصورت آواز۔۔۔! بہت سارے لوگ جمع ہو گئے، جب بہت سارے لوگ جمع ہو گئے تو حضرت نے غزل بند کر کے قرآن سنا شروع کر دیا۔ اب لوگ بھٹانا شروع ہو گئے، تو جب سارے چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہاری مائیں تمہیں روکیں، میں تمہیں قرآن سنانا ہوں تو بھاگ جاتے ہو، گاما گاما ہوں تو پلٹ آتے ہو۔ حضرات فرمائی! پہلے بھی ایسے ہی لوگ ہوتے تھے۔ آپؐ خواجہ اچر پٹان ہوتے ہیں۔ پہلے بھی ایسے ہی ہوتے تھے کہ گاما زیادہ سنتے تھے اور قرآن کم سنتے تھے مگر اس وقت کسی نے انکو طعنہ تو نہیں دینا سوائے اس کے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جو کہا۔ یہ تو نہیں کہا کہ تم سزا کے قابل ہو بلکہ خود انہوں نے کہا کہ کیا فضول مار رہے تھے اور ان کو کتنی ہوس ہے گانے سننے کی اور کتنا کم شوق ہے قرآن سننے کا۔۔۔۔

آنحضرتؐ میں متصل، مسلسل، متاثر، مشہور ہیں، فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ ”میزانہ روی اختیار کرو، اعتدال اختیار کرو“۔ یہی طریق پروردگار ہے، یہی طریق رسول ﷺ ہے کہ میزانہ روی اختیار کرو۔ معتدل زندگی گزارو اور اگر یہ نہ ہو سکے، بالکل perfect اعتدال نہ ہو سکے تو اس کے قریب رہو۔ کوشش کرو کہ اس کی حدود سے نہ نکلو۔ اعتدال کے سچ میں، درمیان میں رہو، افراط اور تفریط اور غرور اور تعصب سے بچو۔ کسی کی زیادہ تعریف نہ کرو۔ بے جا عقیدوں میں نہ پڑو۔ اسی طرح بے جا تعصبات میں بھی نہ پڑو۔ بے جا خائفوں میں بھی نہ پڑو۔ بریت کی کثرت نہ کرو اور کسی کو بہت کم بھی نہ کرو۔ مرتبہ دینے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ فتاویٰ دینے سے منع فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا اسنا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہو گا“۔ علماء کو اسناد کا تو پتہ نہیں، علم کا تو پتہ نہیں مگر فتاویٰ اس کثرت سے آرہے ہیں۔ ابھی فی وی پر دیکھیں کہ کس کثرت سے فتاویٰ آرہے ہیں کہ یہ جو جی اجناس علمائے ٹی وی ہے کوئی سمجھ نہیں آتی کہ انکی علمی اسناد کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور کہاں ختم ہوتی ہیں۔

خواتین و حضرات! آپ Americans کی طرح کما بھی نہیں سکتے۔ منع کر دیا گیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا ”مومن ایک انتہی میں کھانا بجا اور کافر سات میں“۔ میں نے دیکھا ہے Americans کو کھاتے ہوئے۔ آپ اس طرح نہیں کما سکتے۔ چاہے کتنی بھی روشن خیالی ہو آپ Americians کی طرح نہیں behave کر سکتے۔ کافر بہت ساری

آنتوں سے کھانا ہے اور مسلمان بچارے کو فالتے کی ہدایت ہے۔ ایک آنت سے کھانے کی ہدایت ہے، زیادہ کھانا منع ہے۔ دیکھو کتنا بڑا قانون تھا، یہ اس زمانے میں تھا، اللہ کو پتہ تھا کہ میرے لوگ بھی مونے مازے ہو جائیں گے۔ آپ کو slim اور smart رہنے کی وہاں سے، تب سے اللہ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ایک آنت سے کھانا کرو، کبھی بھی مونے مازے نہیں ہو گے۔

”سُبْحَانَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْعَزِيزُ“ (اللہ بزرگ و برتر ہے اور سب سے بڑا ہے) اس کی رحمت و بزرگی و برتری کا ثبوت ہے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ میں عطا فرمادینے، اس تقاضا کو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ اس نعمت کا شکر تو واجب ہی نہیں ہو سکتا، اور ہی نہیں ہو سکتا کہ ہم

ہزار بار بَشُوْیْم دین ز مٹک و مٹاب

ہزار نام تو گفتن ہزار ہے ادبست

(اگر ہزار بار بھی مٹک و مٹاب سے منہ دھوئیں تو بھی سرکار رسالت مآب ﷺ کا نام لینا مناسب نہیں لگتا، بنا دہی لگتی ہے) مگر چہ کا۔ باتیں ان کی ہیں، مثال ان کی ہے، کچھ نہ کچھ تو کہنا پڑتا ہے فرمایا ”بنارت دو، ڈراؤ نہیں“۔ پیغمبر ﷺ کے بعد کوئی مفکر، کوئی مفکر، کوئی شخص ڈرانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ڈرائے وہ جسے اپنے مستقبل کا پتہ ہو۔ جو ڈرا رہے ہیں ان سے پوچھو تو کسی کہ تمہارا کیا انجام ہے؟ تمہارا کیا مقام ہے؟ ڈراؤ نہیں۔ بنارت دو، ڈراؤ نہیں۔ دو۔ میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ آپ ربانیت پسند ہیں، اچھی بڑ کولتے ہیں۔ میرے رسول ﷺ کا استاد ہے ”بنارت دو، ڈراؤ نہیں۔ آسانی دو، جتنی نہ دو“۔ اگر آپ خیر ہو، اگر آپ مفکر ہو تو آپ کو ہر ہونا چاہیے۔ آپ لوگوں کی سختی کم کرو۔ دو رماض ہے، فقہ کڑ تیب دو مگر اصول بدل کر نہیں۔ پانچ کی تین نمازیں کر کے نہیں۔ کیا یہ اقوال تھوڑے ہیں آسانی پہلے؟ کیا ضروری ہے کہ آپ فسق و فجور پر آکر ان کو آسانی دو؟ کیا ضرور ہے کہ شراب کی حرمت اور مٹک کی ان کو آسانی دو؟ کیا ضروری ہے؟ کیا آپ کے پاس تھوڑی آسانیاں ہیں؟ کیا آپ کو زندگی گزارنے کے قریبے تھوڑے ہیں؟

شرع اس لیے ہے کہ اقوام نام میں خدا نے دیکھا کہ یہ وہ طریق ہے جس پر چل کر قوم اپنے مقصد اپنی زندگی، اپنی منزل پر آسانی سے پہنچ سکتی ہے۔ یہ اللہ نے آپ پہلے بتائے ہیں۔ جبر سے نہیں بتائے، غلط سے نہیں بتائے، آپ کو تک کرنے پہلے نہیں بتائے بلکہ غلط مانسان کو

بنارت دی ہے کہ اگر تم شریعت پر چلے رہو گے تو با آسانی منزل آخر تک پہنچ جاؤ گے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص جب تک خوشی بے نماز پڑھے (ذرا ملاحظہ کیجئے) جب سست ہو تو بیٹھ جائے۔“ فرمایا جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اگر تک آ جائے، تک جائے تو بیٹھ جائے۔ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ فرمایا ”دین آسان ہے دین میں کوئی سختی نہیں مگر یہ کہ دین اس پر غالب آ جاتا ہے۔“ فرمایا موسیٰ بن اسماعیلؓ نے ”اللہ نرم ہے نرمی اور ملائمت کو دوست رکھتا ہے اور جو اب نرمی پر دیتا ہے، وہ جنتی پر نہیں دیتا۔“ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ ”جو شخص نرمی اور ملائمت سے محروم ہے وہ سب بھلائیوں سے محروم ہے۔“ فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو اسامہؓ سے روایت ہے کہ ”اے ابن آدم حاجت سے زائد مال کو تیرا خرقہ کما تیرے لئے بہتر ہے۔“ وَمَسْأَلُوكَ مَاذَا يُفْقُونَ مَا لَيْلُ الْغَوَامِ (بقرہ ۲: ۲۱۹) جتنا چاہتا ہے خرقہ کر۔ اگر خرقہ نہ کرے گا تو تھوڑا ہے۔ جتنی تو کفایت کرے گا، اتنا تیرے لئے بڑا ہے اس کو ملائمت نہ کی جائے مگر سب سے پہلے اپنے خیال پر خرقہ کما شروع کر۔ اپنے بچوں پر کر۔ بیوی پر کر۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ بخیل اور بد نظمی۔“ مومن کا، مسلمان کا براہِ اخلاق نہیں ہو سکتا۔ مومن بخیل نہیں ہو سکتا، براہِ اخلاق نہیں ہو سکتا۔ فرمایا سید ابو بکر صدیقؓ نے ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جنت میں بیکار، بخیل اور احسان جتانے والا داخل نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اللہ اسے معاف کر دے۔“ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ”آدھی میں بدترین دو خصلتیں ہیں اہمائی بزدلی اور بخیل۔“ ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ ہم میں یہ کتنی موجود تو نہیں ہیں۔ حضرت انسؓ گرامی! وہ لوگ جو اپنی کم تعلیمی کی وجہ سے روشن خیال ہیں، یہ پتھر اس لئے نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ ان کو پتہ چلے کہ قرآن بندوں کو کیا تعلیم دیتا ہے۔ وہ قرآن کو requote کرتے نظر نہیں آتے۔ ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ خدا مسلمانوں کو کیا سبق دیتا ہے اور یہ بھی ان کو نہیں پتہ کہ اللہ اپنے مذہب کے بارے میں انسانوں سے زیادہ جانتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ کیا تم مجھے میرے مذہب کے بارے میں بتاؤ گے جو میں نے دیا ہے؟ کیا تم مجھے بتانا چاہتے ہو کہ میں نے تمہارے بارے میں کوئی غلطی کی ہے؟ کیا میں نے تمہیں کوئی غلط مذہب دے دیا ہے؟

خواتین و حضرات! دنا ہے کہ اگلے session تک آتے ہوئے ہم نے صرف

ایک سوال اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ بہترین انسانوں کے اخلاق میں، بہترین انسانوں کی
مادرات میں ماحتمائی مہذب اور با اخلاق انسانوں کی مادرات میں کون سی مادرات ایسی باقی رہ گئی ہے
جو اللہ نے اپنے بندوں تک نہیں پہنچائی؟

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

سوال: What is the definition of modernism in the light of

Quran?

جواب: خواتین و حضرات! ہر دور سے گزرتے ہوئے کوئی معاشرہ کسی psychological یا
دینی اصطلاحات میں، دریافت میں یا شناخت میں آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو modern
کہتا ہے۔ modern کا صحیح مطلب یہ ہو گا کہ آپ اپنے دور کو پچھلے دور سے زیادہ معتبر،
شہادتوں کے لحاظ سے زیادہ معتبر، دریافتوں کے لحاظ سے زیادہ مستند اور خیالات کے لحاظ سے زیادہ
فراخ دل کر لیں۔ modernism بذات خود کوئی ایسا نقطہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی High
relativity پائی جاتی ہو یا منفی توہمات پائی جاتی ہوں۔ لباس کی جدت یا تراش فراش کو ہم صرف
modernism میں استعمال نہیں کرتے۔ بعض اوقات قدامت کی کوئی کڑی عصر حاضر میں
آئے تو اس کو بھی modernism کہتے ہیں جیسے کوئی بڑے پرانے قدیم زمانے کا لباس آج
کوئی خاتون دریافت کر لے لیا اسکو پالے تو وہ اپنے آپ کو modern کہے گی اس لیے کہے گی کہ
generally ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی زمانے میں culture بنناوت ہوتا ہے۔ culture کے
جرثومے جو تجربہ کی پلیٹ میں پل رہے ہوں۔ تو تہذیب سے نئے نئے جرثومے پھوٹتے رہتے
ہیں اور جب نئے جرثومے اپنے آپ کو شناخت کروانے آتے ہیں اور ایک ماحول تخلیق کر دیتے
ہیں تو شروع شروع میں tradition ان کی مخالفت کرتی ہے، جب روایت کسی چیز کی مخالفت
کرے اور اپنا تقاضا اس میں سمیٹے کہ ہم زیادہ معتبر ہیں اور زیادہ مستند ہیں اور زیادہ جدید ہیں تو
قدامت طعن بن جاتی ہے اور جدت ان کے لیے وجہ تقاضا بن جاتی ہے۔

بذاتہ اس میں کوئی ایسی عجیب بات نہیں مثلاً جب اسلام آیا ہو گا یا آیا تو بت پرستی اس
وقت قدامت پرستی تھی اور اسلام modern تھا اور revolutionary تھا پھر جب آگے
بڑھا ہو گا، مذہب جہلی بھی آگے بڑھتا ہے۔ جیسے sciences ہیں تو sciences نے
مذہب کو غیر معتبر قرار دیا مگر اسلام کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام scientific جو ایجادات اور
دریافتیں تھیں قرآن سے پیچھے تھیں ہر قسمی سے جب قرآن کا مطالعہ اُنھوں نے کیا اور لوگوں نے
modern sciences پر اس کی بنیاد پر تو کافی تحقیق کی مگر اپنی کتاب کو جاننا بند کر دیا یعنی یہ
بڑی انصافی کی بات ہے کہ میں ایک کتاب کو پڑھے بغیر اس پر رائے دوں جیسے لارڈ رسل

نے قرآن کے بارے میں کہا

"All gospel truth is alike " But all gospel truth is not alike
 Quran is not like Bible. Quran is not like Periclese
 قرآن تو بالکل different کتاب ہے جس میں اگر کوئی scientific اصطلاح غلط ثابت ہو
 جائے تو قرآن غلط ثابت ہو جائے۔ خدا غلط ہو جائے۔ قرآن میں اور باقی کتابوں میں یہ ایک
 major فرق ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ اگر انسان ہزار باغلیاں کرے تو وہ انسان ہی رہتا ہے مگر
 اگر خدا ایک غلطی بھی کرے تو خدا نہیں رہتا کیونکہ خدا قرآن کو اپنا data قرار دیتا ہے
 Logical positivist نے خدا کی ذلت گرامی کا اس لئے انکار کیا تھا کہ اس کا کوئی data
 نہیں تھا۔ اس کا کوئی logical construct ذہن میں نہیں بنتا یعنی جب آپ میز دیکھتے ہو تو
 میز کا ذہن میں پہلے سے وہیمان موجود ہے۔ اب میز تین ٹانگوں والا، چار ٹانگوں والا، ایک
 ٹانگ پر کھڑا ہو، دس ٹانگوں پر کھڑا ہو کیونکہ brain میں پہلے سے ایک نقش موجود ہے کہ میز ہم
 اس چیز کو کہتے ہیں جس پر چیز دھری جاسکتی ہے۔ میز کسی بھی قسم کا ہو گا اس کا logical
 construct ہمیں بتائے گا کہ یہ میز ہے تو ان لوگوں کا اعتراض یہ تھا کہ "خدا کا کوئی data
 چونکہ ہمارے ذہن میں exist نہیں کرتا۔ اس کا کوئی logical construct ہمارے ذہن
 میں نہیں، بھرتا جیسے رسل نے مثال دے کر کہا کہ ایک اندھے کو جس نے پیدائشی ہاتھی نہ دیکھا ہو،
 اس کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کو آپ بتاؤ گے تو پتہ چلے گا۔ خدا کے معاملے میں جملہ
 لوگ اندھوں کی طرح ہیں۔ انکو کچھ پتہ نہیں کہ وہ کس طرح کا ہے؟ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اس کا کوئی
 data موجود نہیں جاس لیے خدا sense data سے پرستایک non sense ہے۔"
 اس کے بعد جب anthropologists آئے تو انہوں نے مذہب کو تمام تر
 زمین کی پیداوار قرار دیا کہ فلاں society میں خدا کا اس طرح تصور ابھرا، فلاں society میں
 اس طرح ابھرا۔۔۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ مکہ میں جو پہلے دو دیوتا پیدا ہوئے یا تین دیویاں
 پیدا ہوئیں جن کو خدا کی بیٹیاں (معاذ اللہ استغفر اللہ) سمجھا جاتا تھا، لات، منات و عزرائیل کو۔۔۔ تو
 ان کی شکلیں ایسی تھیں کہ ایک سفید پتھر کے نقش و نگار والی دیوی کو لات کہتے تھے اور منات ایک
 کالے پتھر کے نقش و نگار والی دیوی تھی تو anthropologists نے یہ کہنا شروع کیا کہ چونکہ
 عرب کے مذہب پر یا اسلام پر کالے پتھر والی دیوی کا یا عزرائیل کا ہونا تھا اس لیے خیر اسوہ کی

نکاتی ہے۔ وہ چونکہ مذہب کی طرف سے argument نہیں سننے یا مسترد نہیں سمجھتے تھے، فرض کیجئے کہ میں آپ سے کہوں کہ ہمیں حجر اسود اس لیے عزیز نہیں ہے کہ وہ کالا ہے یا بیلا ہے۔ ہمیں تو صرف اس لیے عزیز ہے کہ سیدنا ابراہیم کے دسب مبارک نے اسے چھوا ہے۔ ہمیں تو اس لئے عزیز ہے کہ سیدنا اسماعیل کے دسب مبارک نے اسے چھوا ہے۔ ہمیں تو اس لیے عزیز ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دسب مبارک نے اسے چھوا ہے۔ پھر ہم انہیں یہ سمجھانے کی کوشش بھی کریں گے کہ حجر کو وہ سب سے ہم قدر کو نہیں چوتے بلکہ ہم اس دسب ابراہیم کو چوتے ہیں۔ ہم اس دسب اسماعیل کو چوتے ہیں۔ ہم تو اپنے پیغمبرانِ قدس کی محبت کی وجہ سے اس حجر پر محبت کی نگاہ کرتے ہیں مگر وہ لوگ یہ نہیں سمجھیں گے۔ وہ چونکہ anthropology کا حصہ نہ رہے کہ جو August comte کے قائل ہیں

"If there was no God, the people would create a God"

تو ان کا خیال یہ ہے کہ مختلف مقامات اور جگہوں پر خدا کو لوگوں نے اپنی ضرورت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔ ایک anthropologist سے میں نے پوچھا کہ یار پیدا ہوتے ہی انسان مذہبی کیسے ہو گیا اور پھر جنگی آدمی تھا، جانور اور درندوں کو خیر کا پھانسا تھا تو کیوں نہیں تم یہ تصور کرتے کہ پیدا ہوتے ہی انسان کو کوئی ایسی Guidance of instruction ملی ہے جس کا ثبوت تمہارے پاس نہیں ہے جس نے انسان کو اس درجہ انسانیت تک پہنچایا ہے۔ کہنے لگا کہ تاریخی غلطی ضرور ہے مگر ہم تسلیم نہیں کرتے۔

"This is a mistake we make, we cannot include this possibility in our thesis because we have no proof

تو science بعض اوقات اس لئے modern کہلاتی ہے اور modernism اس لئے modern کہلاتا تھا کہ اس میں شک و تھکیب کی وجہ سے، scepticism کی وجہ سے اور scepticism کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہر issue پر سوال اٹھانے کی اہلیت اپنے آپ میں سمجھتے تھے۔

کسی زوال پذیر معاشرے میں سب سے زیادہ خراب اس کی اخلاقیات پر پڑتی ہے۔ اخلاقیات جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے تو آج کل کے زمانے میں modernism اس چیز کے ہم معنی ہوئی کہ یہ مذہب کے خلاف ہے اور مذہب کو بغیر ترجمہ سمجھتی ہے۔

Ladies and gentlemen we have very different ideas
 میں آپ کو ایسا انداز ہی سے بتا ہوں کہ شاید عمومی عقل و فہم سے مذہب کچھ نہیں آتا ہے اور بہت
 خصوصی عقل و فہم سے بھی خدا سمجھ نہیں آتا۔

We have to work very hard. We have to understand
 things, very difficult things
 خدا کے رستے میں، مسلسل فہم و فراست کے رستے میں چلنے پھیلنے آجکاماری زندگی کی
 رہائش فکری ضرورت ہوتی ہے۔

To my mind it is the job of the highly intellectual.
 high seriousness کہتے ہیں کہ جب تک کسی کا مضمون high seriousness
 تک نہ پہنچے وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ آج کل کے دور میں آپ کسی سے پوچھو کہ خدا کے بارے
 میں کبھی سوچا ہے گا: ”ضرورت ہی نہیں پڑی“۔ ایک صاحب سے میں نے question کیا
 کہ کبھی اللہ کے بارے میں بھی سوچا۔ کہنے لگا کہ چالیس برس تک تو ضرورت نہیں پڑی تو میں
 نے کہا کہ اگر آکٹالیسویں میں پڑ گئی تو میں حاضر خدمت ہوں۔

This is the kind of approach we call modernism
 میں ایک اور بڑی جہت یہ ہے کہ تمام علم compartments میں قید ہو گئے۔
 compartmentalisation ہو گئی۔ اب آنکھ لے لو کان کان نہیں پتہ، کان لے لو آنکھ کا
 نہیں پتہ۔ وہ جملہ اصحاب جو پہلے ہوتے تھے وہ علم میں اس لئے آگے ہوتے تھے کہ وہ جملہ علم
 میں قہور و قہور اسیکھ لیتے تھے۔ ان کا ایک vision تحقیق ہوتا تھا۔ پرانے زمانے کے اگر آپ
 ایک کپاؤڈر کو دیکھ لیں تو اس پیلے آسان ہوتا تھا، آپ کے مرض کو سمجھتا بہ نسبت آج کے زمانے
 کے۔ مگر جتنا زمانہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے اتنے ہی امراض پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں اور اتنی
 مشکل پڑ رہی ہے کہ جن کو دیکھنا اور virus کو ڈھونڈنا ایک ہی بات نظر آتی ہے۔
 Modernism is an effort یہ ایک ایسی کوشش ہے جہاں آپ حالات کو بہتر سمجھنے کی
 کوشش کرتے ہو۔ مگر کبھی کبھی "We just cannot refuse the past"

ماضی میں جو moral value تھی وہ modern حالات تک نہیں آئی اور زمانے
 کی بے چینی، کم چینی اور زمانے کے مسائل کی بنیادی وجہ اس کا central structure of

religion سے دور ہو جانا ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا: ”جس نے محمد (اللہ) سے منہ موڑا اس پر معیشت ٹھک کر دی جائے گی“ لیکن سوال یہ ہے کہ America اور Europe نے بظاہر خداوند تعالیٰ سے منہ موڑا اور ان کی معیشت اتنی وافر کیوں ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! دو تین قانون ایسے ہیں جن میں بظاہر یہ لگتا ہے کہ اللہ ایک بات بھی کہہ رہا ہے اور دوسری بھی کہہ رہا ہے مثلاً اہل کفر کو اس نے کبھی غربت میں مبتلا نہیں کیا۔ کیونکہ آسودگی کہیں آزمائش ہے، کہیں خدا کے امتحان کا باعث ہے اور کہیں آسودگی اللہ کا انعام ہے۔ حضرت ایوبؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب خدا نے دوبارہ انہیں صحت بخشی، مال و اسباب بخشے تو ایک دفعہ آسمان سے سونے کی ندیوں کی بارش فرمائی، تو حضرت ایوبؑ کبھی ادھر پکے، کبھی ادھر کہ ان ندیوں کو کھنا کر لیں تو آسمان والے نے تعجب فرمایا، کہا ”اے ایوبؑ ہم نے تمہیں اتنا کچھ دوبارہ بخش دیا تو تیرا دل نہیں بھرا؟“ فرمایا: ”اے مالک کریم! دل تو بھرتا ہے مگر تیرے فضل سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“ میں تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ آسودگی اللہ تعالیٰ کے چھوٹے مومنوں کے امتحان پاس کرنے کے بعد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور کہیں آسودگی وید عذاب ہے جیسے رسول اکرم ﷺ سے پروردگار عالم نے فرمایا کہ اے پیغمبر مجھے پتہ ہے کہ تیرے لوگ بڑا گلہ کرتے ہیں۔ یہ بات کی بات نہیں ہے۔ یہ اس وقت کی بات بھی تھی کہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کیلئے دو وقت کی رزق بھی نہیں، اس لیے محمد ﷺ غربت و غلاس کی ماری ہوئی ہے اور عمار کے بازار گرم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے محمد ﷺ، اے میرے رسول ﷺ اگر ایک مصلحت مائل نہ ہوتی تو میں اہل کفر کے درو دیار چاندی بلکہ سونے کے کردیتا۔“

خواتین و حضرات! مصلحت نس لیجئے۔ اللہ کہتا ہے ”میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن اہل کفر مجھے سے ٹکڑے کریں کٹو جو رب العالمین بنا تھا، تو نے جو قسم رزق بغیر کسی تحصب کے رکھی تھی، پھر ہم نے تمہیں نہیں مانا تو تو نے بنا رزق ٹھک کر دیا۔ اللہ نے فرمایا کہ میں کافر کو یہ موقع نہیں دیتا چاہتا۔ anthropology ہمیں بتاتی ہے کہ تمام بڑی تہذیبوں کے زوال ان کے عروج کے وقت ہوئے، ان کی معیشت کی بنیادی کے وقت ہوئے جب وہ جی top پر تھیں۔ اس کی وجہ قرآن حکیم میں ہے کہ میں غریبوں کو مار کے کیا کروں گا؟

”كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قُرْيَةٍ م بِطَرَتِ مَعِيشَتَهَا“ (القصص ۲۸: ۵۸)

اگر آپ غور کرو، امریکا کو دیکھو، برطانیہ کو دیکھو، ہل پرپ کو دیکھو تو ان کی پکڑ اس وقت شروع ہوئی ہے جب یہ on the top of the power تھی یہ اپنی رئیس کے دعوے فرما رہے تھے اب ہمیں ایک قسم کا معاشی کا دور ہے ہر روز کوئی نہ کوئی Economic equation تیار ہو رہی ہے اور کل senate نے کہا ”یہ سوچنا پڑے گا کہ ہم اتنا جاننا نہ خرچ جو اپنی حکومت کو دے رہے ہیں، وہ دیں یا نہ دیں“ یہ زوال اور عزت کے نشان ہیں اور اللہ تکبر، مغرور اور امیر قوموں کو اس وقت پکڑتا ہے جب وہ اپنے مال و اسباب پر ماز کر رہے ہوں۔ ہماری بچت یہ ہے کہ چونکہ ہم غریب ہیں، میں تو ہم بھی بڑے گئے گزر رہے مگر چونکہ ہم گئے گزر رہے ہیں مگر غریب ہیں، اسلئے ابھی تاریخی فتح کے دن دور ہیں۔

52

جائیں گے۔ اس آیت کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ ایک جماعت یلیدہ ہو جائے اور تبلیغ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ جماعت سے الگ ہیں جیسے آپ کے teachers، philosophers، scientists، اسی طرح کچھ لوگ یلیدہ ہو کر تبلیغ دین کا کام سرانجام دیں اور جو تبلیغ دین کا کام سرانجام دینے والے تھے ان پر آزمائشیں بڑی کڑی تھیں۔ ان پر جو تین شرائط عائد کی گئی ہیں اگر اس پر آیت کے مبلغین کو پرکھا جائے تو شرمندگی کا احساس ہوتا ہے اور یہ جوائہ غفلت نے فرمایا کہ میرا کلام دوسروں تک پہنچاؤ مگر نصاحت سے، علم سے، دانشمندی سے، اچھے نگہار سے۔ ”وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (التخل ۱۶، ۱۷) اور اگر بحث کا موقع پڑے تو خوبصورت بحث کرو۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے جو مبلغین تھے ہیں یا اگر ان کے انداز دیکھیں تو وہ کوئی اچھا تاثر پیدا کرنے کی بجائے کافی ساری کوفت پیدا کر جاتے ہیں اور وہ جو میں نے پہلے آپ کو قرآن کی آیت سنائی تھی کہ جب لوگ بات نہ سنا پا جیں، چاہے وہ دین کی کیوں نہ ہو، تو پھر نہ سنایا کرو اور جتنے بہانے قدس کی یہ عادت تھی کہ وہ لوگوں کو تبراً دین تک نہیں پڑھاتے تھے بلکہ موقعِ دلچسپی اچھے استادوں کی طرح تلاش کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ آپ ہر حال اور ہر موڈ میں اس پر message ٹھوک دیں، وہ بچا رہے نہیں کس حال میں ہوتا ہے اور کس رنگ میں ہوتا ہے۔ اس میں کبھی ملاحیت کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو آپ force نہیں کر سکتے کہ اس وقت ٹو ہر حال میں میرے مذہب کی بات نہیں۔

ایک آدمی دکانداری کر رہا تھا اور اچھا بھلا دکاندار ہے نیک آدمی ہے، اس پر رش ہے اس لئے کہ چنے اچھی دیتا ہے اور ایمان سے دیتا ہے، اوپر سے آپ اسے تبلیغ پر آمادہ کرو اور اسے یہ کہو کہ میں ادھر ٹو اب زیادہ جاؤر یہ دنیا داری ہے تو میرا یقین ہے کہ وہ غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ ”اچھا دکاندار اللہ کا ولی ہے“۔ میرا یقین ہے کہ جو لوگوں کو اچھا، صاف، سحرِ مال دے رہا ہے اور خدا کی وجہ سے دے رہا ہے، وہ ان ہزاروں لوگوں سے بہتر ہے جو سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں اور تبلیغ کی بات کرتے ہیں کیونکہ وہ بات کر رہے ہیں اور یہ دین کو اپنے بدن سے گزار رہا ہے۔

سوال: Religion understanding کے بارے میں ایک سوال ہے: ”حق یا رسول اللہ“ کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں۔ ہم ہر وقت حضور ﷺ کے روبرو ہیں اور آپ ﷺ ہمارے تمام اعمال سے واقف ہیں حالانکہ قرآن میں کافی reference دینے گئے ہیں جیسے حضرت یحییٰ کا ذکر ہے کہ میں ان لوگوں کا اس وقت تک ذمہ

دارتھا اور اٹکا مگر ان تھا کہ جب تک میں ان کے درمیان تھا اور سورہ نمبر 39، آیت نمبر 30 میں ہے کہ ”اے نبی! تم نے بھی مرا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرا ہے۔“ تو ان آیات کی روشنی میں اس statement کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جسواب: خواتین و حضرات! شاید یہ مسائل ٹھائے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ کوئی ان کا انکار کرے، کوئی جنگ وجدل کا مان شروع ہو جائے، پھر تقریریں کی جائیں، گفت و غون ہو، پھر ہم ضد کریں کہ ہم اس لئے اچھے مسلمان ہیں کہ ہم نہیں مانتے، کوئی یہ کہے کہ ہم اس لیے اچھے مسلمان ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو یہ مسئلہ بہت سیدھا سا رہا ہے۔ میں اس مسئلے کو ذرا مختلف طریقے سے آپ کو پیش کرنا ہوں۔ علمائے حاضر اور حقد میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم جنت اور دوزخ نہیں مانتے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ملائکہ صرف طاقتیں ہیں، ذہن کی قوتیں ہیں۔ جنات جو ہیں وہ ذہن کی طاقت قوتیں ہیں۔ بہت سارے لوگ ان باتوں میں گھومتے ہیں۔ آپس میں انکی جنگ وجدل بھی ہوتی ہے اور مسائل بڑھتے ہیں مگر اگر آپ سچ پوچھو تو میں آپ سے کہوں کہ میں یہ ساری باتیں اس لیے مانتا ہوں کہ خدا ہے۔ مجھے پہلے یہ decide کرنا پڑا ہے کہ میں یہ باتیں کیوں مان رہا ہوں؟ میں جنت و دوزخ کی وجہ سے نہیں مان رہا ہوں۔ میں خدا کا قبر کو قبر کی وجہ سے نہیں مانتا۔ میں یہ ساری باتیں اس لیے مان رہا ہوں کہ میرے اللہ نے کہا ہے کہ یہ نظام ہے اور چونکہ مجھے اللہ پر یقین ہے اس لئے مجھے اس کے نظام کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہے اس لئے مجھے بتایا جتو وہ کوئی فرشتہ بھی بنا سکتا ہے۔ جب آپ خدا پر یقین نہیں کریں گے تو یہ سارے مفروضے بننے شروع ہو جائیں گے کہ جنت ہے کہ نہیں ہے۔ دوزخ ہے کہ نہیں ہے۔ کوئی کہے گا کہ یہ علامتی ہے۔ بھلا پوچھو، جو شخص یہ کہتا ہے کہ جنت و دوزخ اصلی نہیں ہیں، علامتی ہیں، وہ سوال یہ نہیں کرے گا کہ جنت و دوزخ علامتی ہیں کہ نہیں بلکہ وہ سوال یہ کرے گا کہ کیا خدا میں طاقت ہے کہ وہ اصلی جنت بنا سکتا ہے؟ پھر کوئی اس کا کیا جواب دے گا؟ کیا خدا میں طاقت ہے کہ وہ اصلی دوزخ بنا سکتا ہے؟ پھر اس کا کوئی کیا جواب دے گا؟ کیا خدا میں یہ طاقت ہے کہ وہ قبر میں خدا کا دے سکتا ہے؟ تو مسئلہ پھر ابھر ہی جائے گا، آخر کی طرف چلے گا کہ We believe in God or we don't believe in God. اب اس مسئلے کی روشنی میں آپ اسکو دیکھو تو غمخیز بننا بہت کچھ بھی نہیں ہوتے۔ غمخیز خدا سے ہے، خدا اپنے

پیغمبروں سے ہے۔ اللہ اپنے پیغمبروں سے ہے۔ ویسے تو قوم بنی اسرائیل میں بہت لوگ تھے مگر موتی اللہ کے پیغمبر تھے۔ قوم یہود میں اور بھی بڑے لوگ تھے، بے شمار، جو لوگ تھے مگر مبینی اللہ کے پیغمبر تھے۔ جس چیز کی تسلیم شروع ہو، جو چیز خود بخود قائم نہ ہو بلکہ قائم باللہ اس پروردگار ہو، جن کا وہ جو اللہ سے تحقیق ہو، ان میں کوئی شک نہیں ہے۔

اگر آپ ان سے یہ پوچھو کہ آپ ﷺ کیا دیکھ سکتے ہیں؟ کیا نہیں دیکھ سکتے؟ کیا نہیں دیکھ سکتے ہیں؟ کیا نہیں دیکھ سکتے؟ تو میرا جواب بڑا سادہ ہو گا کہ جو اللہ انہیں دکھاتا ہے، دیکھتے ہیں جو نہیں دکھاتا، وہ نہیں دیکھتے۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ وہ (ﷺ) ہر وقت حاضر ہیں یا حاضر نہیں ہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو وہ یہاں حاضر ہو سکتے ہیں اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہو سکتے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ان کو قبر میں حاضر کیا جاتا ہے اور سب مانتے ہیں کہ قبر میں حاضر کیا جاتا ہے۔ باقی اگر آپ یہ کہو کہ ایک وجود میں کیسے حاضر کیا جاتا ہے؟ تو یہ مسائل آج science نے بھی حل کر دیئے ہیں۔

ایک دفعہ جب آپ اپنے وجود سے نکل جاتے ہو۔۔۔ جیسے آپ کی روح پہلے شخص ایک شکل تو مانی ہے پھر اسے برزخ میں اس کی شکل و صورت دی جاتی ہے، پھر عالم ماسوت (دنیا) میں اس کو وزن دیا جاتا ہے۔ یہ وجود friction ہے اس کی limitations ہیں، یہ اپنے مقام سے دوسرے مقام تک جاتے ہوئے وقت لیتا ہے، یہ ہوا کی resistance کا شکار ہو جاتا ہے زمین کے کمرے سے پن کا شکار ہو جاتا ہے، اس پر نقل کا بوجھ ہے اس پر بہت ساری بندشیں ہیں، اللہ نے اسے مختلف conditions میں اور حالات میں باندھ رکھا ہے مگر جب یہ وجود نہیں رہے گا، جب آپ روحی وجود میں ہو گئے تو پھر آپ کی یہ ساری بندشیں اتر جائیں گی۔ اگر روح کو ہم صرف ایک توانائی کی شکل سمجھ لیں اور اس کی رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ سمجھ لیں تو ایک روح، ٹھارہ ہزار مرتبہ دنیا کا پھر لگا سکتی ہے تو بتائیں کہ اس روح پر ہم کون کون سے بان لگائیں گے کہ وہ یہاں آ سکتی ہے وہاں نہیں آ سکتی، یہاں جا سکتی ہے یا نہیں جا سکتی اور پھر قادر مطلق کی ان محبوب ارواح کے بارے میں جنہیں خدا نے کھلی چٹائی دے رکھی ہو، جنہیں خدا نے عزت و مرتبہ میں زمین و آسمان سے بلند کر رکھا ہو اس کے بارے میں میں کیا مانے دوں گا کہ وہ کہاں حاضر ہو سکتے اور کہاں نہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے وہ وہاں ہیں اور جہاں نہیں چاہتا وہ وہاں نہیں ہیں۔

سوال: سر آپ کی شخصیت بڑی متاثر کن ہے اور اسکے ساتھ ساتھ پراسرار بھی ہے۔ آپ کی شخصیت کے بہت سے پہلو عوام پر آشفتہ نہیں ہوئے اور آپ کے پاس جو علم جو بھی آپ نے عوام سے عمل طور پر share نہیں فرمایا۔۔۔ مجھے سوال یہ ہے کہ آپ کا جانشین کون ہو گا؟ اور آپ اپنا علم کس کو منتقل کریں گے؟

جواب: خواتین حضرات! یہ کوئی انتقالِ حرارت کی بات تو ہے نہیں۔۔۔ میں کوئی ایسا scientific method نہیں جانتا بلکہ کلوننگ پر تھوڑی سی امید ہوئی تھی۔ میں نے یہ research کی کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ جب کلون بنایا جائے تو اس میں زندہ انسان کا brain بھی منتقل کیا جاسکے تو پتہ لگا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور آپ ہزار کوشش کریں، scientific کوشش کریں مگر آپ کا کلون آپ کی شکل مثال ہو سکتا ہے، چینی مثال نہیں ہو سکتا بہت حد ہوئی تو آپ کے چلنے پھرنے کی نقل کر سکتا ہے۔

باقی یہ ایمان سے صبری رائے ہے کہ میں اتنا نیا دہرہ ہا کھانسیں ہوں اسکی ایک وجہ ہے آپ اگر دنیاوی علم کی بات کریں تو کوئی بھی شخص جو بے تین سال کے عرصے سے لے کر ساٹھ سال کے عرصے میں تمام دنیاوی علم کا expert ہو سکتا ہے۔ آپ ”رزل“ نہیں ہو سکتے۔

He might have spend sixty years in principles of mathematics یا جیسے Double Helix پر اٹھارہ سال لگ گئے یا جیسے پینسلین کی دریافت پر بارہ سال لگ گئے۔ تو آپ یہ کام نہیں کر سکتے مگر جب اٹھارہ سال کام ہو چکا، چالیس برس کام ہو چکا اور جب اسکی کتاب حقیقت آگئی تو وہ آپ نے آدھ دن بلکہ آدھے گھنٹے میں پڑھ لی، یعنی تمام علم ان کی محنتوں کے حساب سے نہیں دیکھے جاتے۔

تمام علم کسی نہ کسی انجام تک پہنچ چکے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں اور تحقیقی researches جو ہو رہی ہیں، وہ بھی آدھے رستے میں ہیں کہ اگر ایک شخص یہ تہیہ کر لے کہ میں نے تمام جملہ دنیاوی علم پر حاوی ہونا ہے تو تین سال کے اندر راندروہ anthropology کی ایک کتاب پڑھ کر anthropology کا مافیہ ہو جائے گا، mythology کی ایک کتاب پڑھ کر پوری mythology کو جان لے گا۔ انگلش کی ایک، دو، چار، دس کتابیں پڑھ کر ایم اے انگلش کے معیار تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح فلسفے پر History of philosophy پڑھ کر سب کا پتہ لگ جائے گا تو ایک دو سال کے عرصے میں آپ جملہ علم کی

سندھ ہندو رکھ لیتے ہیں اور جان جاتے ہیں But the question is, thinking آپ نے سوچا کیا ہے؟ یہ دنیاوی علم ختم کرنے کے بعد اس پر judgement دینا آپ کی discretion ہے، یہ آپ کے تحفظات ہیں، یہ آپ کے بینی calibre ہیں اور تمام بینی calibre بننا عیسائی وجہ سے ہے کہ جب آپ علم کو حاصل کرنے کے بعد اس پر غور نہیں کرتے۔ ہمارے زیادہ تر لوگ علم کے ساتھ ایک زیادتی کرتے ہیں، اسے نکلتے ہیں اور اسے اٹکتے ہیں وہ کبھی مضامین نہیں ہو پاتا اور جب اٹکا جاتا ہے تو اس سے کیا نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ اور جب آپ کو شاگرد دینا ہوتا ہے۔ I have many hundreds of students تعلیم کے مضمون میں بھی رہے ہیں۔ دوسرے subjects میں بھی students رہے ہیں، کسی کو sciences کا ایک حرف نہیں آتا۔ کسی کو sciences آتی ہیں اور قرآن سے نااہل ہے تو جو moderation میں ڈھونڈ رہا ہوں اگر سوال کرنے میں پائی جائے تو He is welcome لیکن جب آپ مقابلہ کرتے ہو، جب آپ تقریری مباحثہ کرتے ہو تو بہت سے لوگ جو تقریر کرتے آتے ہیں، کسی کی مثل اچھی ہوتی ہے کسی کا انداز اچھا ہوتا ہے، کسی کی دلیل اچھی ہوتی ہے کسی کی ادائیگی اچھی ہوتی ہے تو انہیں اس طرح نہیں ملا کرتے۔ یہ محض مثل پر، نہ ادائیگی پر بلکہ انہیں ساری چیزوں کے نمونے نمونے سے پرہیز ہے جو ایک بحر پر ناز دے سکتی ہے۔

مجھے اللہ کے حضور میں فخر حاصل ہے کہ میرے احباب بہت brilliant ہیں، اپنی fields میں بہت skilled ہیں اور پھر وہ خدا کے ساتھ بھی اپنی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔ I have young scholars with me. I have the young researchers with me اور ان کی committment بڑی اچھی ہے بڑی شاندار ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ معزز وہ دن ضرور آئے گا کہ آپ کو میرے ان دوستوں اور طالب علموں کی شناخت ہوگی اور خدا کے فضل و کرم سے یہ بڑے بڑے نہیں ہونگے۔ یہ Overlords of religion نہیں ہونگے۔ یہ ہماری طرح ہی ہونگے، سادہ سے لوگ ہونگے جنہوں نے مذہب کو سمجھا ہوگا اور جنہوں نے خدا کو جاننے کی کوشش کی ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ

That will be a message in education in Pakistan. We are not afraid in modernism We are not afraid or

apologetic about our religion. We know what our religion is. It is just an idea of mental and intellectual sentimentous to us and we can do, very very confidently presented to anybody

تو مذہب کا جو قصور ہے وہ اسکی presentation میں ہے۔ علامہ صاحب (ساجد میر) چلے گئے ہیں ورنہ میں ان سے سوال پوچھتا کہ اگر ہم سیکولر کی مذمت کریں اور انکار مانیں اور انکو برا کہیں تو جائیں کہاں؟ اگر ہم سیکولر کو دھوکا باز سمجھتے ہیں، جھوٹا سمجھتے ہیں تو یہ ہمارا معاملہ ہے مگر جب ہم مذہب کی مثال دیتے ہیں تو اگر پندرہ کروڑ لوگوں کو گواہ کر کے تمام مذہبی جماعتوں کے معزز سربراہ جو ہیں وہ خدا کے نام پر ایک دھڑ قوم سے کر کے اس طرح بھلا دیتے ہیں جیسے یہ کوئی بڑا مسئلہ ہی نہیں ہے تو پھر آپ کیا خیال کریں گے کہ How can we trust this conduct of presentation of religion? کیا جب میں مذہب کی مثال دوں تو میں نے honest بندے کی مثال دینی ہے کہ میں نے ایسے بندوں کی مثال دینی ہے۔ جب میں یہ کہوں گا کہ سیکولرٹو ایمانان ہے مگر ان میں بھی دنیاوی طور پر لوگ ایماندار ہیں، جب میں یہ کہوں کہ تم جھوٹے ہو! مولوی فضل صاحب۔ چچ ہیں تو آپ کا خیال ہے کہ میں یہ مثال دے سکتا ہوں؟ I can not defend the indefensible! جو ناقابل دفاع ہے وہ اس کا کیسے دفاع کر سکتا ہے۔ ہمیں Maximum best پر مجبور نہ کرنا پڑتا ہے ان سادہ سے مسلمانوں پر جن میں ابھی وہ لوگ موجود ہیں جو قبول کر کے، جو دھوکے سے بھاتے ہیں "وَقُولُوا بِالْعَقُودِ" (جو عہد کر کے پوار کرتے ہیں۔) جو اپنے اوپر خدا کو گواہ کرنا ہے لوگوں کو گواہ کرنا ہے جو اپنا عہد پورا کرتا ہے۔ But unluckily we have nobody in our religion's side as a leader کہ جو اس قسم کی کوئی حجت بھی رکھتا ہو۔

سوال: ہم زندگی بھر بھر پور کوشش کے باوجود تھوڑا سا اعتماد حاصل کر لیتے ہیں مگر پانچ کچھ غیر معمولی واقعات اس اعتماد کو جس جس کر دیتے ہیں، مسلسل اعتماد حاصل کرنے کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: میرا پتا یقین ہے کہ مذہب اور غیر مذہبی approaches میں ایک بہت بڑا فرق ہے جو میں آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب کے ساتھ آپ کی بنیاد امن کی بجائے

اضطراب آتا جاتا ہے۔ زلزلے آتے جاتے ہیں۔ مذہب کے بغیر بنیاد اضطراب کی بنا اور امن کبھی کبھی آتا ہے۔

If you have want to understand the game of balances then you will understand

کہ مذہبی لوگوں کو ہی خدا نے دیا ہے

”وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْغَوَابِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ“

کہ بلاشبہ میں تمہیں آزمائوں گا، خوف سے، نیم ور جا سے، نقصانوں سے، چیزوں کے انقلاص سے، اشیا اور رشتوں کے گم ہونے سے میں تمہیں آزمائوں گا

”وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ“

اور مبارکباد بجاں لوگوں کو جو ان چھوٹے چھوٹے terminals سے گزرے، نقصانات سے گزرے، سہوات سے گزرے کرب و بلا کی کیفیتوں سے گزرے مگر انہوں نے حوصلہ بند رکھا، اللہ سے عاجز نہ ہوئی اور کہا ”قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا لَيْسَ بِهِ سَائِلُونَ“ یہ مسائل وقتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے تمہاری ہی آزمائش ہے۔ میں اللہ کے ساتھ ہوں۔ میرا اللہ اس آزمائش کو ضرور گزرادے گا تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا

”وَلَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سُلُوكَهُمْ وَلَنَرْضِيَنَّهُمْ وَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سُلُوكَهُمْ“

(ان لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے درود و سلام ہے اور رحمت ہے)

”أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ“ (البقرہ ۲: ۱۷۷)

(اور یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں)

خواتین و حضرات! مصائب آئیں گے مگر آپ جس جس نہیں ہو گئے، آپ لڑیں گے، ڈنگائیں گے، ادھر ادھر و رہو جائیں گے مگر آپ جس جس نہیں ہوں گے۔ شاید آپ میں سے کسی کو پتہ ہو کہ ہمارے بچپن میں کبھی لوگ ٹکڑی کا ایک ٹکڑا لے کر آتے تھے جو ٹکڑی کے ایک پیرے تل پر رکھا ہوتا تھا، پھر اسکو بلا دیتے تھے، وہ کبھی ادھر جاتا تھا، کبھی ادھر۔ مگر گرتا نہیں تھا۔ خدا کے ساتھ آپ گریں گے نہیں، انشا اللہ تعالیٰ

سوال: If a male chooses his life partner it's not bad. If a

female does that is considered as immoral. Is this not ethically, morally discrimination?

جواب: اسلام میں جو سب سے پہلا مسئلہ اٹھا کا ایک غیر بالغ لڑکی کا اس کے والدین نے نکاح کر دیا تھا۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے رشتے سے انکار کر دیا۔ بہت باؤ ڈالا گیا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو حضور ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا کہ کتنی اچھی بات ہے کہ نکاح کر لے۔ اس نے کہا ”میں نہیں کروں گی“۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس سے کہا۔ اس نے کہا ”میں نہیں کروں گی“۔ تو حضور ﷺ نے نکاح ختم قرار دیا۔ اس نکاح کو باطل قرار دیا تو مذہباً Absolutely there is one choice with woman reject نہیں کرنا، قطعاً reject نہیں کرنا۔ باقی رہا social و باؤ، معاشرت، خاندانی، personal social و امتحانات۔ اس کی ذمہ داری اللہ پر کم اور آپ پر زیادہ آتی ہے۔

سوال: عورت ایک وقت میں بیوی بیاہ رہی بھی ہے۔ شوہر کو بھاری خدا کا دہہ دیا جاتا ہے اور والدین کا رجب اس دنیا میں پائے جانے والے تمام رشتوں سے افضل ہے مگر ایک ہی وقت میں دونوں میں مقابلہ جائے تو عورت بہہ مر جائے؟

جواب: پڑھا لکھا بر آدمی اپنی situation کے مطابق اس مسئلے کا حل تو کرنا ہے مگر اصولی اور قانونی طور پر جب ایک عورت کی شادی ہو جاتی ہے تو وہ والدین سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور خاوند کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ خاوند اگر تمام cases میں نہیں تو اتنی اور نوے فیصد cases میں اسکی کفالت کا، اسکی نگہداشت کا اور اس کا پوری طرح ذمہ دار ہونا ہے تو جو والدین کی 70% ذمہ داری share کر لے، اٹھا لے اس کا حق زیادہ فائق ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتی ہے کہ

She should not be inciting to parents but she cannot hide the truth from her husband. Always be her husband

سوائے مجبوری کے اور چند ایسے مواقع کے کہ جیسا بوسنیان کی بیوی نے کہا کہ چو کا، بوسنیان بتیل بہت جاس لیے میں کبھی کبھی اس کے پیسے کاٹ لیتی ہوں تو آپ ﷺ نے سکرا کے چپ ہو گئے

کچلوا ہے کر رہی ہو تو پھر کیا ہو سکتا ہے جو ان مواقع پر تھوڑی سی ایک بیانیاتی شایہ جانز ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ major issues میں جانز نہیں ہو سکتی اس لئے بچی پر خداوند کی برتری اور فوقیت مستقل ہے اور یہی اللہ کی مرضی بھی ہے مگر ماں باپ کا احترام ضرور ہے گا چاہے دور ہیوں، چاہے قریب۔۔۔

سوال: اسلام نے اعتدال کا concept دیا اور اس concept کی روشنی میں یہ question repeat ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر کہیں اس فرمان کی روشنی میں اعتدال کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: قرآن حکیم میں بہت سارے لوگوں کا ذکر ہوا۔ ان میں مظلوموں کا ذکر ہوا۔ آپ یہ دیکھیں کہ اس کی مثال میں نہیں نے پہلے بھی ایک تقریر میں کہا کہ کچھ لوگ جو ہیں، جن کو خداوند انعام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو وقت پر منحصر جاتے ہیں اور کچھ لوگ قائل کا شکار رہتے ہیں اسی لیے وہ شایہ اذان کے آخر میں کہتا ہے: ”الْصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ الْوُجُوهِ“ کہ نماز نیند سے بہتر ہے جو یہ ان لوگوں سے ملے جو نیند سے جاگ نہ رہ جاتے ہیں مگر قائل کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے۔ کئی لوگوں پر یہ غماظ اثر نہیں کرتے تو یہ درجات جو ہیں انسان کی سستی کے اس طرح بنتے ہیں کہ ایک ثواب ملا جاتا ہے اور ایک عذاب بنتا ہے۔ ایک اس سے بہتر ہے جو قائل اور کسل میں ہے مگر جس کو خداوند کی آواز چکا لیتی ہے، ایک تیسری قسم وہ ہے جو قائل کی وجہ سے نماز miss کر دیتا ہے اور چوتھی قسم ہے جس کا خداوند کو کہنا ہے کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن کی کراہی بچھوؤں سے نہیں نکلتی۔ وہ خدا کی محبت میں، خشیت میں، خوف میں رات رات بھرا سے پکارتے ہیں۔ وہ دن اور رات کا کوئی لمحہ ہماری یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ ”وَالشُّبْقُونَ الشُّبْقُونَ“ (الواقفہ ۵۶-۱۰) وہ آگے بڑھنے والے لوگ ہیں۔

اس سے اعتدال پر ضرب نہیں آتی ”سابقون“ کی وجہ سے حامل مومنین پر ضرب نہیں آتی بلکہ چونکہ جملہ انسانیت میں محمد و لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنی صلاحیتیں یا خدا میں صرف کرتے ہیں یا اپنے عشق و محبت کے اس جذبہ میں extra ordinary ہوتے ہیں اور بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ exception ہوتی ہے اور exception کبھی معمول کا حصہ نہیں ہوتی۔ یہ بہت آگے بڑھنے والے لوگ ہیں اس لیے جو قانون جو اپنی جگہ پر ہے۔

سوال اسلام میں اللہ کی عزت اقل کیوں ہے جبکہ اللہ سب سے زیادہ رحیم اور democratic

ہے۔

جواب: ارتداد کی اسلام میں سزا بالکل جائز ہے بلکہ اس سے سخت ہوئی چاہیے تھی۔ یہ اسلام کا fifth columnist ہے۔ اگر آپ اسلام قبول نہ کرو تو اسلام آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ ”لا اکفرہ فی الدین“ (دین میں کوئی جبر نہیں) اسلام آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ ”مز“ اس سہیلے نہیں ہے کہ میں مجبوراً ماں باپ کے گھر مسلمان پیدا ہوا تھا۔ اب میں change کر رہا ہوں۔ اب I want to be a Christian یہ ”مز“ اس کے لیے نہیں ہے۔ ارتداد اس کی سزا ہے کہ جو Technical reason کی وجہ سے اسلام میں مہج داخل ہو، ورثام میں اس نے چھوڑ دیا اور قرآن حکیم میں ان لوگوں کا mention ہے کہ یہ اہل یہود اس قدر رنکار ہیں، اس قدر بے ایمان ہیں کہ لوگوں کو بیکار کرنے کی خاطر یہ مہج دین میں داخل ہوتے ہیں اور ورثام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وجہ کیا ہو سکتی ہے نہ دیکھئے کتنا clever brain ہے اس لئے کہ اگر فرض کرو کہ میں ایک شخص سے کہوں کہ تو نے اسلام کو دیکھا ہی نہیں، تیرے اعراض بے معنی ہیں، تو تو اسلام کو جاننا ہی نہیں اور تو مسلمان ہونا تو تجھے پتہ نہ تھا۔ تو وہاں جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ مسلمان ہے ہی نہیں مگر جو شخص اسلام کو damage کرنا چاہے گا وہ اسلام میں داخل ہوگا، داخل ہونے کے بعد اسے رد کرے گا، جا پس آئے گا اور کیا کہے گا؟ سب جملہ کیا ہو گا کہ ”بھئی میں نے دیکھ لیا، میں بھی رہا ہوں مانتا ہوں میں نے مسلمان کچھ بھی نہیں ہیں، اندر سے بڑے گھٹے گز رہے ہیں۔“ تو یہ Trash and Fifth columnist diabolical پروپیگنڈا ہے جو ہماری اصلاح میں tittership کے درمیان آتا ہے صرف اس قسم کے مسلمان پر جو پہلے سے by reason لیے اندر آئے جیسے ہینٹ پال جیسائیت میں گھسنا، یہودی تھا اور دیکھتے دیکھتے تمام جیسائیت کو برباد کر کے تثلیث میں بدل کر چلا گیا۔ اسی طرح ایسے لوگ جو خصوصی طور پر خصوصی تعلیمات کے ساتھ داخل ہوتے ہیں اور اندرونی structure of religion پر وہ حملہ کرتے ہیں اور باہر جا کر اسکی مکمل بنیادی کاباعث بنتے ہیں، یہ مکمل میں مرتد ہیں جو نہ صرف ایک دفعہ مذہب بدلتے ہیں بلکہ سرے سے اپنے ہی مذہب پر قائم ہوتے ہیں اور اس کو وقت دینے سہیلے دوسرے مذاہب میں داخل ہو کے ان کی تہ نیل کاباعث بنتے ہیں۔

سوال: معتزلہ فرقے کو عقلیت پرست بھی کہتے ہیں۔ قرآن میں بھی عقل پر بہت زور دیا گیا۔ آپ بھی عقل کو حسن منتخب قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ اور قرآن کی عقل میں کیا فرق ہے۔ عقل کسے

کہتے ہیں؟

جواب: خواہن حضرات! معتزلہ کو اس وقت ملاپ عقل سمجھتے ہو گئے ہم تو آج یہ سمجھتے ہیں کہ معتزلہ درجہ عقل سے گڑے ہوئے لوگ تھے۔ جیسے میں آج آپ سے کہہ رہا ہوں کہ لوگ سمجھتے آگتے ہیں۔ اس زمانے میں اشتراق، یونانی فلسفہ، کچھ رومن mythology کچھ یہ کچھ وہ۔۔۔ معتزلہ میں یہ ساری reasons آ رہی تھیں۔ اس وقت وہ جدید تر علم سمجھا جا رہا تھا اور ہمارے اس وقت کے سٹارز نے یہ گمان کر لیا تھا کہ مذہب بس سادہ سی، جدید سی حقیقتیں ہیں ان کو کوئی جدید تر زندگی کا، cosmology کا پتہ نہیں ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے مذہب پر بے شمار اعتراضات کیے۔ اسی رشد سے جب کسی نے پوچھا کہ تو عابد و ثمود کے انجام سے نہیں ڈرتا تو اس نے کہا ”تو عابد و ثمود کے انجام سے مجھے ڈرانا ہے میں تو ان کے وجود کا ہی قائل نہیں ہوں۔“ مگر کیا یہ لوگ سچے تھے؟ یہ سب لوگ غلط تھے، اس لیے اس وقت کی sciences غلط تھیں، informations کمزور اور غیر محکم تھیں اور اس وقت بھی قرآن سچا تھا۔ اب بھی قرآن سچا ہے اور حق الہی کی movement پہلے بھی اقسام تھی۔ اب بھی اقسام ہے۔

آپ فرض کیجئے کہ آپ کو کہا جائے کہ جی! سلام روشن خیال نہیں ہے۔ باطلیت میں یہ عہد آفرین نہیں رکھنا یا اس کے حکمت کے نتائج غلط ہیں تو پھر ان پر یہ دباؤ پڑتا ہے کہ وہ ایسا ثابت کریں۔ اگر وہ ایسا ثابت کریں تو ہماری بھی قرآن سے جان چھوٹ جائے گی مگر ایسا نہ پہلے ہو سکا، نہ اب ہو سکتا ہے۔ خدا کے کلام میں کسی قسم کا کوئی جھول نہیں ہے۔ اس میں کسی قسم کی چھپائی نہیں ہے، اس میں فکری انلاٹ نہیں ہیں۔ وہ پہلے بھی سچائی تھی اب بھی سچائی ہے۔ اس لیے

Sciences can change, the ideas of philosophy can change but God's way cannot change

سوال: دنا کا مطلب انکشاف اور مزید مطالبہ کے ہیں جبکہ مبر کا مطلب سچے حال میں خوش رہنا اس لحاظ سے کیا دنا اور شکر آپس میں متضاد نہیں ہیں؟

جواب: دنا اصل میں عرض دنا ہے دنا اس قسم کی insistane نہیں ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو دنا میں insistence یا دباؤ ہی غلط ہوتا ہے اور دنا مانگ کر شرط لگانا یعنی کہ اللہ تجھے مانوں گا اگر پوری ہوئی، نہیں مانوں گا اگر نہ پوری ہوئی۔ یہ اس قسم کی شرائط دنا میں شامل نہیں ہیں۔ ”دنا“ عرض دنا ہے۔ ایک بات کہنی ہے وہ آپ کہہ گزرتے ہیں۔ اسکی قبولیت اللہ کے ہاتھ میں

جاور شکر خدا کو یاد کرنا ہے۔ اخلاص ہے، محبت ہے، ساری feelings ہیں اور جب آپ شکر بھی کر رہے ہو تو اس میں بھی ذکرِ دنا ضرور ہوتا ہے۔ اس میں بھی کوئی معنی ضرور ہوتے ہیں۔

بڑے بڑے اولیاء اللہ تعالیٰ اور بڑے بڑے بزرگ بھی اگر اللہ سے کچھ بھی نہ مانگیں تو اس سے اپنے عرفان اور آگہی کو ضرور مانگیں گے۔ اس لیے دنا شکر میں سے نہیں جاتی۔ ”مَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ“ (بے قراری میں بے قرار اور مضطرت کی دعا کون سنتا ہے؟) ”وَيَكْشِفُ السُّوءَ“ (اور برائی کی گریں کون ہوتا ہے؟) ”وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ“ (اور زمین پر تمہیں عزت و حرمت کے مقام کون عطا کرتا ہے؟)۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟) ”قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ“ (الصلح ۲: ۶۲) (مگر تم اے بہت کم یاد کرتے ہو) اور یہ یاد کرنا ہی شکر کرنا ہے۔ اگر آپ اس آیت کو پڑھیں: ”لَا تَذْكُرُونَنِي“ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔) ”وَأَشْكُرُ وَلِيَّ وَلَا تَهْجُرُونَ“ (البقرہ ۲: ۱۵۲) (اور شکر کرو اور کفر نہ کرو۔) یعنی یاد کرنا شکر ہے اور نہ یاد کرنا کفر۔ تو یاد اللہ میں اس قسم کی کوئی جھیدنی نہیں۔

سوال: What is the difference between western and Islamic banking? What do you think about many banks which are currently acting in Pakistan respect to the Islamic bank?

جواب: میں اپنے عزیز دوست جناب محمد اکمل سے درخواست کروں گا، کیونکہ ان کا مالیاتی معاملات سے تعلق ہے۔ ان کو میری کہی ہوئی بات کا پتہ بھی جانتا، اللہ یہ آپکو کچھ بتائیں گے۔ یہ انگینہ سے ویلز کنسل کے شیر بھی ہیں اور ماشاء اللہ تعالیٰ المعزیز وہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی مفت یہ بھی ہے کہ یہ پہلے یہ سائنٹ سے ضلک تھے اور غور و فکر کے بعد ایسا اچھا مسلمان میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ یعنی آپ اسکو اس قسم کا اسلام نہیں کہہ سکتے جو تبرائیا گیا ہو۔ غور و فکر اور شناخت کے بعد جس اخلاص اور محبت اور تعلیمی اثرات کے تحت انہوں نے اپنے اس سلوک کو اختیار کیا اس کے لیے یقیناً میں ان کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ مجس تو میراث میں آئی تھی، انہیں جہاد میں غیب ہوئی۔

محمد اکمل بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ساری تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے مجھے اس مقام پہ پہنچایا

اور پروفیسر صاحب کے ساتھ جنسی علیٰ مکتو، جتنا مذہب اور جنسی اللہ تعالیٰ سے قربت میں نے سیکھی، میری دعا ہے کہ ہم سب لوگ اسی طرح رہیں، قرآن پڑھیں، اسکو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق حاصل کریں۔

جو سوال پوچھا گیا ہے اور آٹھ کل اسکا براہ چاہے کہ Western banking system اور Islamic banking system میں کیا فرق ہے۔ اسکا جواب تو بہت وسیع ہے، بہت لمبا ہے مگر اس پتھر میں ابھی پروفیسر صاحب نے ایک آیت quote کی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا difference ہے banking جو شروع ہوئی، وہ ساری کی ساری ایک نظام کو مٹا کر نے کیلئے ہے اس میں امانت داری اور اس میں exploitation جو کہ نہیں ہونی چاہیے تھی وہ اب Western banking میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم کسی کو exploite نہ کریں، کسی سے زیادتی نہ کریں، کسی کی امانت جو ہم نے لی ہے وہ ان کو واپس لے دیں۔ اس میں دو تین چیزیں آتی ہیں۔

ایک بڑی چیز یہ ہے کہ آپ جب ایک Interest based banking پر کام کرتے ہیں تو آپ ساری عمر اسکا interest دیتے ہیں جس میں exploitation کا area نمایاں ہوتا ہے۔ اب risk کو بھی minimize کرنا ہوتا ہے کسی بھی Business arrangement میں risk کو بھی minimize کرنا ہوتا ہے۔ اب جو فرق مغربی بینکنگ یا کرشل بینکنگ اور Islamic banking میں ہے کہ ہمارا جو risk ہے وہ ہمارا ”مسوکل علیٰ اللہ“ ہے اور مغربی بینکنگ کا تصور یہ ہے کہ ہمارا مال اگر کسی کو دیا جائے تو اس کی اصل سے واپس آنا چاہیے۔ اس کو اگر میں سمجھانے کی کوشش کروں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی جو اصول دیا ہے انہوں نے بھی کہا کہ یہ بھی business ہے اور اس پیسے کو انہوں نے commodity کہا۔ وہ اس طرح کہ اگر ہم کوئی چیز بیچتے ہیں یا لیتے ہیں تو وہ ہمارے اور لینے والے کے درمیان ایک contract ہے۔ ایک اس کی قسم یہ ہے لیکن جہاں آپ پیسے کا لین دین اسی commodity میں کرتے ہیں تو یہ تو میل تھوڑا سا فرق آ جاتا ہے۔

اسلام میں یہ ہے کہ جب کوئی آپ کے پاس banking کیلئے آتا ہے تو وہ اس کی ایک ضرورت ہے مگر اس ضرورت کو ہم exploite کریں گے اور کوشش کریں گے کہ یہ داخل

پیرہیمیں واپس دیں تو یہ interest کی صورت میں آئے گا تو اس پیسے کو ہم نے commodity treat کیا ہے اس لیے یہ بنیادی فرق ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی جو banking ہے اس کے اندر یہ exploitation نہیں ہوتی چاہیے اور risk base equal ہونا چاہیے۔ اگر آپ نے کوئی چیز لی ہے تو وہ نفع اور نقصان کی base پر ہو سکتا ہے اور نفع اور نقصان ہمارے (مسلمان کے) نزدیک صرف توکل کی base پر ہوتا ہے۔ west کے نزدیک یہ ہے کہ اگر نقصان ہے تو آپ کا ہے میرا اصل جو ہے وہ میرے پاس رہنا چاہیے تو یہ وہ سب سے بڑا فرق ہے۔

آپ نے بتا دیا کہ حال ہی میں بنگلہ دیش میں محمد یونس نامی ایک صاحب کو نوٹیل پرائز ملا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے چھوٹے پیمانے پر business کرنے والوں کو interest free پیسے دیئے شروع کئے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ یہ business ہے تو ساری دنیا ان کی تعریف کرتی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ انہوں نے پیام مذہب نہیں پایا۔ انہوں نے بنگلہ دیش میں ایک ایسا انتظام کیا ہے جس کی وجہ سے بہت چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والوں کو بغیر interest کے پیسے دیتے ہیں اور یہ ایک عین اسلامی اور فطرتی نظام ہے جس کو ہمیں اپنے system میں رائج کرنا چاہیے اور میری کچھ احباب سے بھی اس بارے میں بات ہوئی اور ہم لوگ بھی یہ سوچتے تھے کہ ہم ایک صدقات بینک بنائیں اور آپ یقین کریں کہ اس صدقات بینک میں آپ کے جتنے بھی صدقات ہیں وہ آپ کسی کو کسی برٹس پیسے پیر نہیں دے رہے، آپ اللہ کی راہ میں اس پیسے کو صدقہ دے رہے ہیں۔ اگر اس پیسے کو ہم جیسے professional لوگ ایک proper project based business کے اوپر لگائیں اور جب ہم قرضہ دیں تو وہ پیر جو ہے اسکو یہ کہہ کر دیں کہ یہ پیرہیمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے۔ اللہ اپنے لوگوں نے ہمیں دیا ہے۔ اس کو ہم تمہیں لوہار ہے ہیں۔ اگر اسکو تم واپس لوہار کے تو اللہ تعالیٰ تمہیں سنا اجر دے گا۔ آپ یقین کریں کہ نہ اس میں کوئی گارنٹی چاہئے، نہ اس میں کوئی ایسا انتظام چاہئے کہ وہ پیرہیمیں واپس آئے کیونکہ وہ پیر شروع سے ہمارا ہے ہی نہیں۔

Islamic banking پر ابھی لکھنا ہے میں بہت کام ہو رہا ہے، سعودی عرب میں بڑا کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ اس نظام کو ہم سمجھ سکیں اور جو ہمارے اوپر جزلہ جنگ اور interest banking کا جو تسلط ہے اس سے چھٹکارا حاصل ہو۔

سوال: اگر سوال بھی banking سے متعلق ہے۔ Life insurance کے بارے میں بتائیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں بجاور سود کے بارے میں کہ سود حرام ہے اور کیا جو رقم ہم بینک میں جمع کر دیتے ہیں، وہ مال کے بعد بڑھتی ہے یا یہ سود کی list میں آتا ہے؟

جواب: (پروفیسر صاحب) کچھ ذمہ داریاں individual کی ہوتی نہیں ہیں، مثلاً اگر آپ کو زندگی میں بروقت خطرہ ہے کہ پیسا اٹھانے میں یا ضرر رکھنے میں جان چلی جائے گی، حتیٰ کہ آپ چوروں اور ڈاکوؤں کو دعوت دیتے پھریں گے۔ آپ کی ذاتی زندگی کے تحفظات ضرور پائگئے ہیں اور خوف و وحشت میں آپ اسے بینک میں رکھنا چاہتے ہیں تو پھر تو یقیناً آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ سود نہیں تو اس کا دھواں ہر بندے تک پہنچے گا تو یہی وہ زمانہ ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں سود نہیں لینا تو میں جھوٹ کہہ رہا ہوں کیونکہ کسی نہ کسی طریقے سے، باوجود کوشش کے میں سود استعمال کر رہا ہوں چاہے وہ سڑک جس پر میں چل کے جا رہا ہوں وہ سود کی بنی ہو۔ جو پانی کی نیکی ہے مثلاً یہ اس پر کوئی سود لگا ہوا ہے جو aid ہم لیتے ہیں یہ تمام سود کی aid ہیں تو کسی نہ کسی طریقے سے سود کا دھواں ہم سب تک پہنچتا ہے ہم اس سے آزاد نہیں ہیں۔ وہ خواہ مخواہ ہی ہو یا سادہ سا بندہ تو اس پر قطعاً ہمارے نزدیک problem نہیں ہے کیونکہ ہم سب کہیں نہ کہیں سود سے بندھے ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اس میں کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ جو اتنی واضح نہیں ہیں یعنی تقسیم در تقسیم نہیں، جمع در جمع نہیں ہیں۔ اس کا سود آگئے نہیں بڑھ رہا جو آپ گورنمنٹ کو دے رہے ہیں وہ ذاتی اور قومی مفاد میں بھی جتنا یہ قابل قبول صورت ہے فرض کیجئے کہ ایک سکیم میں بینک نے پیسے مانگے ہیں کہ ہم اس سے ملک کی بہتری کریں گے اور جو پیسہ اس سکیم میں سے ملیں گے اسے ہم کام پر لگائیں گے، تو جہاں individual سود لینا دینا نہیں ہے وہاں نسبتاً آپ کے اس مسئلے کی سختی کم ہو جائے گی مگر جہاں اگر فقط سود پر اصرار کیا جائے تو فقط سود میں اگر صرف منافع بخش سرمایہ کاری ہے تو وہ کسی حالت میں کم از کم اللہ کے نزدیک تو قبول نہیں ہے۔ جیسے میں نے آیت پڑھی تھی ”مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً“ (البقرہ ۲: ۲۴۵) (جو اللہ کو قرض دے گا تو اللہ اس میں اضافہ کر کے اسے لوہا دے گا) اللہ نے یہاں پر اضافے کی بات کی ہے۔ یعنی پھر اگر آپ خدا کے ساتھ لگاؤ تو خدا اس میں اضافہ کر کے آپ کو لوہا دے گا۔ But then it's a matter of belief. It's a very serious

matter of belief کون banking نظام پر بھروسہ کرتا ہے اور کون خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔

باقی یہ جو institutions ہیں، ان کی بات آپ اس لیے نہیں پوچھ سکتے کہ آپ کے پاس اسکے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے micro,economy ہو یا macro ہو اسکی بنیاد چونکہ مغربی نظام خود پر جاس لے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا ایک جز صحیح اور ایک غلط ہے۔ سوال: خود کش حملوں کے بارے میں یہ سوال بار بار دہرایا جا رہا ہے کہ کیا کسی بھی صورت میں یہ جائز ہو سکتا ہے؟

جواب: دیکھئے بات یہ ہے کہ 1965ء میں ایک جنگ ہوئی، وہ تو ہمیں آپس میں لڑ رہی تھیں۔ ہندو فوج پاکستان پر حملہ آور ہوئیں۔ پورا ایک جنگ ڈویژن قتل۔ اخباروں میں ایک خبر پڑے تغاثر سے آیا کرتی تھی کہ ہمارے فوجی جوان اتنا بے دریغ لڑے کہ اپنے جسموں سے ہمارے ہاتھ کر نیکیوں کے نیچے گھس گئے اور انہوں نے ان نیکیوں کو آزاد کیا۔ بھلا یہ کیا ہوا ہو گا۔۔۔! یہ خود کش bombers ہی تو تھے مگر ایک اور بھی طریقہ ہے bombing کا۔۔۔۔۔ western societies میں، بڑے معاشرے میں، جب کسی انسان کو بھوکا مار کے، اسکو عزت گزین کر کے اسکو زندگی اور بے زاری کے آخری لمحوں تک لے جا کر جب اسکے پاس صرف ایک choice چھوڑ دی جاتی ہے کہ تمہیں آسمان دیکھنا بھی نصیب ہو گا کہ اگر تم خود کش bomber بن جاؤ تو اسکو ہم Total brain washed methodology کہتے ہیں۔ ایک وہ جو Brain washing کا method ہے، ایک وہ جو غلامی و محبت سے اپنے ملک و ملت کو بچانے کیلئے ہے۔ بہت سارے ایسے مقامات ہیں جب فوج پاکستان یا دنیا کی کسی فوج نے جب لڑنے میں جان دے دی تو ہم اسکو خود کش نہیں کہتے۔ یہی فرق ہے throughout اس ساری approach میں۔۔۔۔۔ جہاں ایک professional بہار ہوتا ہے اور جہاں ایک ملک کی عزت اور حریت کو خطرے میں دیکھ کر ایک سپاہی اس کیلئے لڑتا ہے اور آتے جو سب سے بڑا misconduct ہمیں تمام واقعات میں نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں عراق اور افغانستان میں سب سے زیادہ یہ case نظر آ رہے ہیں کہ ہم ان کو clearly غلط نہیں کہہ سکتے کہ وہ ملک اپنی آزادی کیلئے لڑ رہے ہیں چاہے دنیا کچھ بھی کہے۔ وہ لوگوں کے عوام جو ہیں ان کو اپنے دفاع سے یا اپنے قاصد سے جو دشمنی ہے وہ اس سے لڑ رہے ہیں۔ اس میں وہی

methodology استعمال کر رہے ہیں جان دینے کی پالیسی کی۔۔۔ یہ ایک جنگی ملاحیت ہے، یہ ایک Gorilla war فعل ہے۔ اسکو ہم کوئی blame نہیں دے سکتے مگر نام طور پر جیسے شہروں میں وہ لوگ جو بم باندھ کر آتے ہیں اور بے لحاظ بنے پوز دے، عورتیں قتل ہو جاتی ہیں، مر جاتی ہیں تو اس کو کسی بھی طریقے سے justify نہیں کیا جاسکتا، یہ غلط ہے۔ جب تک آپ کا دشمن واضح ہے یا آپ کی کمزوری واضح ہے آپ کا طریق جنگ اگر خود کشی پر مشتمل ہے تو اسکو ہم برا نہیں کہہ سکتے مگر جب آپ فساد کرو گے پھر خدا کا جہد کریم کہتا ہے کہ زمین خراب مت کرو

”وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا“ (الاعراف ۷: ۵۶)

(اور مت فساد کرو زمین میں بعد اس کی اصلاح کے)

کہ ایک زمین ہے جو امن سے چل رہی ہے جو آگے بڑھ رہی ہے، اس میں آپ کی حمایتوں کی وجہ سے یا کسی غیر کی حمایتوں کی وجہ سے ایک مسلمان معاشرے کا امن تہہ بالا ہوتا ہے یا کوئی آکر آپ کو اس طرح قتل و غارتگری پر آمادہ کرنا ہے، تو خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمانہ مآخر میں مارنے والے کو یہ نہیں پتہ ہوگا کہ وہ کیوں مار رہا ہے اور مرنے والے کو نہیں پتہ ہوگا کہ وہ کیوں مر رہا ہے تو ایسے کچھ لوگ بھی وہ زمانہ ہے جہاں ہزاروں لوگ اس طرح مر رہے ہیں کہ انکو پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیوں مر رہے ہیں They are not a part of war نہ وہ استعمار کا حصہ ہیں، نہ وہ کسی دہشت گردی کا حصہ ہیں، نہ وہ کسی جرم کا حصہ ہیں مگر وہ مر رہے ہیں اور مارنے والا کیوں مار رہا ہے؟ آج تک تو کوئی وجہ پتہ نہیں گئی مگر جہاں انوائٹ ہیں، جہاں لڑائی ہو رہی ہے جہاں دشمن کا بغض جہاں ان کے بارے میں یہ opinion نہیں ہو سکتی۔

سوال: کیا ایک فرد خدا کی دلیل کو establish کیے بغیر خدا کو ترجیح قبول مان سکتا ہے؟ اور کیا خدا کو عقل اور حس سے محسوس کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: عقل تو ہے ہی خدا کی عقل اور عقل ہی سے تو خدا محسوس ہوتا ہے اس لیے کہ جو reason اور دلائل آپ اپنے ذہن میں کسی چیز کے وجود، اسکے ہونے یا نہ ہونے پر دیتے ہو اس کا کوئی تعلق جسمانی شے سے نہیں ہے۔

عقل وہی ہے جو حواس خمسہ سے آگے دیکھ لے جو ایک thesis paint کرے، جو شکر ہے اور جو آپ کو اور ساری دنیا کو سبق مل رہا ہے وہ ان اگلی صورتوں سے مل رہا ہے جن کے لیے کچھ شہادتیں ہمارے پاس مفتوحہ ہیں۔ عقل اگر خدا کا سونچ رہی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شہادتوں

کی بنا پر نہیں سوچ رہی اسکو ایک ایسی چیز سے واسطہ ہے جو اسکے دائرے میں آ رہی ہے مثلاً فرض کرو، عقل والا سوچتا ہے کہ کائنات کیوں اس طرح regularly بنی ہے، اسکی جسمانی شہادتیں اسکے پاس نہیں ہیں، اسکی وجودی شہادتیں اسکے پاس نہیں ہیں مگر پھر بھی اسکو عقل جانتی ہے کہ ایک کام جاری ہے، ایک بہت بڑا آسان قائم ہے، اس میں ستارے چل رہے ہیں۔۔۔ یعنی عقل یہ جاننا چاہتی ہے کہ ستارے ترحیب سے کیوں چل رہے ہیں؟ یعنی اسکے reason تک پہنچنا اسکے لیے ہر حال ہے۔ کوئی کوانٹم سے سوچتا ہے تو وہ غلط ہو جاتی ہے relativity سے سوچتا ہے کچھ عرصے بعد relativity ناقص نکل آتی ہے تو وہ پھر خدا کا سوچتا ہے کہ شاید اللہ نے اسے ایسے بنایا ہے تو عقل تو جانتی ہی beyond the senses ہے۔ عقل کا واسطہ ہی خیال سے خیال تک کو ہوتا ہے اور یہ ایسی proposition کو discuss کرتی ہے جو جو درادہ میں نہیں آتیں اس لیے یہ کہنا کہ خدا بے عقلی سے سمجھائے گا بڑا مشکل ہے۔

سوال: بنیادی اخلاقیات کا پبلا سبق یہ ہے کہ ہر کام اللہ کے نام بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا جائے۔ کیا اس ترجیح سے گریز کرنا باعث ذوالاست نہیں ہے اگر بسم اللہ کو پڑھنے کا حکم آیا ہے تو جب فرض یا مستحب؟

جواب: جیسے ”انٹا ماللہ“ کے بارے میں بتلایا کہ اگر آپ میں کوئی بات نہیں تو آپ اس طرح فرمایا کریں کہ انٹا ماللہ تعالیٰ اس طرح ہی ہو گا اور اگر بھول جائیں تو جب یاد آئے تب پڑھ لیا کریں۔ اسی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم کبھی زوروں کی بھوک گئی ہو تو بھول بھی جاتا ہے اور کبھی بھلکت میں آ دی نہیں بھی پڑھتا تو جب یاد آئے تو آپ اس کو پڑھ لیا کریں۔

مولوی فضل صاحب سرور کائنات رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو اچھا کام بغیر ”بسم اللہ“ کے کیا جائے وہ ہمیشہ منقطع ہوتا ہے، ماکام ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کھانا کھاؤ، پانی پیو، دروازہ کھولو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ میرا محبوب اپنی خواہشات سے نہیں بولتا جو میں وحی کرتا ہوں اسی سے وہ کلام آگے آپ تک پہنچاتا ہے۔ تو آپ یونہی سمجھو کہ بسم اللہ پڑھنا خدا کا حکم ہے۔

پروفیسر صاحب میں آپ سے ”بسم اللہ“ کا ایک اور وصف بیان کرنا چاہتا ہوں جس کا میں ذاتی طور پر شہادت دینے والا ہوں کہ میں نے ایک دفعہ ایک حدیث پڑھی تھی کہ اگر کوئی چوٹ لگ جائے تو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھ لو تو اس چوٹ کا اثر زائل ہو جائے گا تو اتفاق دیکھیے کہ میں

ایک دفعہ دروازے کے بالکل قریب کھڑا تھا تو ایک انتہائی فضول اور وہابیات جھونکا ہوا کاکا ایسا سخت سے آیا۔۔۔ تو جیسے بڑے زور سے پٹ (دروازے کا) پٹا ہے تو میری یہ انگلی۔۔۔ ابھی اس پر نشان باقی بجا خن کے نوٹنے کا۔۔۔ یہ اسکے درمیان آگیا جس طرح کہ عموماً جاتا ہے۔ آکھو پتہ ہے کہ زور کی چیخ نکلتی ہے تو یہ اسکے درمیان آگیا اور اتنے زور سے لگا کہ خن بھی ٹوٹ گیا اور یہ ختم ہی ہو گیا، آپ یقین جانیے کہ میں اسی وقت مجھے حدیث یاد آگئی کہ جس نے زخم پر پا چوٹ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی تو اس کی چوٹ کا درد چلا جائے گا۔ میں نے اس وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کہ چوٹ دئی ورنہ کبہ کی قسم! پتہ ایسے ہی لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یعنی آپ یقین جانیے کہ مجھے پتہ ہی نہیں لگا کہ یہاں کچھ ہوا ہے حالانکہ ابھی بھی یہ تو ماہر امن موجود ہے اسکے آثار موجود ہیں۔ وہ ابھی بھی غلاما ہے مگر اس چوٹ کی، درد کی اور اذیت کی بات بتاؤں کہ جب میں نے فوری طور پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کہ اس پر جھونکا تو تمام کنفیج درد جاتی رہی۔

اب اس پر ایک نقطہ میں آپ کو اور بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں درست اور صحیح ہوتی ہیں، صرف یہ کہ وقت پر ہمیں ان کا خیال کرنا ہے۔ اب لوگ آدمے گھنٹے بعد پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اس عورت کی طرح ہے کہ جس کا بیٹا مر گیا تھا اور بڑا رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ممبر کر“۔ اس نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ اس نام میں کس کو مبرا آتا ہے؟“ تو تین چار دن رو دو صو کے سارے آنسو ختم کر کے واپس آئی تو کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ممبر کر لیا ہے تو فرمایا ”ممبر بھی کوئی ممبر ہوتا ہے؟“

سوال: اسلام میں حجاب وراستی حد و دنیا ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟
جواب: خواتین وحضرات! میرا خیال ہے کہ بعض اوقات تمہاری ہی آپ تکلیف فرمائیں تو آپ کو بڑی آسانی سے وہ تمام آیات نظر آتی ہیں۔

مدینہ میں خواتین کام کیا کرتی تھیں۔۔۔ وہ اپنے مردوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی تھیں، بنیادی طور پر زرعی معاشرہ تھا۔ وہاں آپ سوچ سکتے ہیں کہ عورت پر کس درجہ پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں، کس درجہ اسکو محدود کیا جاسکتا ہے، یہ بھی آپ جانتے ہو تو اصول قرآن نے بھی عورت کو اس طرح محدود نہیں کیا کہ اس کی نقل وحکمت پر پابندی نافذ کی ہو یا اس نے اسکو زیادہ معصیت میں ڈال دیا ہو یا ایک ایسے معاشرے میں جہاں وہ اس کے تنظیمی کاموں کا ایک بالکل دوسرا حصہ تھی۔ حجاب نشان ہے جیسے بخور قحط کے بازار میں ایک خاتون کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا

اور ایک یہودی نے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو ایک مسلمان نے اسے قتل کر دیا۔ پھر یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ جب مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم کیسے بچ سکتے تھے کہ یہ مسلمان ہے۔ یہ باقی عورتوں کی طرح ایک عورت تھی، باقیوں کی طرح اسنا لباس تھا، باقیوں کی طرح اس کے انداز تھے تو ہم کیسے بچ سکتے تھے کہ یہ مسلمان ہے۔ پھر اسی طرح ام المؤمنین سودہ کے بارے میں ہے کہ جب وہ باہر نکلتی تھیں تو حضرت عمرؓ نے کہا ”اے سودہ! میں نے آپ کو بچون لیا۔“ تو انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت فرمائی اور حضور ﷺ اپنے لہجے سے توبہ ہی نہیں کرتے تھے ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ تو کچھ عرصے کے بعد مسلمان عورتوں کی شناخت لینے پر وہ لازم کیا گیا۔

سوال: توکل کی آخری limit کیا ہوگی؟

جواب: توکل کی limit وہی ہوگی کہ جو اس حد تک جائے گی اس لیے خدا کسی کو بے جا آزمائشوں میں نہیں ڈالتا مگر بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جب ہم پر ذرا سی مصیبت پڑتی ہے تو ہم چیخنا چاہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم تو ایک دن بھی نہیں مبرے نکال سکتے، ہم تو مر جائیں گے، ہم گزر جائیں گے، ہماری جہتیں ٹوٹ جائیں گی، ہمارا یہ ہو جائے گا، تو پھر خداوند کریم ان کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم اس سے کہیں زیادہ مصیبت سہہ سکتے ہو تو اس آدنی پر مصیبت ظہر تی ہے کہ جو اپنے آپ کو اس سے نکالنے لینے غلت میں ڈال دیتا ہے جو کسی مصیبت کو نکالنے لینے غلت میں پڑ جائے اس پر مصیبت ظہر جاتی ہے اور خدا کا نکل کرنا ہے بندے کو کہ تیری گنجائش برداشت اس سے کہیں زیادہ ہے جس کو تو کہہ رہا ہے کہ میں نہیں کر سکتا۔ کبھی کبھی توکل اس لیے بھی مشکل لگتا ہے کہ اس کی گنجائش آپ میں ہوتی ہے مگر آپ کو اپنی گنجائش کا خود پتہ نہیں ہوتا۔

سوال: بقول ”ابن عربی“ زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا تو پھر مہدی کا ظہور ہوگا تو کیا ہمارے زمانے کی بات ہو رہی ہے؟

جواب: بقول ”ابن عربی“ جب زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا۔ تو کیا میں ان سے جنوں نے سوال کیا ہے پوچھ سکتا ہوں کہ یا بسم اللہ کے حروف پر گھوم رہا ہے زمانہ؟ میرا تو خیال ہے کہ ”وَالضَّالِّينَ“ پر گھوم رہا ہے۔

سوال: ایک سوال ہے کہ سید خاندان کے لوگ شادیاں سید خاندان سے باہر نہیں کرتے۔ اس کی

شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا ایک لڑکی اپنی مرضی سے خاندان سے باہر شادی کر سکتی ہے؟
جواب: اس پر اختلافات تو بڑے ہیں مگر میرا اپنا خیال یہ ہے کہ سید کے لیے بھی کافی مجبائش
ہوتی ہے کیونکہ اگر سید و فاطمہؑ کو ذہنیت نہیں ملتی تو کیا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ایک
قریشی ہیں، ہاشم بھی ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو اس سے دائرہ بڑا کھل جاتا ہے کہ اگر ایک پیغمبر اپنی
بچی چچا زاد بھائی کو دے دے تو نسب کے علاوہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حیثیت ہے کہ وہ
ہاشم میں سے ہیں یا قریش میں سے ہیں تو سادات کسی بھی قریشی اور ہاشمی کو اپنی بچی دے سکتے
ہیں اگر pure سادات ان کو مشکل سے ملتے ہیں تو اس طرح ان کی range کھل جاتی ہے۔
مشورہ ہی کہہ رہا ہوں کہ یہ ہر حال یا ایک بڑا مسئلہ ہے۔

میرا اپنا خیال ہے کہ یا ایک سماجی مسئلہ ہے اور عرب میں یا دوسرے مقامات پر اس کی
گرفتاری نہیں ہے چونکہ برصغیر میں ذات پات کا system بہت تھا اور rigid تھا۔ چند
گہت سو ریا کے زمانے سے جو برہمن، کشتری، ویش اور شودرا کا concept بن گیا تھا۔ جب
مسلمان آئے تو وحدانیت تو متاثر نہیں ہوئی مگر چار بڑی races کو سمجھنا پڑا کہ ان میں
سادات بھی تھے جو برہمن کے pattern پر آ گئے اور مثل کشتری کے pattern پر آ گئے۔ اسی
طرح ویشہ جو نئے New converted اسلام میں سے اور افغان چونکہ High
landers تھے اس لئے وہ اونچی ذات میں آ گئے تھے جیسا قبائل کہتا ہے۔
یوں تو تم سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو تاؤ تو مسلمان بھی ہو

تو یہ pattern ہمارے ملک میں بھی بن گئے۔ ویسے Practically I have not
heard any such restriction نہ ہی عرب ممالک میں نہ ہی قریش میں بلکہ ہمارے
پاس کچھ ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں سادات نے معمولی مسلمانوں کو بھی اپنی بیٹیاں دے دیں مگر
ایک احتیاط شاید اس لیے ہے کہ برصغیر کے لوگ عقیدت مندی میں بہت آگے ہیں۔ ہمارے لوگ
جذباتی ہیں، مظلوب، تعصب ہیں۔ کبھی کبھی یہ بات کو اپنی سیدھی سنا جاتے ہیں۔ ویسے یہ بات بھی
سنا جاتی ہیں مگر زیادہ تر دیکھا گیا ہے کہ وہ کچھ ایسی باتیں کر دیتے ہیں کہ جیسے کسی کو ایسی غلط بات
کہہ دیتے ہیں جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے یا کوئی ایسی بات کہہ جانا کہ خدا
نخواستہ اگر کسی مسلمان کی ایسی بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے تو پھر تو اس کی طاقت خراب

ہو جانے کا مکمل اندیشہ ہو جاتا ہے تو یہ ایک احتیاط کے طور پر شادی نہیں کرتے خاص کر بریلوی تو فتویٰ بھی دیتے ہیں ہمارے ہاں مگر ”اما“ ایسا نہ ہو کہ سید خاتون کا ”ام ہم نہ کر سکیں کیونکہ میاں بیوی میں تو اتنے ”امی در بات نہیں قائم ہو سکتے تو یہ کوشش کرتے ہیں کہ سید سے شادی نہ ہو مگر میرا خیال ہے کہ سید حضرات کو بھی صورت حال exploite نہیں کرتی چاہیے۔

سوال: انسان کی روح جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ heaven کی entity ہے مگر جب انسان گناہ میں ہوتا ہے تو کیا روح جسکو علوم ہے وہ جا کے اللہ کو پہنچ کر رہتی ہے کہ اسے بخش دیا جائے؟

جواب: میں ابھی بھی اس سوال کو نہیں سمجھ سکا کیونکہ سوال وضاحت سے نہیں پوچھا گیا بات یہ ہے کہ ہم تو اس خیال سے متفق ہی نہیں ہوتے۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ کوئی جسم اور کوئی روح گناہ گار نہیں ہوتی۔

حضرت آدمؑ سے جس خطا کا امکان ہو اس میں پروردگار عالم نے فوری طور پر ہی قصہ ختم کر دیا کہ آدم کو تو معذرت کا تقاضا ہی نہیں آتے تھے ”فَاذْلُكُمَا الشَّيْطٰنُ عَنَّا“ کہ بربکا دیا۔ دیکھئے اگر غور کریں تو آدم کو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ بربکا گیا یا اس نے گستاخی کی بلکہ وہاں بھی شرط کا تنا یہ استعمال کیا کہ اسکو شیطان نے بربکا دیا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو یہ طریف میرا ہے میں اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری شیطان پر ڈال دی۔ انسان پر نہیں ڈالی، شیطان پر ڈالی ”فَاذْلُكُمَا الشَّيْطٰنُ“ (بقرہ ۲: ۳۶) ”اس کو شیطان نے بربکا دیا“ (یعنی میرا بند ٹھیک ٹھاک تھا) اللہ تو پھر آپ کو پتہ ہے کہ کتنا یہ اور اشارے میں شاعری فرماتا ہے۔ دیکھئے! انداز کیا اختیار کیا پروردگار عالم نے کہ ایک کتاے میں اس کو لے گیا۔ وہ تو یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ آسمان! تو نے غلطی کی۔ مگر ”فَاذْلُكُمَا الشَّيْطٰنُ عَنَّا“ مصوم ساتھ پچا رہا۔ کل ابھی میں نے بتایا تھا۔ میں اس میں تھی نہیں۔ شیطان نے اسے بربکا دیا۔ اب شیطان پر دیکھو کتنا قصہ آیا۔ کجبت! کہنے! تم نے میرے بندے کو بربکا ”فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ“ (طہ ۲۰: ۱۲۰) اب میں صوفیوں سے رکھ نہیں سکتا تھا۔ اب جہت میں اسے رکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ جس حالت میں تھا، اس حالت میں نہیں رہا تو اسے نکال لیا۔ ”فَلَمَّا اهْبَطُوْا جَمِیْعًا“ (دونوں اتر جاؤ یہاں سے) مگر آگے جو اصول ہے کہ زمین پر اتارنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ میں سزا دے رہا ہوں۔ Christians کی طرح یہ نہیں کہا۔ ”مَنْقَرُوْا وَّمَنْعُ اِلٰی حَبْن“ (البقرہ ۲: ۳۶) جاؤ! گھبرا نہیں! اس میں فائدہ ہے

تہہارا۔۔۔ اسکو حوصلہ دیا کہ گھبراؤ نہیں، تھوڑے سے عرصے پہلے جانا ہے اس میں تہہارا فائدہ ہے۔ میں نے کچھ judgement کے laws دیئے ہیں۔ میں اب شیطان کے سامنے تمہیں رنایت نہیں دے سکتا۔ دیکھو! میں خدا ہوں، اس کا بھی ہوں۔ کل کو وہ کہے گا، ”اللہ میں!“ تو نے بے انصافی کی۔ سب پہلے تو نے سزا رکھی ہوئی تھی مگر آدم تیرا تالا ڈالتا کہ اسکی تو نے خطا بخش دی۔“ تو کہا، دیکھو! میں نے رکھنا ہے مجرم اپنی خدائی کا بھی۔ ٹھیک ہے تم بڑے لاڈ لے ہو، معصوم ہو۔ مگر تم کو زمین پر بھیجوں گا۔ یہ سزا کے طور پر نہیں ہوگا۔ ”مُصَنَّفَرٌ وَمُنَاعٌ اِلٰی حَبِیْن“ تھوڑی سی دیر کا قرار ہے اور اسی میں تہہارا فائدہ ہے۔ تو خواتین و حضرات! زمین پر پتھر پھلانے کے بعد حضرت آدم گناہتھا جہاں کل بد جو اس پھرتے تھے۔ یاہو! میں بے قرار روئے جا رہے تھے، بجائے خدا کی فکر میں رونے کے، سناہیں آیا ہے، تمام پر اپنی باتیں ہیں کہ خدا کی یاد میں ایک سو برس روئے رہے۔ اب اللہ بھی یہی کہے گا کہ کس مصیبت میں پڑ گیا۔ ایک تو اسکو ”خلیفۃ اللہ“ بنایا، پھر اس کو بیوی دی، اوپر سے اس کی فکر میں روئے جا رہا ہے تو پھر خدا احد کریم نے فرمایا ”فَلَقِیْ اٰدَمَ مِنْ رَّبِّهِ کَلِمَتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ“ (البقرہ ۲: ۳۷) کہ یا رتھے پتہ ہی نہیں کہ مجھ سے معافی کیسے مانگنی ہے۔ پلو یہ بھی میں تمہیں لکھا، کروتا ہوں۔ کیا مصیبت ہے، یہ اسکو کیا بنا بیٹھا ہوں کہ ہر جتنی خودی دینی پڑتی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے خود لکھا، کئے ہیں اس کے دل پر کھاسو تو ب۔۔۔ پھر کہتا ہے ”اس انداز سے معافی مانگ، میں تجھے بخش دوں گا، کہتا ہوں ما۔“ آدم کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا، روئے جا رہے تھے۔ ”بھئی میں تجھے معاف کروں گا۔۔۔ اس طرح مانگ۔۔۔“

”وَبَنَّا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ“ (الاعراف ۴: ۲۳)

(اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے)

”کچھ admit تو کر، کچھ غلطی کو مان، پھر میں تیرا خسارہ پورا کروں گا۔“ سو، اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

اب دیکھئے اس پوری داستان میں روح اور بدن کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور پھر جب وہ جہنم میں تھا تو اس کا روح اور بدن دونوں separate تھے ہی نہیں جس میں وہ غلطی کرتا اور اگر وہ زمین پر بھیجا گیا تو علیحدہ کر کے تو بھیجا ہی نہیں گیا۔ پھر اگر روح عقل ہے اور بدن جبلت ہے تو روح ذمہ دار ہے فیملوں کی۔۔۔ سو فیملہ تو روح نے کیا تھا۔ اس لیے بہت ساری باتیں مل

جانے کے بعد ہم اس خیال کو definitely کہہ سکتے ہیں کہ پہلی خطا میں اور آدم کے نزول میں اور حضرت آدم کی توبہ میں کسی قسم کا bifurcation of question پیدا نہیں ہوا بلکہ خداوند کریم کے حضور ایک بندہ، روح نے غلطی کی، پھر اللہ نے اس کو ہر اس نئی، زمین پر بھیجا اور ہر ابھی نہیں سنائی بلکہ بعد میں یہ کہہ دیا کہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ سو اللہ نے آدم کو بخشا اور وہ clean ہو گیا۔

There is no other problem except simple, it's very simple problem

کہ جو حضرت یونس بن مثنیٰ نے کہا کہ اے اللہ تو خطا سے پاک ہے۔ میں خطا کار ہوں، میں نے ہر صورت میں کرنی تھی، مجھ سے ہو گئی ہے۔ I am sorry مجھے معاف کر دے۔ اللہ نے کہا، ٹھیک ہے forgive you اسادہ طریقہ ہے مگر اچھا طریقہ ہے۔ I forgive you نہ صرف تم کو معاف کیا بلکہ ان تمام مسلمانوں کو معاف کیا جو اس سادہ طریقہ سے مجھ سے معافی مانگیں گے، جو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کریں گے، نڈر نہ لڑیں دیں گے، لٹاخی میں نہیں پڑیں گے۔ سادہ ہی بات ہے ”اللہ تعالیٰ تو perfect ہے، میں خطا کار ہوں، میں مکمل نہیں تھا، مجھ سے غلطی کا امکان تھا، میں غلطی کر بیٹھا ہوں، مجھے معاف کر دے“ اللہ نے کہا ”میں نے معاف کیا“۔

”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ“ (الانبیاء ۲۱: ۸۷، ۸۸)

کہا ”ٹھیک ہے، accept میں یہ نذر قبول کرتا ہوں“۔ تو معاف کرنا سادہ کے ضمن میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو اپنے رحم و کرم سے معاف کرنے پر تیار ہوا بیٹھا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کا دامن توبہ دراز نہ ہو۔ وہ جو عمل رحمت سے اور عمل مغفرت سے کد اپنا بجا دے آپ کا دامن توبہ جو جو ہو تک بجا اور وقت پر کشادہ نہیں ہوتا۔

سوال: خیالات کیا ہیں؟ خیالات کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ کیا ان کی بھی کوئی دنیا ہے؟ کون پیدا کرتا ہے؟

جواب: خواہمیں و حضرات! ایک جدید ترین ریسرچ سے میرا نقطہ نظر دنیا بھر کے سائنسدانوں سے مختلف ہے۔ میرا خیال یہ ہے، ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں کبھی یہ تحقیق آگے بڑھے تو یہ احساس پیدا ہو کہ ہم خود خیال کو سوچتے نہیں ہیں۔ قرآن حکیم کی رو سے اس بات پر آپ مجھ سے اختلاف

کر سکتے ہو اور اپنی رائے خود قائم کر سکتے ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ انسان receptive ہے، انسان سوچتا نہیں ہے بلکہ receptive of thoughts ہے۔ جیسے تارے دل میں دو cardiac veins گزرتی ہیں (جیسے آپ کے دل کا cardiograph تیار ہوتا ہے) اسی طرح ذہن میں بھی دو لہریں گزرتی ہیں۔ ایک پر خیال تمام الہام کیا جاتا ہے اور دوسرے پر خیال خیر الہام کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی ذاتی زندگی میں کبھی نہ کبھی اس بات پر چونہ و فرہو ہوا ہوگا کہ یہ تو میں سوچنے والا نہیں تھا جو میں سوچ رہا ہوں۔ کبھی نہ کبھی آپ کو یہ خیال آتا ہوگا کہ کس قسم کے خیال میرے ذہن میں آ رہے ہیں؟ یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میرا تو کبھی دھیان ہی نہیں اس طرف گیا۔ میں تو اس مسئلے میں ملوث ہی نہیں تھا۔ یہ عجیب و غریب صورتو خیال کیوں بن گئی۔ تو خواتین و حضرات اس کی ایک reason ہے۔ میں وہ reason آپ کو explain کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ”وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا“ ”اور نفس کی قسم! جس نے اس کو درست کیا“ (ہم نے نفس انسان کو درست کیا) ”فَالْهَمَّهَا فَجُوزَهَا وَتَقَوَّاهَا“ (پس اس میں ڈال اس کی ہدایت اور اس کی پرہیزگاری) (شمس ۹۱: ۸) (ہم نے اس پر الہام کیے خیال خیر، ہم نے اس پر الہام کیا فسق و فجور) ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ عجیب بات لگے مگر انسان کی Intelligence capacity، Intellectual vision جو ہے یا اس کا Intutional concept جو ہے کبھی بھی اس کا اپنا نہیں رہا۔ اگر اس کا اپنا ہوتا تو وہ اس کا کوئی وقت مقرر کرتا، اس کی کوئی عادت مقرر کرتا۔ نیوٹن کو خالی کشش ثقل پر ہی وجدان کا لگاؤ نہ ہوتا اور بھی بڑے مسائل میں وہ الجھا ہوا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ الیگزینڈر فلیمنگ کو ایک اچانک حادثے سے پینسلین نہ ملتی، نہ Amazon میں گھومتے پھرتے ہوئے کسی کو مائی سین discover ہوتی۔ مسئلہ یہ ہے کہ خدا نے جس چیز کی دنیا میں ضرورت تھی، جس چیز کو عام کرنا چاہا جس چیز کو علم عطا کرنا چاہا وہ علم عطا کر دیا اور کسی نہ کسی شخص کو اس کا instrument بنایا۔ ”وَلَقَدْ مَكَّنَّا يَسَىٰ“ اللہ نے تمام بنی آدم کو یہ عزت بخشی کہ وہ اپنی محنت اور استطاعت کے علاوہ اللہ کی طرف سے کوئی بھی guidance حاصل کر سکتے ہیں، چاہے وہ جارت سلیمیں ہو، چاہے Double Helix کا ڈاکٹر وائسن ہو، چاہے کوئی آئن سٹائن ہو، اس میں اخلاص و محنت کا درک ہوتا ہے اور خدا وہ ہدایت کر رہا ہے چاہے چمکے سے اس کے الہام میں وہ خیال وہ عمل، وہ معنویت ڈال دیتے ہیں جس سے اس کی دنیا میں بھی ثمرات ہوتی ہے اور خلق خدا ایسے کسی عظیم کام سے کی ابتدا بھی

ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ خیال کس نوعیت کے ہوتے ہیں، اگر انسان کے ذہن کی آزمائش مقصود ہو تو اسکو اپنی سوچوں کیلئے کھلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اگر اشیاء سے، حالات سے، حادثات سے رشتوں ماتوں سے انسان کو اللہ آزمایا جا رہا ہے تو آزمائش کے طریق کار انسان کے بس میں نہیں ہو سکتے، اسی لیے رب کریم نے فرمایا ”فَلَا لِيُمْفِتًا لِّعِبَادِي وَلَا يَنْفَوْهَا“ (میں ہی فق و فخر راہام کرتا ہوں، میں ہی تنوئی الہام کرتا ہوں۔ چناؤ انسان کو دیتا ہوں۔) انسان کے پاس choice ہے۔ ہزار ایک سالیک choice... جب آپ کسی دکان پر جاتے ہو اور آپ کو کسی بڑی مخصوص چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو بندہ بلا اعمارت آپ کی ذاتی تسکین کا باعث تو بن سکتی ہے مگر آپ کو ضرورت کچھ نہیں پہنچا سکتی اور آپ صرف سیر و سیاحت کے بعد باہر آ جاتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ کی مطلوبہ شے کسی عمارت میں، کسی دکان میں کسی بڑے ہی گھسے پٹے دکاندار کے پاس پائی ہو تو question یہ پیدا ہوتا ہے کہ What are you interested in کیا چیز چاہیے آپ کو؟ آپ کو دوسری عمارتوں کی بندی اور خوبصورتی چاہیے یا اپنے مطلب کی چیز جو جہاں سے ملے وہ چاہیے۔ خدا حد کریم نے choice کا طریقہ کار انسان کے بس میں نہیں دیا چاہے اس کے ارد گرد جب ارض ہی کیوں نہ آباد ہو، چاہے اس کے ارد گرد کیسے ہی خوش آمدت خیالات کیوں نہ ہوں۔ وہ جس خیال کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اس کو وہ obsession بناتا ہے اسی کو وہ اپنی جستجو کا محور بناتا ہے اور اسی کی وہ تلاش کرتا ہے۔ اس لیے خواتین و حضرات! میرا خیال نہیں ہے کہ آپ سوچتے ہو، میرا خیال یہ ہے کہ خدا قرآن الہام کرتا ہے کیونکہ جب اس نے اپنی صفات کو انسانی شروع کیں، جب اس نے انسان کو گونا گونا شروع کیا کہ میں تو تیری اس چیز کا بھی مالک ہوں، میں تیری زندگی کا مالک ہوں، تیرے عزیز و اقارب کا مالک ہوں، تجھے رشتے مانتے عطا کرنے والا ہوں، میں تیرے پہلے اور آخری سانس کا مالک ہوں، میری وجہ سے تیری تعلیم ہے، میری وجہ سے تیری اہلیت اور قابلیت ہے تو آخر میں اس نے بڑی خوبصورت بات کہی

”وَمَا تَشَاءُ وَاِلَّا اَنْ يُّشَاءَ اللّٰهُ“ (تکوین ۸۱: ۲۹)

(تم چاہو بھی نہیں سکتے اگر اللہ نہ چاہے)

سوال: ڈاکٹر طویل مستطو اور حکیم کے کسی انداز میں جس میں Open discussions ہوتی ہیں، Close discussions ہوتی ہیں اور ایک انداز جو پروفیسر صاحب بڑے عمر سے

اپنائے ہوئے ہیں۔ آغاز میں ہم نے کوشش کی تھی کہ ہماری محفلیں کسی نہ کسی حد تک interactive ہوں۔ اس کا ایک element as questions and answers آج تک چلتا رہا۔ اب اس کو تھوڑا سا تبدیل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اپنی اور آپ کی سمجھ اور تربیت کیلئے محترم استاد سے میں ایک سوال کروں گا، کہ خیال ایک تو innate ہے جو کہ ایسا خیال ہے جو لہر ایک کے پاس موجود ہو۔ یہ وہ instinctive behaviour ہے وہ جبلتی رویہ ہے جو کسی تربیت کا محتاج نہیں اور یہ رویہ ہر جانور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ انہی بنیادی رویوں کی مدد سے، انہی بنیادی جبلتوں کی مدد سے۔۔۔۔۔ inquisitive ہے اور curiosity بہت ساری تربیت کا باعث بنتی ہے اور ایک خیال کی رو پر دوسرا خیال ستوار ہوتا ہے۔ اس طرح خیالات سے ایک ٹمارت وجود میں آتی ہے۔ استاد نے فرمایا کہ خیال یہ روشنی ہے external ہے۔ یہ اندر موجود بھی ہے تو آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ یہ اندر سے نہیں، باہر ہی سے آیا ہے کیونکہ ہمیں وقت تحقیق اللہ نے ہمارے نفس میں فیہ اور شروہوں ہی feed کر دیئے ہیں اور ہمیں ایک صلاحیت عقل و شعور بخشی کہ جب وہ ہمارے مشاہدے سے، ہمارے احساس کی دنیا سے گزریں تو ہم اس عقل کی روشنی میں اور پھر اپنے تجربے کی مدد سے تفریق کریں کہ کیا خیال قابل قبول ہے یا نہیں ہے۔ خیر اور شر کی تیز عقل کے ذریعے وہ دونوں خیال ہمیں ابھام گئے۔ لیکن پوچھنا میں یہ چاہوں گا کہ اللہ نے ذکر کیا کہ جب ان کے دل سے، میرے بندوں کے دل سے کوئی خیال ناسد گزرنا ہے تو وہ چونک اٹھتے ہیں۔ سوال میرا استاد سے یہ ہے کہ میں ذرا اس کو different بنانا نے کو کوشش کر رہا ہوں کہ وہ چونک اٹھتے ہیں تو وہ کون چونک اٹھتا ہے؟ کیا وہ عقل چونک اٹھتی ہے یا تجربے سے محفوظ شدہ معلومات کی بنیاد پر اس نفس چونک اٹھتا ہے؟ کیا کبھی نفس بھی عقل کے قابل ہو جاتا ہے؟ کیا نفس بھی کبھی چونک اٹھتا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! ڈاکٹر صاحب نے بڑی مقبول باتیں کہی ہیں۔ جنہی خیالات جو نادانوں میں شامل ہیں یہ وہ الہامات نفس ہیں جس کے بارے میں شاید کوئی change نہیں لا سکتا جیسے کائنات میں جبر کی کچھ کیفیتیں ہیں، جنہیں ہم change نہیں کر سکتے جو ہماری زندگی کیلئے، ہمارے قیام زمین کیلئے، ہمارے آخر تک جانے کیلئے ضروری ہیں جیسے سورج ہے چاند ہے ستارے ہیں، کشش ہے، پانی ہے، سمندر ہے جن کو ایک جبری مادہ سے زمین پر بچھا دیا گیا کہ جب حضرت انسان آئے تو ان سے استفادہ کرے، اپنی زندگی گزارے اور با آرام زمین

پر ہے مگر ان جملوں میں فائدہ ہے چونکہ فائدہ ہے جاملے یہ بر انسان میں common ہوں گی
 و جوی احکامات ہیں کہ شاید میں نہیں اگر قرآن کی کسی آیت سے خمیرہ دوں تو میں یہی کہوں گا کہ
 یہ آیات و نصوص ہیں۔ جیسے قرآن میں کچھ آیات و نصوص ہیں، اس طرح کچھ الہامات انسان کے
 دل میں محکم ہیں ان میں تبدیلی نہیں آ سکتی جیسے survival سیکلے ہو کہ ہے، جیسے جان بچانے
 سیکلے aggression ہے، جیسے بچہ پالنے سیکلے ممتا کی محبت ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اس نے
 common الہامات کے ہیں اور ان سے گریز ممکن نہیں ہے مگر اس سے آگے بڑھتے ہوئے
 خیالات کی جو catagory تاری طرف issue ہوتی ہے وہ special choice کی ہے
 وہ آپ کے تعلیمی مرتبہ پر بنیاد ہے، آپ کی سوچ اور فہم پر ہے۔ جو آپ کو خدا تعالیٰ دیتا ہے اور جس
 معیار کی تعلیم دیتا ہے وہ تو قی کر رکھتا ہے کہ ان معیارات کی بنا پر آپ اس کے حق میں یا اس کے
 خلاف فیصلے کریں گے۔ چونکہ ایک آیت قرآنی بہت واضح ہے، جیسے میں آج کو سورہ دھر کی آیتیں
 سنا ہوں تو وہاں ایک biological progress کے بعد انسانی عقل کا واحد مقصد بتایا گیا
 ہے ”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۚ إِنَّا خَلَقْنَا
 الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ ۖ كَذَرْتُمُ الْإِنْسَانَ كَاتِلًا ۚ ذَكَرْتُمُ الْجِبَالَ نَقِيًّا ۚ ذَرْتُمُ
 الْبُلْدَ حَرًّا ۚ إِنَّا جَعَلْنَاهُ سَعِيًّا ۖ وَبَصِيرًا ۚ“ اسے سماعت دی، بصارت
 دی مگر آگے یا رہا فرمایا ”إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ۖ إِنَّمَا شَاكَرَ وَإِنَّمَا كَفُرًا“ (میں نے اسے عقل
 و شعور، سمجھ سوچ بخشنے کے بعد یہ چاہا کہ اب یا تو یہ مجھے مانے یا میرا انکار کر دے) مگر غور کیا جائے تو
 میرا خیال یہ ہے کہ ممتا پر غلبہ صرف اتنی ہے کہ خدا کے بخشے ہوئے الہامات میں سے وہ فیہ کو چھٹا
 ہے یا شر کو۔۔۔ اگرچہ وہ فیہ و شر دونوں کا خالق ہے اور packeting دونوں طرف کی اسی کے
 قبضے میں ہے negative ideas کے packets بھی اسی کے ہیں اور اگر آپ غور کرو تو
 خیال کیا نہیں ہوتا، یہ میں نے پہلے بھی کسی پتھر میں آپ سے بات کہی ہے کہ جیسے باقی چیزوں کی
 نسلیں ہیں، انکے ماں باپ ہیں، ان کے بیٹے ہیں۔ خیال کے بھی ہیں۔۔۔ خیال کے بھی ماں باپ
 اور دادا، دادا کی موجود ہیں، اس کی بھی اولادیں ہیں۔ ایک خیال multiply کرنا ہے
 castes میں، catagory میں۔۔۔ اور اس کے توسط سے باقی خیالات پیدا ہونے شروع ہو
 جاتے ہیں تو اگر یہ full packets ہوں اور انسان کی حلقوں مزاجی کو دیکھا جائے تو کوئی
 بھی خیال کسی بھی وقت آگیا نا ختم ہو کر دوسرا شروع ہو سکتا ہے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے اندر جو

بھی خیال آتا ہے وہ ایک regular حالت پہنچے گا ہے وہ کتنی ہی ہو پورے خاندان سمیت آتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ خاٹ کی ایک family ہے جو شکوک و شبہات میں، وساوس میں، جادو میں، عمر میں اس قسم کے خیالات میں مسلسل ہم پر حملہ آور ہو رہی ہے۔

اگر آپ psychosis کا مطالعہ کریں، انسانی تیاریوں کا مطالعہ کریں تو ان میں ایک چیز آپ common پائیں گے کہ ان تمام تیاریوں میں ایک ہی خیال کا اور اسکی نسل کا تو اثر پایا جاتا ہے اور جتنا یہ ہے کہ اس بندے سے اگر آپ کہیں کہ آپ ایسے نہیں ہو اور اگر ساری دنیا مل کر اسے کہے کہ آپ ایسے نہیں ہو تو پھر بھی وہ کہتا ہے کہ مجھے جسم میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے جیالا۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ you are right تو اسکی وجہ اس خیال کی گرفت اور اس خاندان کا جم جانا ہے بلکہ ایسے لگتا ہے کہ جن و نیک دووں خیالات کی دنیا میں رہتے ہیں اور جب ہم خیال خیر کو چنتے ہیں تو اسکا بھی خاندان ہے۔ کبھی دیکھیں کہ ایک خواہش سے دوسری خواہش issue ہوتی ہے، ایک خیال اثر سے دوسرا خیال اثر issue ہوتا ہے۔ جب یہ خیالات ہوتے ہیں تو بعض اوقات situations میں بھی ان کی ایسی ہی continuity ہے۔ ایک شخص مسجد میں جاتا ہے، نماز پڑھتا ہے، پھر اس کو مزید دلچسپی ہوتی ہے اذان پر بھی دل کرتا ہے، پھر اسکو قرآن سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے قرآن پڑھنا شروع کرتا ہے۔ ایک دوسرا شخص ہے جو شراب خانے کا رخ کرتا ہے، اسکو پھر اسکی معتولات اور غیر معتولات کے تسلسل سے واسطہ پڑتا ہے۔ میں نے جیسے پہلے بھی آپ سے کہا کہ اس بارے میں، میں شاید ساری دنیا کے لوگوں سے مختلف سوچ رکھتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ دماغ receptive ہے فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ ابھی بڑے خیالات کا انتخاب کرتا ہے۔

خواتین و حضرات! جب آزادی پیدا ہو اور آبادی زیادہ نہیں تھی، جب لوگ زیادہ نہیں تھے تو اللہ چند لوگوں پہلے ایک موچی بھیجا کرتا تھا، ایک درزی بھیجا کرتا تھا، locally اس سے barter system چلتا تھا۔ جب آبادی بڑھ گئی تو لوگوں کو نہیں، اللہ کو لوگوں کی ضرورتوں کا خیال آیا۔ ہر دور کی ایجادات کا اگر آپ تجزیہ کریں تو کہیں تباہی اور بلاکت پہنچے، تو کہیں بچت اور مہربانی پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایسے professions create کئے جو اس وقت کے لوگوں پہلے مناسب تھے۔ اگر تمہوڑا سا اور غور کریں تو آج سے ستر سال پہلے آف کے T کے سارے systems، یہ پٹے نہیں تھے۔ کتنے لاکھوں کروڑوں لوگوں کی زندگی کا انحصار اب

business administrations اور T.I. پر ہے کہ پہلے یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا اور یہ subjects exists بھی نہیں کرتے تھے۔ جوں جوں population بڑھتی چلا گیا کے ذرائع زندگی جیسے خدا علم و عقل میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اور ان کو اس قسم کے خیالات الہام کرتا ہے نئی ایجادات الہام کرتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیوں نہیں کرتا؟ خواہ تین حضرات! معقول سوال یہ ہو گا کہ سارے مغرب کو ہی کیوں دیتا ہے، مشرق کو کیوں نہیں دیتا تو میرا خیال یہ ہے کہ اسکی واحد وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے بہت عرصے سے اپنے رسول ﷺ کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ

”طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة“

ہم عظیم وڑ بیت چھوڑ گئے، ہم جذباتی باتوں میں پڑ گئے، ہم شاعری میں دلچسپی لینے لگے، ہم نے معقول scientific attitudes اختیار نہ کئے بلکہ کم فہم مذہبی علماء کی وجہ سے ہم نے sciences کے خلاف اپنے گرد حصار بنالیا۔ ہم زیادہ تر arts کی تعلیمات میں رہے ہمارے اندر وہ غلو کی محنت نہ رہا ہم پیسے کے فریب میں پڑ گئے، ہم پیشوں کے تقدس کی بجائے ان کی تجارت میں پڑ گئے۔ ہمارے ذاتی احساسات کمزری ہو گئے وہ اعلیٰ ترین حکیم کے مقاصد میں مائل ہو گئے۔ آج تک کسی سے نہیں سنا، بہت کم میں کسی ماں سے سنتا ہوں، بہت کم کسی باپ سے سنتا ہوں کہ میں اپنے بیٹے کو سائنسدان بنانا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا خیال میں کوئی جدت طرازی کرے۔ اگر ہم ایسے ہوتے اور ہم خدا سے آرزو کرتے کہ ہمیں بھی اپنے اس علم میں سے، حکمت میں سے عطا کر اور یہ یاد رکھیں کہ سائنس تمام تر حکمت بجا اور خدا جہ کریم فرماتے ہیں

”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ“

(جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں)

”وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“ (البقرہ ۲: ۲۶۹)

(اور جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیر کثیر عطا کر دی۔)

مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس خیر کثیر کے طلب گار بڑے کم ہو گئے، scientific attitude ختم ہو گیا جس کی وجہ سے دنیا ہمیں طعنہ دینا شروع ہو گئی کہ مذہب اسلام science کے خلاف ہے۔

کارل سیگن بڑا مشہور cosmologist ہے۔ آپ اندازہ کیجئے۔۔۔ آپ کو بھی

اس بیان پر شرم آئے گی، مجھے بھی آئی کہ کارل سیگاں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مسلمان sciences کے شدید خلاف ہیں جیسے باقی مذاہب ہیں اور وہ اس نے یہ دی اس نے quote کیا کہ شیخ الحرمین شریفین شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا کہ جو بظلموں کے خلاف بات کرے گا، جو زمین کو گول کہے گا۔ اور ہم پر ثابت ہے کہ زمین چمپی ہے۔ اس کو مردود قرار دیا جائے گا، اسکو باخبر قرار دیا جائے گا۔ خبردار! کوئی تم میں سے ایسا نہ ہو جو زمین کو گول کہے اور یہ کہ اس کو سزا دی جائے گی۔

خواتین و حضرات! قرآن تو یہ نہیں کہہ رہا تھا۔ آیات الہی تو نہیں کہہ رہی تھیں یہ تو ایک مسلمان تھا جو scientist نہیں تھا، جس کو علم سے کوئی رغبت نہیں تھی جو ایک معمولی سا عالم تھا، جس کو ہم نے عزت و وقعت دے کر شیخ الحرمین بنا دیا تھا، یہ تو اس بیان تھا۔ کارل سیگاں نے حماقت کی، ایک حتمیہ بیان دیا وہاں ہمیں اپنے احسن عالم کا بیان غور و فکر میں لانا پڑتا ہے کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان علماء نے اصل حدیث پر عمل نہ کیا: ”حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس بات کا علم نہ ہو اس پر رائے مت دو“ کیا اس پر فتویٰ نہ دو تو اس قسم کے معمولات کی وجہ سے مسلمان sciences میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ الحمد للہ شاید آج کی نسل، آج کے لوگ ان علوم کو رجوع کر رہے ہیں اور امید ہے کہ جیسے انہوں نے انٹرنیٹ field میں مغرب سے زیادہ صحیح اور اصل ترقی کی ہے، آج کے لائقوں میں وہ sciences میں نائن ماٹھ و تعالیٰ اہل مغرب سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ sciences میں دو عناصر ہوتے ہیں، جستجو اور محنت اور وجدان۔ وجدان اللہ کے فضل سے دہل اسلام میں بہت بجا اور رہا۔

سوال: آپ نے اگست کے پتھر میں فرمایا تھا کہ ستمبر 2008 تک سیاسی setup میں تبدیلی آئے گی اور اب تو فروری ہو گیا ہے۔ آپ پاکستان کے مستقبل کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

جواب: میں نہ تو کوئی دعویٰ بخدائی اور نہ ہی کوئی دعویٰ دولاہت رکھتا ہوں۔ تھوڑی سی کوئی اگر میں اپنے بارے میں بات کہوں تو تجربہ کا تحصیل علم میں تھوڑی سی غلامی، مگر دو پیش ضرور مجھ میں موجود ہے۔

میرا خیال یہ کہ یہ تبدیلی آچکی ہے۔ آپ ایک فرد پر اس تبدیلی کا گمان کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اسی مینے میں جس میں نہیں نے کہا تھا، بڑی بڑی وہ ہمتیاں جو دنیا میں مکران

تھیں۔۔۔۔۔ واصل آپ کے نگران اسٹے بڑے ہی نہیں ہوتے کہ ان کو صاحب اقتدار سمجھا جائے مگر وہ صاحبانِ اقتدار جو ان کے پس پشت تھے اور وہ جوان کو گائیڈ کر رہے تھے۔۔۔۔۔ ان کے ذوال کی اگر تاریخ دیکھیں تو وہی دن ہیں اور جب بڑے گروہر جائیں گے تو چیلے تو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔۔۔۔۔ اب وہ بڑے بڑے بادشاہان مصر جن کو بڑے گھمنڈ تھے اور جن کی زبانوں سے مسلمان سنیٹے شعلہ افشائیاں ہوتی تھیں اور جو اپنے آپ کو زمین کے اقتدار اعلیٰ کے مالک سمجھتے تھے جو قوم مالین میں سے تھے اب ان کا حشر تو آپ دیکھ ہی رہے ہو۔ اب کہاں گئی وہ زبان؟ کہاں گئے وہ دوائے کذب و افتراء؟ کہاں گئے وہ شینٹا و وقت جو بات بات پر اپنے آپ کو مسیحاے زمانہ کہتے تھے؟ اب ان کو اپنے ہی ملک میں ذلت و رسوائی کا سامنا ہے اور یہی تو تھا آپ کے نگران، اور کس کو آپ نگران سمجھتے ہیں۔ اگر اندازہ کرو تو اس مینے سے ہی حالات بدل رہے ہیں۔

سوال: آپ کی ذات کے متعلق کافی repeat ہوا ہے یہ سوال کہ آپ سائنس کی ترقی سے کب تک آنکھ چراتے رہیں گے اور میڈیا پر اسلام کو انتہائی غیر مؤثر علماء کے ہاتھ میں غیر محفوظ اور معتبر ہونا دیکھتے رہیں گے؟

جواب: خواتین و حضرات میڈیا معتبر ذریعہ ہے ہی نہیں۔ آپ یقین جالیے کہ میڈیا اس جیسی ایک محفل کا انعقاد نہیں کر سکتا۔ میڈیا کے کسی فنکشن کے طلبہ یا آپ کو ہزاروں میں نظر آئیں گے اور cards ختم ہو جائیں گے، گیت بند ہو جائیں گے نگرانِ ملا کو دیکھیں اور اس علم کی تریل کو دیکھیں کہ جو جو اس سوال سے گھبراتے ہیں، جن کے علمی حقائق اپنے مضمومات تک بند ہوتے ہیں اور جو ساری باتوں کی تری ہوئی خواہشات لے کر میڈیا تک جاتے ہیں۔

میڈیا تو pampering agent ہے۔ میڈیا تو ذلت و انسان کی ایک پیاری ہے۔ میڈیا تو ہر پندرہ منٹ کی نعت کے بعد ایک بڑا رنگین dance کا ہے اور عزم کے دس دنوں میں دیکھا ہے کہ ادھر تو ایک مرثیہ لگا ہوا ہوتا ہے اور قصابہ مدح ملتی ہو رہے ہوتے ہیں یا حضرت سید حسینؑ کے ماتم ہو رہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی جب قہوڑی دیر سنیٹے وقفہ ہوتا ہے تو تمام پروگراموں پر خاک پڑ جاتی ہے۔ ایسے مرؤ و کو کیا کرے کوئی۔۔۔۔۔ آپ پا جے ہو کہ یہ وقتوں کی لعنت مجھ پر بھی گرے اور ہم بھی اسی ذلت کا شکار ہوں کہ اللہ کی بات کرتے ہوئے، ساتھ ”بیل گم“ کا اشتہار بھی دیکھیں تو میں اس قسم کے کسی فریبی میڈیا میں نہیں آنے والا۔

سوال: سوال ہے چرے کے پردے کے بارے میں کہ چرے کو ڈھانپنا چاہیے یا نہیں ڈھانپنا

چاہیے؟

جواب: قرآن میں تمنا ہے کہ جو چیزیں مکمل ہیں، سوکھتی ہیں۔ چہرے کو ڈھانپنے کا تو کوئی ایسا سخت حکم نہیں ہے۔ یہ تو عورتوں کا اپنا Defensive mechanism ہے۔

بہت ساری خواتین کو جب میں نے دیکھا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم پردے میں اپنے آپ کو محفوظ تر سمجھتے ہیں۔ تجابات کی اس دنیا میں خواتین اپنے دوی غمزرہ جاتے ہیں کہ اگر وہ چادر یا پردے کے بغیر تھیں تو ان کو اپنے احساس کے مطابق ایسی ہزاروں نظروں کے حصار سے گزرا پڑتا ہے تو یہ وری نہیں ہے کہ جڑیں ازاؤ تجسس کسی خاتون کو دیکھے وہ غلطی ہو کیونکہ خدوہد کریم نے فرمایا ہے کہ میں نے زوجین میں اتصال کی کشش رکھ دی ہے obviously وہ چاہے کسی بھی عمر کی ہو، وہ اتصال جو جلی موجود ہے وہ کسی نہ کسی طریقے سے imbalance کتا ہے دونوں sexes کو اور یہ یہاں ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ اگرچہ مغرب بہت آزاد ہے، بہت free ہے مگر وہاں اگر کوئی مرد ایک عورت کو ذرا توجہ سے دیکھ لے تو شاید وہ police میں رپورٹ کر دے تو سوال یہ ہے کہ اتنی آزادی میں کسی کا گھومنا کسی کو کیوں برا لگتا ہو گا۔ وہاں ان کے complexes کچھ اور ہیں۔ وہاں ذرا گہری نظر سے دیکھنے کا مطلب ہے کہ یہ کوئی serious killer بنا اور مجھے مارنے کیلئے پیچھے آ رہا ہے۔

ہماری خواتین کو چونکہ توں تجابات سے، شرم سے، حیا سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کو باوجود کوشش کے چادر میں تحفظ کا احساس ہوتا ہے جو مردوں کی دین نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے constitutional self کے تحت ان کا اپنے آپ کو ڈھانپنا، وہ سمجھتی ہیں کہ باعفت نہ ہونا ہے۔ باقی چہرے کا اور باتھوں کا اور ان چیزوں کا خدائے ذکر کیا ہے کہ جو نہیں ڈھانچی جاسکتیں ان کو ڈھانپنے کا حکم نہیں ہے۔

اب یہ تو غلط بات ہے کہ کوئی "مشکل کاٹ" کی صورت میں جب برقع نکلا تو ایک حد ہو گئی ڈھانپنے کی اس میں چہرہ ڈھانپنا جاسکتا ہے اور رستہ دیکھا جاسکتا ہے مگر پھر بھی میرا خیال یہ ہے کہ سائیزیں نہیں دیکھی جاسکتیں۔ سیدھا تو دیکھا جاسکتا ہے مگر اور ڈھانپنا دیکھا جاسکتا تو بہر حال آج کے زمانے میں، اتنی congession کے زمانے میں جہاں انسان چلتے ہیں سڑکوں پر لاکھوں کے جھوم میں، ہزاروں کے جھوم میں اگرچہ کھلا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ اس پر قرآن زور دیتا ہے نہ حدیث زور دیتی ہے۔ باقی عورتوں کا اپنا تھوٹی ہے کہ وہ کہاں تک اپنے

چرے کو چھپائیں، بیان کی اپنی مرضی ہے۔

سوال: جحشاں کے قدموں کے نیچے ہے لیکن معراج کی رات آپ ﷺ نے سب سے زیادہ عورتوں کو جہنم میں دیکھا تو جس کے قدموں کے نیچے جنت ہے اس کی خدمت کرنے والا جنت میں جائے اور خود صاحب جنت جو بیوہ و یتیم کی راہ اختیار کرے، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: جنت کوئی ماں کی میراث نہیں ہے۔ جنت اس طرز عمل کا نتیجہ ہے جو ایک بچہ ماں کے لیے روار کھتا ہے۔ یہ کوئی ایسی جائیداد نہیں ہے جو ہر ماں کے پاس موجود ہے۔ ماں اچھی بڑی ہو سکتی ہیں مگر طرز عمل یہ ہے کہ جس ماں نے بچے کو بڑے مشکل حالات میں... چاہو کیسی بھی ماں ہو، جاگ کے سو کے، صبح سے پالا ہوا ہے اس کی خدمت کی ہوئی ہے۔ اس کی خدمت کا احسان نہ ماننا بہت بڑی احسان فراموشی ہے اور اللہ کو احسان فرموش کسی قیمت پر پسند نہیں ہے تو ماں کی خدمت کا دراصل مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے خیال سے متفق ہو یا اس کے ہر order کی تعمیل کرنا بلکہ اللہ نے اس میں عورت کا ذکر تک نہیں کیا اور قرآن نے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہارا باپ اور بھائی تمہیں غلام مشورہ دیں تو نہ کرنا بلکہ خدا سے ڈنا اور خدا کی باتوں پر عمل کرنا، یعنی آج کل کے زمانے میں بھی خدا تو یہ منع کر رہا ہے کہ سچ کے راستے میں باپ اور بھائی کی بات بھی نہ ماننا۔

قرآن کی آیت بھی میں نے سنائی تھی کہ اگر انصاف کرنا ہے تو پھر یہ نہ دیکھنا کہ باپ کیا کہہ رہا ہے ماں کیا کہہ رہی ہے، رشتہ دار کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر خدا کا ساتھ دینا۔ اس صورت میں کیونکہ خدمات انسان کا مطلق ہے اور ماں، بہنائی، مشکل اور انتہائی بے چین خدمات سرانجام دیتی ہے جو اپنے بچے کو پالتی ہے تو بچے پر فرض کیا گیا کہ وہ اس ماں کا حق ادا کرے اور پوری خدمت کرے اور یہ تمام تر physical خدمات کے معاملے میں ہے مگر اگر ماں نیک ہو، بنا رستہ والی ہو، دما دہلی ہو تو پھر اس کے Mental decision کی پابندی بھی لازم ہو جاتی ہے مگر اگر ماں کو دیکھا جائے آج کے زمانے میں یا پچھلے زمانے میں تو خواتین و حضرات! خواتین کے فیصلے کچھ حدود میں محسوس ہوتے ہیں۔ ان میں اتنی وسعت خیال نہیں ہوتی جو normally بہت ساری دنیا کو دیکھتے ہوئے کوئی مرد فیصلہ دیتا ہے۔ بعض عورتیں کچھ شک نہیں کہ مردوں سے کہیں زیادہ سیانی ہوتی ہیں اور آج تو یہ کہا جاتا ہے کہ اکثر زیادہ سیانی ہوتی ہیں، اگر براہ منائیں مرد... بلکہ ہم تو آسانی سے کہنے کو تیار ہیں کہ آپ سیانی ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود دیکھنا یہ ہونا ہے کہ فیصلوں پر اثر انداز ہونے کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حق نہیں دیا بلکہ آپ خدا کے حضور جا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ

میں نے بے انصافی نہیں کی بلکہ ماں کا حکم ملا۔ یا آپ اللہ کے حضور رپیش نہیں کر سکتے۔

ہر انسان کو اپنی قدر و قدر کے مطابق جواب دینا ہے اپنی responsibilities کے مطابق جواب دینا ہے۔ اگر بات درست ہوتی کہ ماں باپ کے حکم کی تعمیل ہی کر کے نہ ہوتی تو پھر مشرکین کو تو بہت ساری جہتیں تھیں کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے ہی مذہب پر قائم تھے، انہی کی بات مان رہے تھے اور جب وہ مسلمان ہوئے ہوئے تو انہوں نے بہت بڑا جہاد کیا ہو گا ماں باپ کے خلاف..... بہت ساری ان کی مارا تھکی مول لی ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ کے والد ان کو سزا نہیں دیتے تھے۔ بہت سارے چچا اپنے بھتیجوں کو مارتے تھے۔ بہت سارے باپ اپنے بیٹوں کو سزا نہیں دیتے تھے وہاں اس وقت یہ بات غلط ہو گئی۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ قوتِ فیصلہ، اعلیٰ ترین اخلاق، قدر و شرف، یہ انسان کا اپنا responsible act ہے اور وہ اس کے لیے خدا کو جواب دہ ہو گا اور اس پر ماں باپ کا عذر نہیں لایا جائے گا مگر جہاں تک خدمت کا تعلق ہے physical خدمت کا تعلق ہے وہاں تمام مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ والدین کو آسرا دیں اور یہ دمانائیں، اس دماغ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے

”زَبَّ ارْحَمُهُمَا كَمَا زَيَّنَّيْنِي صَغِيرًا“

(اے اللہ ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں ہم پر رحم فرمایا۔)

مسوان: اسلام نے مردوں کو چار شاہدیاں کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ معاشرہ اس کو سختیں نکالے نہیں دیتا اور آج ہزاروں خواتین ایسی ہیں جو شادی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہیں اور اس وقت اس اجازت کے شرات سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا جا رہا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ یہ مومنو! آج تک کسی خاتون کو پسند نہیں آیا، صرف ہمیں لوگوں کو پسند ہے۔

خواتین و حضرات! میں بڑی important بات آپ سے کرنے لگا ہوں۔ اگر چہ شاید یہ مومنو! آپ کو important نہ لگے مگر جو بات میں آپ سے کرنے لگا ہوں بڑی important ہے۔ میں نے ایک دفعہ ایک American سے پوچھا تھا کہ Is your constitution allright کیا تمہارا قانون ٹھیک ٹھاک ہے۔ تمہیں سوٹ کرنا ہے تو کہنے لگا۔ "Damn this constitution" میں نے کہا: "یار کیا ہو! جی سختی کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے کہا "دیکھو جی ہم لوگوں نے انگریز کے خلاف جنگ کی تھی، تو اس لیے کی تھی؟ ہم

نے انگریز سے آزادی کیوں طلب کی تھی؟ "Because of taxes" اس نے مجھے کہا
 ”پروفیسر صاحب! ہم نے تو جنگ لڑی ہی اس لیے تھی کہ ان کے جو چند taxes ہم پر مسلط
 تھے ہم ان سے بڑی سخت نذرت کرتے تھے۔ تیار جب آزادی کا issue ہی نکس تھا۔ We
 mail box didnot want to be slave to England. How can i be happy with this American constitution? How can I be
 happy with this taxation system? You are so unhappy with your constitution, So
 unhappy with your general constitutional system. Do you dare to deny it?
 کی...؟ اس نے کہا ”میں وی جہد و جد کروں گا جو ممکن ہے۔ میں چاہوں، نہ چاہوں، بحیثیت
 ایک فرد کے مجھے اس قانون کو ہر صورت ماننا ہے اور میں اس کی تعمیل کروں گا۔“

خواتین و حضرات! بات بڑی important ہے۔ سنئے گا.... کہ دنیا میں کوئی ایسا
 قانون نہیں ہے جس سے لوگ متنق ہوں۔ چاہو کتنے ہی patriot کیوں نہ ہوں، کتنے ہی
 محبت کرنے والے کیوں نہ ہوں، کوئی ایسا قانون دنیا میں موجود نہیں ہے جس سے اس ملک کے
 رہنے والے متنق ہوں۔ میرے ایک دوست کی بیگم communist تھی۔ Russia سے
 آئی تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ Zaarist کے بعد جو Leninism آیا تو تم ان لوگوں
 کی حکومت کے دوران کیسے behave کرتی تھیں۔ اس قانون نے مجھے بتایا کہ ہم اس وقت
 بھی christian تھے مگر باہر کی حکومتوں کے خوف کی وجہ سے ہم نے کمروں میں، کاریڈورز میں
 چھوئے چھوئے خانے بنا رکھے تھے جن میں ہم حضرت عیسیٰ اور مریم کی تصویریں، نمائندگی چھپا
 کے رکھتے تھے اور جب بھی ہمیں موقع ملا، ہم جا کر عظیم Marry کی اور Christ کی
 worship کر لیا کرتے تھے۔

خواتین و حضرات! یہ صرف دو مثالیں ہیں۔ اب مجھے یہ بتائیے کہ باوجود اس کے کہ
 ہم مسلمان ہیں اور اللہ کو مانتے ہیں ہم خدا کے سارے قانون سے کیسے متنق ہو سکتے ہیں اس لئے
 ایک فرق ہے کہ باقی اقوام میں Constitutions are made to facilitate

those nations constitution اور قوانین کا بنیادی مقصد society کو مستحکم کرنا، اس کو سہولت دینا، اسے پائیدار بنانا اور اس پر کفرا کرنا ہے مگر Islamic society کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ خدا کا قانون ہمارے نفس کے خلاف ہے۔ ایسا دوسری قوموں میں نہیں ہوتا۔ دوسری قوموں میں تمام immoral addictions جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو وہ ان کو قانون بنا لیتے ہیں۔

America میں ہم جنس پرستوں کو انہوں نے Right of properties دے دیئے ہیں۔ Lesbians کو Right of property دے دی ہے۔ ہمارے Europe میں قانون بن گئے ہیں کہ یہ بدترین برائی ہے، ہم قانون بنا دیتے ہیں۔ ہم اس پر صرف مہر کا تھیں رکھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا مکان موجود ہے جس زمین پر کہ خدا کو بھلا کر بھی قانون میں اس قسم کی کوئی permission نکل سکتی ہے خدا تو قوم ماد و ثمود پر لعنت بھیجتا ہے اور ان کی مزار میں یہ کہتا ہے کہ اس بدکار قوم کو میں نے اپنے گنہگاروں کے لئے زندہ چھوڑ دیا ہے۔ اللہ اتنے جہاں میں ہے اتنے غضب میں ہے اس قوم پر..... کیا اس خدا سے آپ اس فعل شنیع کی اجازت لے سکتے ہیں؟ نہیں لے سکتے۔ Absolutely not

”لَا تَقْبَلُوا لَهُ لَكُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ“ (یونس: ۱۰)

(اللہ کے کلمات نہیں چلے۔)

خواتین و حضرات! یہ قانون چونکہ ہماری جنسوں کے خلاف کھڑا ہے، ہمارے خیالات کے خلاف کھڑا ہے، ہمارے romanticism کے خلاف کھڑا ہے تو نتیجہ کی بات یہ ہے کہ ہماری قوم میں رجحان یہ آ گیا کہ ہم اللہ کو deny نہیں کرتے ہیں، اسلام کو deny نہیں کرتے ہیں، جو قانون پسند ہو اس کی حمایت رکھتے ہیں، جو نہ پسند ہو اس کے خلاف چلے جاتے ہیں چونکہ عورتوں کو اس قانون میں برائی لگتی ہے تو عورتیں اس کے خلاف ہوں گی اور مردوں کو کوئی اسلام کا قانون برا لگتا ہے تو وہ اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ ہم نے یہ نیا طریقہ کار نکالا ہے کہ ہم اسلام کو مانتے ہوئے بھی، خدا کو مانتے ہوئے بھی، کچھ قانون تو اس کے بالکل صحیح سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اس پر بحث کر رہے ہوتے ہیں مگر کچھ قانون جو ہمارے romanticism کے خلاف جاتے ہیں، اس کی ہم مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی نیک اور مسلمان عورت اس قانون کی مخالفت نہیں کرے گی۔ اسی طرح کوئی نیک اور مسلمان مرد اپنی عورت کو تکلیف دینا پسند نہیں کرے گا۔ میں نے پہلے

بھی حدیث پر مبنی ہے کہ جس نے اپنے خیال کو سہولت اور سکھ نہیں دیا وہ تو مسلمان ہی نہیں سمجھا جاتا مگر ہم جب پیسے دینے کی باری آتی ہے، خواتین کو facility دینے کی باری آتی ہے تو ہم قرآن quote کر دیتے ہیں کہ اللہ نے ہماری حکومت کا درجہ یہ رکھا ہے چپ کر جاؤ۔۔۔ اور جب عورتوں کی باری آتی ہے تو وہ قرآن میں سے اس آیت کے خلاف اپنی reasons نکال لیتی ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

شروع سے تعدد و ازدواج زیادہ تر اس وجہ سے رہا کہ مرد جنگوں میں مصروف رہے بے شمار عورتیں بچی رہیں۔ یا بھی کل کی بات ہے کہ ایک یورپی عورت نے مجھ سے ایک دفعہ کہا کہ Your Prophet was very clever اسکو صحیح نقطہ تو آئے ہی نہیں تو اس نے کہا Your Prophet was very clever میں نے کہا: ”وہ کیسے؟“ غصہ تو مجھے بھی آتا تھا تو اس نے کہا ”اس لیے کہ ہم اتنی عورتیں اس جنگ میں مردوں کی وجہ سے خالی ہوئیں تو ہمیں اگر عزت کا کوئی مقام مل جاتا، کوئی کمرل جاتا، کوئی ہمیں عزت اور آبرو سے روٹی مٹانے کا ڈھنگ مل جاتا، کوئی protection مل جاتی government کی تو ہم کتنے آرام سے زندگی بسر کر لیتے مگر اس کے بدلے جو ہمارے گھر بار خالی ہو گئے، ہمارے مرد جنگوں میں مارے گئے تو ہمیں مٹاؤ باز کی طرح treat کیا گیا۔ This is one of the strong reasons کہ یورپ کا ادب بدل گیا اور ایک مشہور فلسفہ وجود پیدا ہوا جسے ہم Existential literature کہتے ہیں۔ ”وہ کائنات“ نے جب پنڈلین کے وہ دردناک اور ہولناک واقعات اپنی کتاب میں لکھے ہیں جو عورتوں پر اس وقت جتے جب ان کے وارثین نہیں رہے، جب مرد جنگوں میں مارے گئے مگر اللہ کا بھی شریک میں یہ نوبت نہیں آئی۔ یہاں خدا کو ماننے والے ہیں۔ عورتیں بھی، مرد بھی۔۔۔ میں نے ایک long list پر مبنی عورتوں اور مردوں میں جو اللہ کا حکم ماننے والے ہیں تو اگر اس قسم کا کام کسی مذہب اور بشری حاجات کے تحت کر لیا جائے تو اس میں میرا خیال ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: جناب پروفیسر صاحب! آپ چوگانے آپ کو ایک نام سنا شخص بیان فرماتے ہیں تو غلط بیانی کرنے والے کو کون سے ذمے میں تھیں گے اور کیا آپ سے کوئی غلط بیانی سرزد نہیں ہوتی جبکہ سوائے خواص کے کوئی سائل آپ کے پاس اپنی گزارشات لیکر آتا ہے تو باوجود لاکھ کوشش کے آپ سے ملاقات نہیں ہو پاتی، نہ سائل کے دکھ کا مداوا ہو پاتا ہے۔ کیا آپ سے جے کا

طریقہ کار یہی مرتب کیا گیا ہے تو پھر عام آدمی کی رسائی آپ تک کیسے ہو؟
 جواب: خواتین و حضرات! جب قہسیر بن ہو رہی تھی۔ بڑی پرانی بات ہے، خالد بن ولید کے پاس کوئی دس کے قریب soldiers تھے تو حضرت ابو عبیدہؓ حراج نے اسے کہا جو کاغذ رکھتے کہ خالد یہ جو قمار کا لشکر ہے یہ sixty thousand times strong ہے اور یہ ہماری طرف بڑھ رہا ہے تو کوئی اسے روک بھی سکتا ہے۔ یعنی جدھر سے attack ہوگا، ہم مار کھا جائیں گے تو خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ مجھے دس آدمی دو میں روک لینا ہوں تو ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے ابوسلیمان ماشا اللہ، اللہ کی بڑی آپ کو نفاہ حاصل ہے اللہ آپ پر بڑا مہربان ہے، آپ زمانے کے سب سے بڑے جنگجو اور دلیر ہو مگر یہ average کیا حق ہے؟ دس آدمی ساغھ ہزار کیسے روکیں گے؟" تو خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ اس پورے لشکر نے ایک ایسے پہاڑی دڑے سے گزارا ہے جس میں صرف تین بندے at a time گزر سکتے ہیں اور میں دس بندے جو جنوں گان میں سے جو عرب کا محاورہ ہے کہ ایک بندہ ایک ہزار کے برابر ہے تو میں اس دڑے پر قابض ہو جاؤں گا۔ جب قہسیر بن کا خلاصہ یہ ہے کہ شام تک غسانوں کے کوئی تین ہزار آدمی مارے گئے اور وہ آدمی شہید ہوئے جس میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ بھی تھے اور یہ ایک عجیب و غریب جنگ تھی جس میں اتنا بڑا لشکر صرف دس آدمیوں نے روکے رکھا (شام میں)۔

خواتین و حضرات! بڑی عجیب سی بات ہے اس بات کے جواب میں یہ بات سنا رہا ہوں تو عرض یہ ہے کہ ایک اکیلا بندہ کتنے بندے روک سکتا ہے؟ کتنے آدمیوں کو دن میں مل سکتا ہے اور یہ جو ڈاکٹر صاحب سوال پڑھ رہے ہیں میں انکا آٹ آپ کو واقعہ سناؤں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ میرے چونکہ دوستوں میں، احباب میں اور جہاں تک میری علمی شناخت ہے اس میں آپ میرے بڑے قریب رہے ہیں، اللہ آپ کو مزید ترقی دے۔ آٹ میں بڑے رش میں ہوں تو کیا عجیب ہو کہ کچھ لوگ آپ سنبھال لو کیونکہ زیادہ تر لوگ قلعے میں تو Interested نہیں ہوتے۔ کافی دیر کے بعد اس خیال سے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرا بہت سارا کام کر دیا ہے، جب میں انھو کے ان کی طرف گیا تو یہ تیسرا بندہ ٹھکرا رہے تھے اس عرصے میں دو سو بندے میں نے قارٹ کر دیئے تھے اور ڈاکٹر صاحب تیسرا بندہ ٹھکرا رہے تھے۔

خواتین و حضرات! یہ جو technical way out ہے پاس ہوتا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ کسی کا دل دکھے اور یہ غلط ہے کہ میں ملتا نہیں چاہتا مگر ایک single آدمی ہونے کی

حیثیت سے میں مقدمہ و بھر کو شش کرنا ہوں کہ ہر حال میں گرمی، سردی، غار اور زرخش میں نہیں لوگوں سے مل سکوں۔ But unlukily I'm unable to کہ جو احباب مجھے جانتے ہیں، انہیں پتہ ہے کہ میں صبح تیارہ بجے راولپنڈی میں بیٹھتا ہوں اور کبھی کبھی رات تیارہ بجے وہاں سے اٹھتا ہوں تو آپ خود سوچیں کہ کتنا طویل عرصہ میں اس مشق و ملاقات سے گزارتا ہوں۔ جو کچھ اللہ نے مجھے استطاعت دی ہے وہ تو میں ضرور کرتا ہوں۔ باقی رہا گمان اور ہنگامی۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے آپ سمجھتے ہوں کہ یہ شخص انکساری کرتا ہے میں انکساری کبھی بھی نہیں کرتا۔ Basically I am a fighter in idea I am a sportsman ہے کہ میں ان معاملات میں کوئی غلط پائی نہ کروں جن کا تعلق علم سے ہے۔ میں اس انکساری کو مردود سمجھتا ہوں جس میں اپنے آپ کو اہمیت تو دی جا رہی ہے مگر وہ یہ مانگتا ہے کہ اس کا سا بھار میں جانا ہوں کہ یہ مگر فریب آئے کل کے قبل مسلک کو کتنا عزیز ہے۔ The fact is very simple. I don't consider myself a saint کہ آپ اس شخص کو کیا سمجھو گے، آپ اپنے آپ کو کیا سمجھو گے جس کی برچہ اداکاری ہے۔ پلک جھپکنے میں جو چیز لی جاسکتی ہے، جو ضائع ہو سکتی ہے، جس کو زمین سے اٹھا لیا جاسکتا ہے اس شخص کو اپنی ذات کی کتنی اہمیت محسوس ہو سکتی ہے؟ ایک فقیر کو جو ہر وقت اس حاجت روا کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے کس قسم کے تقاضے واسطہ پر اسکا ہے؟

خواتین و حضرات! یہ غلط فہمی ہی نکل جانی چاہیے۔ تکبر اے صرف جہالت کی اقسام میں سے ہیں۔ غرور صرف جہالت میں ہے۔

”وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْعٰوٰرِۃِ“ (ال عمران ۳: ۱۸۵)

(اور دنیا کی زندگی تو نہیں مگر دھوکے کا مال)

اس قسم کی کوئی چیز اگر میرے پاس ہوگی تو آپ یقیناً جانیے کہ پہلے میں یہ honesty آپ سے ہر توں بگا کہ I have no such quality.

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی رعوت، غرور اور تکبر اپنے طرز زندگی سے بچائے۔

”کبریائی اللہ کی چادر ہے جو اسے چھینتا ہے وہ اسے مبرا ذکر دیتا ہے۔“

ہمارے ذہنوں میں تو اس قسم کا ناقص خیال ہی نہیں آتا چاہیے۔ اس قسم کی کوئی غلط پائی مجھ سے سرزد نہیں ہوتی۔ جب میں کہتا ہوں کہ میں معمولی سا انسان ہوں تو میں ہوں۔ مگر تربیت کے انداز

میں فرق پڑا، ہے تحصیل علم میں فرق پڑا ہے۔ I have always said one thing in my book, "it is very common to be uncommon " اگر آپ نے کتاب میں پڑھا ہو تو میں نے بہت پہلے کہا تھا کہ It is very common to be uncommon, It is very uncommon to be common دوسری طرف ہوں۔

ڈاکٹر عبدالخلیل استاد نے فقرہ نقل نہیں کیا۔ جو میری پہلی ملاقات استاد سے ہوئی تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ آپ نے یہی کہا تھا مجھ سے کہ It is very common to be uncommon, it is very uncommon to be common If you want to be uncommon, be common انہوں نے چوتھا فقرہ سنایا تھا کہ Be common but don't have habits of common people

سوال: تبدیلی کے بارے میں سوال ہے

۔ دن پھرے ہیں منتظ وزیروں کے
دن بدلے نہیں فقہیوں کے
بر بادول وطن کا ہے مقروض
پاؤں نئے ہیں بے نظیروں کے

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مظلوم ہمیشہ مظلوم رہتا ہے۔ حالات نہیں بدلتے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ ظالم ہمیشہ ظالم نہیں رہتا، حالات بدلتے ہیں۔ آپ اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔
جواب: خواتین و حضرات! جنہوں نے اس سوال میں یہ observation دی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ ایک بڑی معمولی سی observation میں آپ کو دے رہا ہوں کہ انقلاب فرانس میں جو basically بورژوا bourgeois اور proletariat کا انقلاب سنا جاتا ہے۔ یہ بڑی فساد کی جگہ تھی۔ اس وقت قید خانے میں جو پھانسیاں لگتی تھیں یا جو بھی ہوتا تھا اس کے بارے میں ایک فقرہ مشہور ہے کہ: ”صبح کے منصف رات کے متحول ہوا کرتے تھے“۔ یعنی اتنی جلدی حیثیتیں بدلتی تھیں کہ صبح جو کیس سُن کر دوسروں کو ہزائمیں دے رہے ہوتے تھے رات ان کا کیس سنا جا رہا ہوتا تھا اور قتل ہو رہے ہوتے تھے اور سوئی چڑھتے تھے۔

اب یہ پاکستان کے اندر دیکھ لیجئے تو میرا خیال ہے کہ عروہ و زوال کی ساتویں اتنی قریب ہیں کہ ان کو وہ وقت بھی نہیں ملتا جس میں انکو مکمل بحال کی اجازت ہوتی ہے اور ہمارے ظالم اور مظلوم کی جو داستانیں مشہور ہیں ان میں حضرت حسین کا واقعہ دیکھ لیجئے! عجیب و غریب واقعہ ہے کہ پورے اہل بیت میں سے ایک مسموم سا بچہ حضرت امام زین العابدین کی صورت میں بچا اور جب زوال آیا تو بنو امیہ کے دو بچے زندہ بچے۔ ایک کی بجائے دو۔۔۔۔۔ جب بغداد کی فوجیں، عباسی فوجیں دریا کے کنارے پر تھیں اور سلطان عبدالرحمن (فد اعلیٰ) اور اسکا بھائی دونوں دریا میں تیر کے تیر رہے تھے تو انہوں نے آواز دی کہ دیکھو ہم تمہارا کچھ بھی نہیں کریں گے، تمہیں پورا تحفظ دیں گے، دوبارہ تمہارا تخت و تاج بھی بحال کریں گے، تم واپس آ جاؤ تو چھٹا واپس آ گیا۔

And there was only one man of the whole Ummayyads who escaped۔۔۔۔۔ جیسے انہوں نے اہل بیت کا ایک بندہ زندہ چھوڑا تھا، عباسیوں کی زد سے بھی صرف ایک بندہ Ummayyads کا نکل گیا اور وہ عبدالرحمن تھا یہ ٹیٹھ جات ہے کہ وہ ”عبدالرحمن اند اعلیٰ“ تھا اور ہسپانیہ کی سلطنت کھانی بنا۔

میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس سلسلہء کائنات کو دیکھا جائے تو History does not confirm this idea ظالم کو مظلوم بخنے ہوئے دیر ضرور لگتی ہے بلکہ اگر آپ غور کریں تو دور حاضر کے سب سے بڑے انقلابی لیڈر کارل مارکس نے بھی اپنا جو Basic dialectic thesis دیا ہے جدید لاتی تھیسس دیا ہے اس کی بنیاد Hagglian dialect پر تھی کہ جب ایک خیال پیدا ہوتا ہے تو اسکا equal ”دو خیال“ پیدا ہوتا ہے اور پھر ”دو خیال“ خیال پر غالب آتا ہے اور ایک synthetic خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دو طبقے جنگ کرتے ہیں، ظالم اور آزادی کی جنگ ہوتی ہے تو کچھ عرصے کے بعد آفاک کر ہو جاتے ہیں اور ظالم آفاک بن جاتے ہیں اور اس کے اسی تھیسس پر اتنے بڑے Communist pattern کی بنیاد پڑی ہے جو ایک Proletariat یا مزدور کے انقلاب کے لیے جتنی طور پر جدید کر رہا تھا اور ایک classless society کے vision میں تھا جو شاید زمین پر کبھی بھی نہیں آئے تو اس لئے یہ سوال Historical based نہیں ہے۔

مولوی فضل قرآن کے مطابق

”لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“

(اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)

پروفیسر احمد رفیق یہ جو مولوی صاحب نے بات کی ہے قرآن کے حوالے سے بڑی مقول بات کی ہے کہ اللہ یہ کہتا ہے کہ ہم ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے تو مظلوم ضروری نہیں کہ ہدایت پر ہو۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے حدیث پڑھی ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ظالم اور مظلوم دونوں جہنم میں جائیں گے تو پوچھا گیا ”یا رسول اللہ ﷺ! مظلوم کیوں؟“ کہا کہ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ بھی اس کو قتل کر دیتا۔ ہم مظلوم کو اس لئے مظلوم کہتے ہیں کہ وہ جبر سہہ رہا ہے اس لئے مظلوم نہیں کہتے کہ وہ نیک اور پاک ہے وہ ایک صاحبِ دل بندہ ہے۔ خدا جب یہ کہہ رہا ہے کہ میں ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا تو وہ جنت تمام کر رہا ہے کہ ایسے ظالموں کو تو خدا ہی زندہ نہیں رہنے دیتا۔ اس پر تو مظلوم کا بس ہی نہیں چلتا اور پھر یہ بڑا مشہور شعر تو آپ نے سنا ہوگا

ہے مٹرس از آؤ مظلوماں کہ ہنگام دنا کر دن

اجابت ازور حق بحر استقبال می آید

کو مظلوم جب ہر دما کرتا ہے تو پھر ظالموں سے اللہ ہی چل لے لیتا ہے۔ جب اس کا دل ٹپک جائے تو مظلوم پھر مظلوم نہیں رہ جاتا مگر بہر حال ظالم و مظلوم کے جبر و قہر میں یہ ضروری نہیں کہ مظلوم ہمیشہ مسلمان ہو اور یہ ضروری نہیں کہ مظلوم ہمیشہ نیک کرے۔

سوال: حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کرے گا اور بندوں کے حقوق معاف نہیں کرے گا جبکہ بندوں کے حقوق بھی اللہ ہی کے بتائے ہوئے ہیں تو پھر ایسا کیوں ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! میں نے پہلے بھی شاید دورانِ discussion آپ سے بات کی تھی کہ ہم جنسی باتوں میں کھو جاتے ہیں۔ ہم اس بات میں کھو جاتے ہیں کہ جنت اور دوزخ کیا ہے۔ ہم اس بات میں کھو جاتے ہیں کہ ملائکہ ہیں کہ نہیں ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا کوئی قرینہ اللہ کی ہدایات کے بغیر نہیں ہے۔ حقوق العباد تو کوئی شے ہی نہیں۔ اگر جہلی اقدار پر غور کیا جائے اور آج کے زمانے پر غور کریں تو یہ ظلم و ستم، یہ لوٹ مار لوگوں کے ہاتھ پر ہی کر رہے ہیں۔ لوگ کوئی جنازے سے تو مال نہیں چھین رہے، رشوتیں کوئی ملائکہ سے تو نہیں کھا رہے، لوگ اپنے ہی لوگوں سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور اگر لوگ خدا کے خوف میں ہوتے، اگر

ان کو خدا کے احکامات کی منکوری ہوتی اور وہ اس پر عمل کرتے تو شاید وہ بہت لوگ حقوق اللہ ہی کی وجہ سے حقوق العباد کو maintain کرتے اور لوگوں کا خیال کرتے۔ حقوق العباد بدلتے نہیں بھی exist نہیں کرتے، مسلمانوں میں نہیں کرتے۔ مسلمانوں میں تمام حقوق العباد اللہ کے حقوق کے بعد ہیں۔ اللہ کو مانے بغیر حقوق العباد نہیں ہیں اور حقوق العباد اسی وقت قائم ہوتے ہیں جب آپ حقوق اللہ کا پوری طرح تحفظ کرتے ہو، اگر آپ نے خدا کو پوری طرح نہیں مانا، اگر آپ نے اس کی کتاب کو پوری طرح نہیں مانا، اگر آپ نے اس کے رسول ﷺ کی پوری طرح متابعت نہیں کی تو آپ حقوق العباد پورے کر ہی نہیں سکتے۔

ڈاکٹر عبد بخلیل: استاد نے بڑا مفصل جواب دے دیا لیکن اس کا ایک چھوٹا سا پہلو یہ بھی ہے کہ جنگ صفین میں غالباً طلحہ بن زبیرؓ شہید ہوئے تھے اور حضرت علیؓ کہا کرتے تھے۔۔۔ (قرآن کی ایک آیت ہے کہ جو مومن یا اچھے لوگ اگر آپس میں رنجش رکھتے ہوئے فوت ہو جائیں تو اللہ قیامت کے دن ان کے دل صاف کر دے گا) کہ یہ آیت قیامت کے دن مجھ پر اور طلحہؓ پر بھی آئے گی کیونکہ ہم اس حال میں جدا ہوئے کہ ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے شکایت رکھتے تھے مگر چونکہ دونوں کی نیات صحیح تھیں تو اللہ اس دن ہمارے دلوں کو صاف کر دے گا۔ سوال: واقعہ کربلا میں یزید کی فوج نے امام علیؓ کے خلاف جنگ لڑی جبکہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ پہلی ہجری لڑائی لڑنے والے جنت میں جائیں گے۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب: حدیث تو یہ بھی ہے کہ جو میدان جنگ سے بھاگیں گے وہ جہنمی ہیں۔۔۔ یزید اس جنگ میں پیادہ و قاتل گروہ وہاں رکائے تھے۔۔۔ اس کو جب اپنے عیش و عشرت یاد آئے، اپنے سحر کی صحبتیں یاد آئیں، شراب و رنگ یاد آیا تو وہ پلٹ آیا تھا۔ وہ وہاں رکائے تھے۔ وہ اس جگہ کے ساتھ رہائے تھے، اس نے یہ تقاضا حاصل کرنے کیلئے، یہ حدیث سن کر اس نے بھی یہ کوشش کی کہ میں بھی سرخاب کا پر لٹاؤں مگر وہ یہ پوری نہ کر سکا۔ وہاں کی گرمی وہ برد نہیں سہا، مازک چون تھا اور عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا تو میدان جنگ چھوڑ کے چلا آیا۔ دوسری حدیث کا بھی اس پر اطلاق ہو گیا کہ ”کنزوری و رزولی سے جو میدان جنگ چھوڑ آئے وہ جہنمی ہے۔“

سوال: کیا انسانوں کی طرح باقی حیوانات میں بھی روح موجود ہے۔ انکی روحوں کی کیا حیثیت ہے اور ان کا بھی حساب کتاب ہوگا؟

جواب: اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ چھوٹات کو series میں تخلیق کرنا۔ جہاں کی ابتدائی کچھ پوزیشنیں بھی ہوتی ہیں۔ کچھ ان سے بہتر positions ہوتی ہیں حتیٰ کہ Finalised positions تک جاتی ہیں یعنی ہو سکتا ہے کہ ابتدائی خلافت میں اس نے پتھروں کی ارواح تخلیق کی ہوں جیسے اشراقیہ کا تصور ہے جیسے platinus (افلاطون) نے concept دیا کہ خدا نے جب اپنے آپ سے باہر اپنی روشنی کا انعکاس کیا تو پھر اللہ نے جمادات میں بھی طلوع فرمایا، نباتات میں بھی طلوع فرمایا، اسی طرح ملک میں بھی طلوع فرمایا یعنی اس کے نور نے ہر چیز کو منور کیا مگر اگر غلطی نہ نقطہ نظر سے نہ دیکھا جائے تو جو طریقہ نظر آ رہا ہے کہ اللہ کی ہر چیز basic form میں بھی ہے اور بہترین form میں بھی ہے۔ لگتا ایسے ہی ہے کہ روح کی کچھ basic forms جمادات میں بھی ہیں اور نباتات میں بھی ہیں جیسے کیونکہ اللہ روح سے کلام کرنا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ زمین و آسمان سے کلام کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو میں نے تمہیں بتایا ہے اب چاہو تو اپنی خوشی سے آؤ، چاہو تو ناخوشی سے آؤ تو زمین و آسمان نے جواب دیا تھا ”اے مالک و کریم! ہم تو اپنی خوشی سے آئیں گے“ اسی طرح اس نے بھی کو خطاب کیا کہ دیکھو میں نے تمہ میں یہ خصلت رکھ دی ہے اب تو جاؤ اور سمجھو اور کلیانوں میں گلہ انوں اور گلشنوں میں اپنا کام کر۔! تو یہ ابتدائی Form of spirit بھی نظر آتی ہے مگر اس کی شاہد accountability اس کی فطرت کے مطابق ہے۔ ہماری قوت فیصلہ accountability سیکھنے سے عمل سیکھنے سے چناؤ سیکھنے سے اور دوسری اشیاء کی accountability ان کی فطرت کی وجہ سے ہے جیسے رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے جو مجھے بعض اوقات بڑی تازگی سے یاد آتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”قیامت و دن ہے کہ جب ایک بے سبب کی بکری کو سبب والی سے انصاف دلایا جائے گا۔“ یہ بخاوند بھی کہا جاسکتا ہے مگر یہ سچائی بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی نہ کوئی judgement کا معیار تمام زندہ چیزوں پر لاگو ہے اور تمام حیات پر کہیں نہ کہیں معیار کی سرشت بھی ہے۔ ایک معیار ان پر لاگو ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آپ امریکا کو دنبال قرار دیتے ہیں۔ کیا دنبال ایران پر حملہ آور ہوگا؟ دنبال کی موجودہ صورت حال اور ملت مسلمہ پر روشنی ڈالیں؟

جواب: خواتین و حضرات! میرا religious view تو نہیں Political view یہ کہتا ہے کہ

ایران پر حملہ نہیں ہوگا۔ میں بہت پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایران پر اس لئے حملہ نہیں ہوگا کہ ایران کی حکومت شیعوں ہے اور امریکہ مسلمانوں کے دو ٹکوں میں جن دھڑوں کی وجہ سے flourish کر رہا ہے وہ بھی شیعوں ہیں۔ جیسے افغانستان میں شمالی اتحاد شیعوں ہیں اور شمالی اتحاد کے link ایران سے بھی بہت ہیں اور امریکہ بھی انہی کی حمایت کی وجہ سے flourish کر رہا ہے۔ اسی طرح عراق میں بھی شیعوں کی وجہ سے امریکہ متحرک ہے اور ان کے بھی تعلق ایران سے کافی ہوائی ہیں۔ اگر بالکل flattened stupidity ہو جائے تو وہاں گلبات ہے مگر گلبا تو یہی ہے کہ وہ ان دونوں ملکوں میں زندہ رہنے کیلئے ایران کو نہیں چھیڑے گا Simple, very simple کیونکہ اگر وہ ایران کو شک کرتا ہے تو ان دونوں بیہوشوں کے شیعوں امریکہ کے سخت خلاف ہو جائیں گے اور اس کی جو رسی کسی ساکھان دونوں مالک میں ہے بالکل ختم ہو جائے گی تو خیال تو یہی کہتا ہے کہ وہ ایران پر حملہ نہیں کرے گا۔

سوال : عام خیال یہ ہے کہ نبی موصوم ہوتا ہے اور اس سے غلطی سرزد نہیں ہوتی لیکن یہاں شخص الانبیاء سے حوالہ دیا ہے کہ ایک نبی کو کسی شخص کی بیوی پسند آگئی اور اس نے جان بوجھ کر اسے جنگ میں بھیجا اور اس کے قتل کے بعد اس کی بیوی سے شادی کر لی۔

جواب : خواتین و حضرات! یہ حضرت داؤد کے بارے میں ہے۔ ان کے ایک سپہ سالار اوریا کی تنگم بہت حسین تھی۔ (زمانے بھر میں نمایاں، وہ پلین آف ٹرائے ہوئی۔)

یہودیوں کے بارے میں یہ ہے۔۔۔۔۔ اور یہ بہت ساری قوموں کے بارے میں ہے۔ Greeks کے بارے میں ہے کہ Greeks نے جب کوئی برائی اپنائی ہوتی تھی تو وہ اسے جواز دھونڈتے تھے اور کسی دیوتا کے کام لگا دیتے تھے اور پھر جب انہوں نے بیش و عشرت کرنی ہوتی تھی تو اس میں دیوتاؤں کو جلا کر دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جو God Zeus ہے، وہ تو سمندر کے کنارے اپنی محبوباؤں سے تمتع فرما رہے ہیں۔۔۔۔۔ تو انہوں نے جو برائی بھی کرتی ہوتی تھی، وہ اپنے دیوتاؤں میں سے کسی بھی دیوتا کو اس برائی کا title دے دیتے تھے، یہی رویہ باقی قوموں کا بھی رہا کہ اپنی بات کو سچا کرنے کیلئے اپنے آپ کو justify کرنے کیلئے اپنے ہزرگوں کے کام وہ خامیوں لگا دیتے اور قوم یہود اس لحاظ سے اپنی طور پر سب سے بڑا قوم تھی کہ وہ اپنی بہت ساری ایسی خامیوں کو اپنے دشمنوں کے کام لگا دیتے، جیسے اگر حضرت لوط کا واقعہ پڑھیں تو اس کو دبرانا بھی خلاف تہذیب ہے مگر چونکہ آپ نے سوال ایسا پوچھا ہے۔۔۔ Old testament

میں جو ہر قدر درج ہے کہ حضرت لوط جب نکلے تو ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا اور ان کی دو بیٹیاں تھیں تو معاذ اللہ، مستغفر اللہ انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ کی نسل کہاں سے آئے گی تو انہوں نے اپنے باپ کو نشہ پلایا اور پھر اس کے ساتھ ہم بستری کی تو یہ ٹوٹا ک اور وہابیات ہائیں صرف قوم یہودی اپنے پیغمبروں کے بارے میں کرتی تھیں۔ جیسے انہوں نے حضرت داؤد کے بارے میں کہا کہ انہوں نے plan کیا، اور یا کو جنگ میں بھیجا اور سپہ سالار کو کہا کہ اسے ایسی جگہ رکھ جہاں اس پر دشمن حملہ آور ہو اور یہ قتل ہو جائے اور پھر اس کی بیوی سے آپ نے شادی کر لی۔۔۔ بھلا پیغمبر ایسے کریں گے! ہم تو پھر بہت آگے بڑھ جائیں گے۔۔۔ اس قسم کی غیر معقول اور غیر حقیقی باتیں قوم یہودی اپنے پیغمبروں کے بارے میں کرتی ہی چلی آئی ہے، اسی لئے اللہ نے کہا

”يَحْزَنُونَ مِنْهُمْ بَعْلَمَا غَفَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ“ (البقرہ ۲: ۷۵)

کہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم نے خدا کی باتوں میں تحریف کی اور تم بڑے ہی لغت زد ہو تم اپنی میں آگے بڑھنے والے تھے اور اعتدال سے گزرنے والے لوگ ہو۔

”ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِبَيْتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ“ (البقرہ ۲: ۶۱)

(کیونکہ وہ اللہ کی آیت کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ مافران اور حد سے بڑھ جانے والے تھے)

اس لیے کہ تم نے انبیاء کو قتل کیا، ان کے بارے میں خرافات مشہور کیں تو اللہ قوم یہود کو بار بار فہمائش کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ تم اس قدر ذلیل قوم ہو

”وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّبِينَ إِعْتَصَمُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ“

(بقرہ ۲: ۶۵)

بلکہ تم اس قدر ناکارہ لوگ ہو، اتنے بدکار لوگ ہو کہ تم کتاب میں تحریف کرتے ہو، تم انبیاء کی تقدیس میں فرق کرتے ہو، تم انبیاء کو قتل کرتے ہو، اس کی سزا تو یہی ہے کہ جاؤ اور تم بندروں کی طرح سخی ہو جاؤ!

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ
 اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
 رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ
 لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا
 سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝
 وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

خواتین و حضرات! جب میں نے کارڈ پڑھا تو اس پر صرف ”وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ“
 کے الفاظ تھے اور حقیقتاً یہی ہم ہے کیونکہ جب ایک چیز complementary کر دی جائے تو
 دوسرا حصہ important نہیں رہتا۔ جب یہ کہہ دیا جائے کہ نفس کی پیچون ہی اللہ کی پیچون
 ہے تو پھر نفس کی پیچون ہی important رہ جاتی ہے۔

ایک مدت ہوئی کہ زمانے میں حکیم اساتذہ و مدبر صاحبِ علوم اور علمائے سواد اور منطق
 اُن عبادات پر بہت زور دیتے رہے جن کو ہم ظاہرہ عبادات کہتے ہیں۔ اس سے اُن کی تنقیص مراد
 نہیں مگر جب آپ انسانی شخصیت اور انسانی حقیقت کی بہت بڑی حقیقت کو بھول جائیں تو وہ جزو

حقیقت آپ کے کس کام آئے تھی۔ مذہب اسلام کی رو سے اگر کوئی چیز انسانی زندگی میں مداخلت کرتی ہے تو صرف پانچ وقت کی نماز اور تیس دن کے روزے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ ظاہر و عبادات کا مجموعہ ہے۔ 30 دن کے روزے اور پانچ وقت کی نماز جو مجموعی طور پر 24 گھنٹوں میں سے شاید ایک گھنٹہ بھی نہیں بنتا۔ اسی طرح جب ہم ان باطنی حقائق پر غور کرتے ہیں، پوری قرآنی تعلیمات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی مراد ان ظاہر و عبادات سے ایک ظاہری مضابطہ حیات تحقیق کرنا تھا۔ وہ بھی ایک ایسی ابتدا تھی جس سے انسان نے بہتر اخلاق اور بہتر رجحانات کی طرف move کرنا تھا، متحرک ہونا تھا، زندگی کو بہتر طریقے سے سمجھنا تھا، مگر زوال ملت مسلمہ کا بہت بڑا باعث یہ تھا کہ جب یہ اپنے زوال تک آئے تو تمام اصلاح پسند movements نے صرف اعمال پر دباؤ دینا شروع کر دیا۔ ”تحریک محمدیہ“ اندونیشیا میں، ”اخوان المسلمون“ عرب میں، ”جماعت اسلامی“ پاکستان میں اور اب تو ان جماعتوں کے ساتھ بہت سی اور جماعتیں بھی ایسی مثال ہو گئی ہیں کہ جن کا تمام تر رجحان مذہب اعمال کی طرف تھا۔

خواتین و حضرات یہ بات یاد رکھیں کہ اعمال کی درستگی کے باوجود یہ تمام جماعتیں اپنے اپنے ماحول میں کوئی ایسی انقلاب آفرین تبدیلی نہیں لائیں جس سے ملت مسلمہ کا زوال چاہا جاتا بلکہ دیکھائیے کیا کہ یہ امت مسلسل زویہ زوال ہوتی گئی اور اب یہ حال ہے کہ مذہب حساس مکتبی کا حصہ ہو گیا ہے۔ اب یہ حال ہے کہ کوئی ذہین آدمی اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے پہلے سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ میں اپنے دنیائی فرسودہ اساطیر الاولین کو لے کر کسی sky skrapper میں، کسی seven star ہوٹل میں، کسی اعلیٰ ترین اور ہڈ بھوسائی میں، کسی Horward اور Oxford اور Cambridge میں کیسے جاؤں، شرمندگی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ خواتین و حضرات! کیا اس سے بہتر نہ تھا کہ مذہب ہی چھوڑ جاتے۔ اگر مذہب کے بارے میں اتنا apologetic ہوتا تھا، اگر مذہب کے بارے میں اتنی ہی شرمندگی سنی تھی تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ اللہ پر ایک احسان کرتے کہ بجائے اسے نفاق سے ماننے کے، بجائے جسے زندگی تحقیق کر

نے کے، بجائے آپنے آپ کو اس اور اہل انکسار احساسات کا مالک کرنے کے، بجائے خدا اور اس کے رسول کے نظام کو اپنی کمزوری سمجھنے کے، آپ اسے ترک کر دیتے۔ آپاؤ اجداد سے آتی ہوئی اس عقیدہ کو جسے آپ ہمارے ہیں اور جد جہت کے اسلام کے اس پہلو کو جو تمام تر آپ کے ظاہری اخلاق اور ظاہرہ عبادات پر مشتمل ہے اس سے کہیں بھی natural مسلمان پیدا نہیں ہوتے۔

خواتین و حضرات! حضرت یحییٰ کے بارے میں کہیں کہیں ایک مافکر عمل طرز شریعت پیدا کرنے کی بات ہوتی ہے۔ حضرت یحییٰ نے ایسی قہیم دی جو تمام تر باطنی حق کی جس نے مسائے کی پیروی پر نگاہ ڈالی اس نے گویا زنا کیا۔ جس نے کوئی نام گناہ کیا اور دوسرے پر ثبات کی وہ سب سے بڑا گنہگار ہے۔ انھوں نے تمام تر باطنی زندگی دی، فرمایا ”یہ کیسے ملائے دین ہیں۔ (اہل یہود) جو باقی نگل لیتے ہیں اور پھر چماٹتے رہتے ہیں۔“ یہ تمام احساسات باطنی احساسات تھے۔ جناب یحییٰ سے کسی نے پوچھا کہ خدا کیسے پہچانا جاتا ہے فرمایا Know thy self and you shall know thy God (تم اپنے آپ کو پہچانو تم اپنے اللہ کو پہچان لو گے۔) خواتین و حضرات! یہ بہت بڑی statement تھی، آخر کیا کیا self میں پوشیدہ ہے۔ یہ self ہے کیا؟ کون ہے جس کے سمجھنے سے آپ خدا تک پہنچ جاتے ہیں؟

شروع سے لے کر آج تک نفس in a single sentence کبھی define نہیں ہوا۔ ایک بہت بڑے صوفی کا قول تھا کہ میں آج تک دو چیزوں کی حقیقت نہیں سمجھ سکا۔ ”ایک تو میں رسول ﷺ کے مراتب کبھی نہیں جان سکا اور دوسرا یہ کہ اشکال نفس کبھی نہیں سمجھ سکا۔“ کتنی پیچیدگی ہے self میں مگر خواتین و حضرات! رسول ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے حدیث قدسی بھی ہے کہ اللہ جسے اپنا علم دینا چاہتا ہے اس کی آنکھ اس کے اوپر کھول دیتا ہے۔ ان دونوں مضامین عظیم کی اتنی بڑی statements کے بعد جب ہم جناب علی کرم اللہ وجہہ کی یہ statement سنتے ہیں ”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“ تو ایک حیرت انگیز بات کا احساس ہوتا ہے کہ ان تمام بیانات میں کہیں بھی اعمال کا ذکر نہیں۔ اگر خدا کی پہچان تحلیل نفسی میں

جس طرح منہ میں ہے اپنے آپ کو جاننے میں ہے تو حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان تمام میں اعمال ظاہرہ کا کام جتنا تک نہیں، وہ statements جو بظاہر ملائے ظاہر اور دانشوران عصر ہر ازور دے دے کر تمام لوگوں کو سمجھاتے رہتے ہیں۔ وہ صرف سادہ سی باتیں و حضرات! کہ اعمال ذہن کا drive motive نہیں ہوتے۔ اعمال نتیجہ ہیں۔ اعمال آپ کی اس سوچ کا نتیجہ ہیں جو کبھی ذہن میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہو، اگر آپ روزے رکھتے ہو، تو اس کی کئی ایسی وجوہات ہیں جن کا خدا سے تعلق نہیں ہے مثلاً عبادت آباد اجداد سے پائی ہوئی عادت ہے۔ اگر وہ عرب زمانہ قدیم میں بتوں کی پرستش کرتے تھے تو ان سے کبھی آپ پوچھ کر دیکھو کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہو، یا تمہاری عقل تمہیں منع نہیں کرتی تو وہ صاف کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے آباد اجداد کو اسی طرح لات منات، اور عزی کے سامنے جھکتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی اسی عقید میں عبادت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ بھی ہے کہ ”عبادات کے متعلق کا عالم وہی ہے کہ جو ایک رہبت کے گرد چلتے ہوئے نکل یا مدھے کا ہے جو مسلسل چلتا رہتا ہے بغیر یہ سوچے سمجھے کہ میری ان عبادات کا مقصد کیا ہے۔“

دین کیا ہے؟ تمام دین اگر آپ دیکھ لیں تو حیرت ہی ہوتی ہے۔ آدم کی شریعت اور ہے۔ نوح کی شریعت اور ہے۔ صحابہ موسیٰ کچھ اور ہیں۔ صحابہ عیسیٰ کچھ اور ہیں۔ یہ آپس میں متضاد نہیں ہیں، متضاد نہیں ہیں مگر کہیں دو قانون میں، کبھی ایک قانون میں ... جب بائبل نے بائبل کو مارا تو ایک قانون آیا۔ دنیا کا سماج پہلا قانون کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا جملہ انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے گویا جملہ انسانیت کو بچایا۔ پھر پرئس Hamorabi کا زمانہ آ گیا۔ زندگی قصاص میں وصل گئی اور قصاص کے قوانین بنے شروع ہو گئے۔ اللہ کی طرف سے قانون دیا گیا کہ ”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَاۤأَيُّهَا النَّاسُ لِئَلَّا تَكُنْ لَكُمْ قَنَاطِيرُ اُخْرٰى“ (اے مومن! غور کرو تو قصاص میں زندگی ہے)۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، یہ تمام قوانین آتے رہے۔ ختم نہ ہوئی

انسان mature ہوتا گیا اور ان قوانین کی قبولیت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا رہا مگر یہ نہ مکمل ضابطہ اخلاق تھا اور نہ مکمل ضابطہ حیات تھا شی کو نوبت یہاں تک پہنچی کہ اَلْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَعْتُ عَلَيْكُمْ بِعَفْوِي “ (آج ہم نے آپ کا دین مکمل کر دیا اور نعمت تمام کر دی) جب اسلام آ گیا وہاں آخری استاد آ گیا۔ اب خدا کی طرف سے تمہیں کوئی ہدایت سننے کی نہیں ہے۔

جب شریعت موسوی مکمل طور پر practical تھی اور مکمل طور پر ظاہر تھی وہاں شریعت ہسوی مکمل داخل تھی مگر جب رسول اکرم ﷺ آئے تو ایک متوازن، ایک معتدل قانون تخلیق ہو گیا۔ ظاہر اور باطن دونوں اسباب کی بحث مقرر کر دی گئی۔ بھلا آپ خود سوچیں کہ اگر کسی نے میزک کے بعد پوسٹ گر بجوشن کی ڈگری بھی لی ہو تو کیا وہ اپنی name plate پر میزک ہی لکھتا پھرے گا یا وہ B A اور M A لکھے گا۔ اگر تمام مذاہب اس پر غور کرتے تو انہیں علم ہو جاتا کہ جزوی تعلیم سے آگے بڑھتے ہوئے جب مکمل اور آخری تعلیم آگئی تو خدا کیسے اسلام سے پہلے کے مذاہب کو آگے چلنے کی اجازت دیتا۔ وہ اپنے وقت میں لاگو تھے، اب آگے بڑھنے کے قابل نہیں تھے، آگے بڑھنے کے قابل صرف اسلام تھا۔ اسی لیے اللہ نے قرآن کے اندر فرمایا ”اِنَّ السَّعِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ“ کہ اب میرے نزدیک صرف اسلام ہی valid religion ہے جو تک پہنچنے کا۔ پھر وہ بار بار فرمایا ”وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ“ (اب اگر اسلام کے سوا کسی اور راستے پر چل کر میرے پاس آئے تو میں قبول نہیں کروں گا)۔ اسلام مجبوری ہو گیا مگر کیوں؟ Basically the basic casue of religion was not کہ آپ عبادات کرتے رہیں۔ Basic cause of religion یہ تھی کہ وہ اپنی تھی، وہ ایک قلب عظیم تھا جس میں انسان اپنی تہانیوں اور وحشت میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسا بوجہ تھا جیسے صحرا میں گڑا ہوا، جنہی مسافر جس کو نہ منزل کا پتہ ہو نہ کسی ٹھکانہ کا پتہ ہو اور اس کو موت و حیات میں صرف موت ہی نظر آ رہی ہو اور وہ آسمان کو بھی سر اٹھا کر بار بار

دیتا ہو اور کہتا ہو "اے مالک و کریم! مجھے کوئی راستہ دکھا" وہ اپنے دل سے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ کوئی ایسی قوت برتر موجود ہے جو انسان کی بے پناہ تمنائوں کو اپنی محبت کریم سے بھرپور کر دے۔ کوئی ایسا لو آئے جو اس اتنے بڑے ویرانے میں کوئی ایک کرن پیدا کر دے روشنی کی جس سے اسے منزل مل جائے۔

خواتین و حضرات! شریعتیں بدلتی رہیں مگر دین کا ایک مطلب قائم رہا ایک مقصد قائم رہا کہ دین ہم اس کو کہتے ہیں جو بندے کو خدا تک لے جائے۔ خدا کو پیچھا مقصد حیات تھا اور بندے کا خدا تک پہنچنا مقصد مذہب تھا۔ مذہب چاہے کسی وقت بھی آیا ہو اس کا بنیادی مقصد شریعتوں کے بدلنے کے باوجود کبھی نظر سے غائب نہیں ہوا، وہ یہ کہ بندے کو خدا تک پہنچنے کا راستہ دیتا۔ مذہب رستہ ہے، منزل مقصود نہیں ہے۔ منزل مقصود اللہ ہے۔ خود خدا ہے۔ اس کے علاوہ مذہب کا بنیادی مقصد اور کوئی نہیں ہے۔ بنیادی مقصد کے بعد جب مذہب شعور انسان میں ڈالتا ہے جب آپ نے مذہب کی بنیادی ترجیح پوری کر دی تو مذہب پیچھے آ کر ایسا ماحول تخلیق کرتا ہے ایسی مجلس سنوانا ہے، ایسا معاشرہ تخلیق کرتا ہے، جہاں ایک ایسا اجماع ماحول ہو، جہاں اگر سارے نہیں تو کسی Pyramid کی طرح، کسی احرام کی طرح اگر اس کی بنیاد میں دس دس کروڑ انسان خدا شناس نہیں تو کم از کم اوپر اٹھتے ہوئے اس Pyramid کی top پر تو ایک خدا شناس کھڑا ہو جس کو دیکھ کر سارے نچلے لوگ بھی ہدایت پائیں، درمیانے بھی ہدایت پائیں اور اوپر سے آتی ہوئی روشنی معاشرے کے ایک ایک فرد کو پہنچے۔

خواتین و حضرات! میں مکاتب فکر کا مخالف نہیں ہوں۔ نہ یوہند کا، نہ بریلوی کا، نہ الجندیٹ کا، مگر ایک سوال پوچھنے کا حق رکھتا ہوں۔ اگر یہ تمام مکاتب فکر اپنے آپ کو خدائی علم اور مذہب کا مالک سمجھتے ہیں تو ان کو کم از کم ایک تو خدا شناس اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ ایک خدا شناس جو ان کی top پر بیٹھا ہو اور جسے دیکھ کر گمان ہو کہ یہ فعل کن شخصیت میں ضرور خدا تک لے کر جائے گی مگر یہ کیا ہوا کہ صبح سے لے کر آپ شام کرتے ہو، ایک سال سے آپ ایک decade

گزار دیتے ہو، عمر میں تمام کر دیتے ہو، اور خدا کے احساس سے ماٹنا اس رجبے ہو۔ اس کی وجہ یہ
 ("وَمَنْ عَوْفَ نَفْسُهُ") کہ آپ اپنے نفس کو نہیں پہچانتے۔

خواتین و حضرات! میں نے ابھی آپ کو تین اقوال سنائے، مگر ایک بات ان
 تینوں اقوال میں نہیں ہے۔ نفس کی پہچان کا ذکر تو ہے مگر نفس کی حالت کا نہیں ہے۔ نفس ہر حال
 میں خدا کے خلاف ہے۔ حدیث قدسی ہے: "اللہ نے نفس انسان کی شکل میں اپنا سب سے بڑا
 دشمن تخلیق کیا۔" پھر خدا نے قرآن حکیم میں فرمایا "وَأَنفُسٌ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ
 عَنِ الْهَوَىٰ" (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کی مخالفت
 کی۔) جس نے اللہ کے پاس پہنچنا ہے جس نے اللہ کی مخالفت کا خیال ترک کر کے خدا کو پا جانا
 اور ماننا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرے یعنی دو قوانین بن گئے، ایک
 پہچان ہے اور دوسرا ہر حال میں اس کی مخالفت کرنا ہے۔ پہلے اقوال میں پہچان کا ذکر ہے۔
 ایک مکمل statement سے تینوں کے تینوں جو پہچانے گا وہ اس کو یقیناً اپنا دشمن جانے لگا مگر کیوں
 ان خواتین و حضرات؟ نفس تو میں ہوں نفس تو آپ ہیں، نفس تو زندگی ہے، نفس تو خوراک ہے
 لباس ہے، تولید ہے آخر یہ مخالفت کیوں؟ اس کی ایک بنیادی وجہ ہے۔ چالیس ہزار سال پہلے
 تاریخ عالم میں Ice period میں آخری دور برف گزرا۔ چالیس ہزار سال سے پہلے جو انسان
 ہمیں نظر آتا ہے، جو اتنی لاکھ سال پہلے انسان ہمیں نظر آتا ہے، جو ہمیں primates میں نظر
 آتے ہیں۔ زمین پر رہنے والے جانوروں اور درندوں نے ایک فیصلہ کیا۔ ان میں سے کچھ نے
 کہا کہ ہم سوراخوں میں جائیں گے، ہم بلوں میں جمیں گے، ہم اپنی حفاظتی جھبوں کو نہیں بدلیں
 گے۔ کچھ نے فیصلہ کیا کہ ہمیں ہم آسمانوں کو جائیں گے۔ یہ ایک جنس intelligence کا فیصلہ
 تھا۔

Intelligence آپ میں اور جانوروں میں مشترک ہوتی ہے۔ Intelligence ہر
 ذی حیات میں کسی نہ کسی پہلو میں پائی جاتی ہے۔ اس ذکاوت و حس میں کچھ جانوروں نے فیصلہ کیا

کہ ہم آسمانوں کو بند ہوں گے، ہم اوپر جائیں گے، ہم درختوں پر جائیں گے، ان میں انسان بھی تھا۔ اس ابتدائی چینی کاوش کی وجہ سے انسان کے ان آباء و اجداد نے جن کو ہم primates کہتے ہیں، یہ پہلا فیصلہ کیا۔ وہ primates ایسے ہیں جو تین و حضرات! اگر آپ ان کو خواب میں دیکھ لو تو آپ انہیں مارتے ہوئے اٹھ جاؤ۔ اتنی خوفناک، اور عجیب و غریب شکلیں ہیں ان کی۔

But with the all scientific survey of modern primates کی biology, we consider them the first humans

ہم سمجھتے، ترقی کرتے کرتے لاکھوں سال کی مسافت سے آگے بڑھتے ہوئے یہ Homo Habilus میں بدلے۔ Homo Erectus میں بدلے۔ پھر بھی ہمیں ان میں عقل و شعور نظر نہیں آتا۔ ان میں جلی اقدار تو نظر آتی ہیں، بدنی شعور تو نظر آتا ہے مگر عقل و معرفت کا کوئی ذرا نظر نہیں آتا۔ پھر ایک چوتھا اور آخری درجہ فانی دور زمین پر گزرا، آٹھ آٹھ میل گہری برف پڑی۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔ بچنے والوں میں سے ایک انسان بچ کر نکلا۔ یہ بڑا عجیب و غریب انسان تھا۔ جس age کو ہم Neolithic age کہتے ہیں، اس age سے نکلا ہوا انسان پہلے انسان کی طرح نہیں ہے۔ آپ اسے Homo sapien-sapien کہتے ہیں۔ یہ انسان آتے ہی بستیاں بسانا شروع کر دیتا ہے، میاں بیوی کے فرائض مختلف کر دیتا ہے، اپنے بچے کی حفاظت کے لیے مفروضہ بنا کر باہر کا کام آپ سونپ لیا، عورت کو گھر کا کام سونپ دیا۔ یہ تفریق غیر عقل منکن نہ تھی۔ یہ دور ہے جسے ورد آدم کا دور کہیں جس پروردگار عالم نے آدم کے وجود روحی کو زمین پر منتقل کیا تو خواتین و حضرات! زمین پر کوئی چیز ہونی چاہیے تھی، روح کہاں بھٹکی پھرتی۔ کوئی وجود تھا تو اس میں آدم رہتا۔ اس لیے زمین پر جس خاک کی وجود کی توجہ ہو رہی تھی، زمین پر جو ایک انسانی وجود بن رہا تھا وہ اپنے دور سے گزر رہا تھا جس کی بناء پر اللہ نے اس آیت کریمہ میں کی ہے ”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ اللَّعْرِ“ (پلاشبہ انسان پر زمانے میں بڑا طویل عرصہ ایسا گزرا کہ یہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔) کوئی جرثومہ، حیات

تھا کوئی مشکل حل تھا۔

Will Duran نے کہا کہ زندگی نے موت سے ایک معاہدہ کیا۔ معاہدہ یہ تھا کہ ہمیں موت قبول ہے مگر ہمیں ایک تسلسل اور تولید چاہیے۔ پھر وہاں کسی single cell نے multiply ہوا سیکنا اور مرنا شروع کر دیا مگر ساتھ ساتھ زندگی کا ایک تسلسل بھی شروع ہو گیا۔ پھر خدا نے کہا ”فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا“ ہم نے چاہا کہ اس اندھا اور ہرے جڑوے کو آگے بڑھائیں۔ ہم نے اسے سماعت دی، بصر دی۔ وجود complicate کر دیا۔ خواتین و حضرات! یہ کسی سے کس ہونے والا جڑوہ نہیں تھا، یہ پہلے بھی specific تھا۔ بڑے مشہور حیاتیاتی مفکر نے پچاس سال genetic پر کام کرنے کے بعد آخر میں ایک بات کہی ہے کہ پچاس برس کی حقیقت میں مجھے ایک بات پر ہی حیرت ہوئی ہے کہ انسانی جڑوے میں کوئی تغیر نہیں آیا، صدیوں سے کوئی تغیر نہیں آیا۔ جیسے یہ پہلے تھا آج بھی ویسا ہے۔ جو ملاحتیں پہلے دن اس میں رکھی گئی تھیں وہ ملاحتیں آج بھی اس میں موجود ہیں۔ Human genes متغیے نہیں ہوا۔ زمانوں اور صدیوں سے گزرتا یہ وہی چلا آتا ہے مگر خواتین و حضرات اس کا پھر اللہ نے متعہد متعین کیا۔ یہ ایک بڑی عجیب سی بات تھی کہ آسمانوں میں اللہ عبادت سے نکلے گا۔ اللہ عبادت، عجز سے نکلے گا۔ directions دے دے کر عبادت کر رہا تھا۔ لاکھ کو کوڈ آف ایکشن دی ہوئی تھی۔ نکل آ گیا تھا۔ ہر حقوق کو اس نے ایک کوڈ دی ہوئی تھی۔ ان کو choice نہیں تھے۔ پھر اللہ نے سوچا کہ ایسی حقوق پیدا کرے، ایسی حقوق جس کو میں artificial intelligence دے دوں، فیصلہ کرنے کی صلاحیت دے دوں۔

ابھی تو یہ حال ہے کہ آسمان اور وح کے بے شمار لشکر سے ہرے پڑے ہیں۔ زمین ایک ارب جنوعات سے بھری پڑی ہے مگر ان سب کے بارے میں اللہ کا ایک ہی کہنا ہے کہ میں نے تم میں حکم ڈال دیا ہے چاہے مرضی سے آؤ، چاہے بغیر مرضی کے آؤ، اور جیسے زمین و آسمان نے عرض کی کہ ”اے پروردگار عالم ہم میں کہاں جڑاؤ تھا نکار۔۔۔ اے وقت کے مالک و خالق جو تم نے ہم

میں حکم ڈال دیا ہے ہم خوشی اسے پورا کریں مگر اللہ کو یہی بات پسند نہیں۔ جو کہتا ہے کہ اس کو خوشی سے پورا کرے گا یا اس میں انکار کی مجال تھی؟ کیا حُرأت انکار تھی؟ کیا choices تھے اور خدا تو بہت بڑا ہے، بہت بڑا ہے۔

۔ مٹا ہے عالم بالا میں کوئی کیا مگر تھا
منا تھی جس کی خاک پاکی بڑھ کر ساغر جم سے

ایسا مگر، ایسا خالق کہ جس نے اپنی تخلیقات کا خود کوئی کیا ہوا تھا۔ ”هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْخَاصُّو“ میں ہی خالق ہوں، میں ہی مٹانے والا ہوں، میں تصویر کش ہوں، میں ہی تصویر ساز ہوں، میں نے ہی کائنات میں رنگ بھرے۔ مگر تعریف کون کرے؟ تعریف کے حامل وہ حقوق تو تھی جن میں حکم تعریف ڈال دیا گیا تھا۔ خواتین و حضرات! غور کیجئے گا، آج کے سائنس دان کو یہ مرحلہ درپیش ہے کہ وہ اپنے ان لوگوں کو Artificial intelligence نہیں دینا چاہتا۔ وہ یہ risk نہیں لے سکتا، اس کو شبہ ہے کہ اگر میں نے رو بٹرس کو Artificial intelligence دے دی، ان کو نیک و بد کی تعلیم کے ساتھ ان کو اختیار دے دیا کہ جہاں نکی کو دیکھو اس کو چاہو اور جہاں برائی کو دیکھو اس کی مخالفت کرو تو سب سے پہلے رو بٹرس، نیکو نسل انسانی کو مٹا دے گا۔ اپنا حال تو ہم سب کو پتہ ہی ہے مگر اللہ بہت بڑا ہے۔ اس کو انسان سے کوئی ڈر نہیں تھا۔ اس کو کسی بناوٹ کا خوف نہ تھا۔ وہ دینے والا تھا، لینے والا نہیں تھا۔ اس کی طاقت کو کوئی لگا نہیں سکتا تھا۔ وہ جاروفا ہر تھا۔ ”وَلِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“ اس نے یہ risk لیا۔ اس نے انسان کو Artificial intelligence دے دی (کہ کون اس کی تعریف کرتا ہے۔) مگر خواتین و حضرات! یہ دونوں پہلو جب اکٹھے چلتے ہوئے آئے تو اتنی طویل مدت سے انسان جانوروں میں رہ رہا تھا تو کیا جانوروں کی خصائیس اس میں نہ آئیں؟ کیا صحبت کا اثر اس میں نہ آتا؟ انسان کا نفس ان جہلوں کا مرکزی تصور ہے جو ہم میں اور جانور میں مشترک ہیں۔ نفس کی اگر کوئی تعریف ہو سکتی ہے تو وہ یہ کہ یہ ان جہلوں کا packet ہے جو ہماری حیات کے لیے ضروری ہیں اور خواتین و حضرات دور

ماضی میں علوم نفسیات نے نفس پر بہت تحقیق کی، مگر علوم نفسیات کے ماہرین خدا تک نہیں پہنچے۔ کیا یہ ایک عجیب سا تضاد نہیں ہے "I wrote a synthesis in one of the article while delivering speech at Islamic University" Psychology if applied to others is a science, if applied to one ownself is mysticism کے اصول اپنی ذات پر استعمال کرو، دوسروں کے complexes نہ ڈھونڈو، اگر آپ دوسروں کی inferiorities کی تلاش نہ کرو، دوسروں کے احساس بھگ کو متوازن نہ کرو۔ ذرا غور کیجئے کہ کہاں کہاں علوم نفسیات خدا کی تائید میں اترتے ہیں اور کہاں کہاں انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَأَحْصُوا أَنْفُسَ الْفُشَّحِ" (ہم نے تمام جانوں کو نکل جان پر جمع کیا) اور یہ بنیادی instinct ہے۔ بنیادی جبلت سے کسی کو نجات نہیں ہے۔

نفسیات والے اس نتیجے پر پہنچے کہ The only basic instinct is survival خدا نے جب تخلیق کائنات زندگی کی توجہ دینی میں بھی مفادات زندگی رکھے۔ نبی اور چہ ہے میں بھی مفادات زندگی رکھے۔ survival (بھاگتی فیتی instinct ہے، اتنی خوفناک instinct ہے کہ اللہ نے اس پر چار حرام معطل کر دیئے "أَنفَعُكُمْ عَلَيْهِ الْعَيْنَةُ وَاللِّمَامُ وَالْعَنْزِيرُ وَمَا أَهْلُ بِهِ لَعِبَرِ اللَّهِ فَنَاضُطْرُ غَيْرِنَاغُ وَلَا عَادُ عَلَيْهِ ؕ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ" یہ چار حرام مطلق ہیں مگر جب جان اضطراب میں چلی جائے۔ اگر تم جان کو حاصل کرنے کے لیے، قائم رکھنے کے لیے تمہارا حرام کھا بھی لو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ اتنی بڑی instinct تھی کہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ

"جو کے کا ایمان بروقت خطرے میں ہوتا ہے"

مگر ثنائین و حضرات ایمان وہ شے ہے جو survival پر غالب آ جاتا ہے۔ شہید survival پر غالب آ جاتا ہے۔ صحابہ رسول ﷺ اس survival پر غالب آ گئے کہ جب دس صحابی پکڑے

مجھے اور ہر قلمروم کے پاس گرفتار ہوئے تو اس نے حکم دیا کہ انہیں بھوکا رکھا جائے اور جب ان کو بھوکا رکھا گیا تو ان کو سو رکا گوشت دیا گیا صحابہ رسول ﷺ نے اسے نہ کھایا۔ قیصر روم خود ان کے پاس چل کر گیا، کہا کہ میں نے تمہارا قرآن دیکھا ہے میرے علم میں ہے کہ تمہارے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ اگر تمہاری جان اضطراب میں پٹی جائے تو تم حرام کھا سکتے ہو مگر صحابہ رسول ﷺ نے کہا، ہاں، ہمیں پتہ ہے کہ ہمیں اجازت ہے مگر ہم نام لوگ نہیں ہیں، ہم اصحاب محمد ﷺ ہیں اس لیے ہم یہ نہیں کھا سکتے۔

خواتین و حضرات! یہ وہ instinct ہے جو complicate ہو کر آپ کی زندگی میں مقام کلامت بنتی ہے۔ تولید کا باعث بنتی ہے۔ survival وہ جبلت ہے جو خدا کی پرواہ نہیں کرتی۔ survival وہ جبلت ہے جو عمر دے آٹنا ہوتی ہے۔ حضرت امام محمد بن احمد انصاری نے کہا کہ ”آخری چیز جو سب مانسان سے نکلتی ہے وہ پتہ جا ہے۔“ ذات کی تیز دکی خواہش، شہرت اور عزت کی خواہش، بڑا ہونے کی خواہش۔۔۔ یہ جبلت پتہ نہیں کتنی complicated ہے کہ مرتے دم تک بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑتی، عزت اور بڑائی کی خواہش آپ کی جان نہیں چھوڑتی۔ محبت ایک ایسی خواہش ہے کہ محبت میں الجھا ہو ”مان خدا کی شفاعت نہیں کر سکتا، اسی لیے قرآن حکیم نے صاف طور پر کہا ”تم مجھے نہیں پا سکتے ہو جب تک تم اپنی محبتیں میرے لیے قربان نہ کرو“ ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ“ (تم میری محبت حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ میرے لیے اپنی محبتوں کو قربان نہ کرو)۔

خواتین و حضرات! یا کیس بابائیں جلیقیں ہیں، ان کے پیکٹ کو نفس کہتے ہیں۔ نفس جو ہر صورت اپنے آپ کو زندہ رکھنے پر آمادہ ہوتا ہے، نفس جو ہر صورت ہمتی کا خواہاں ہے، نفس جو ہر صورت آپ کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے، نفس جو زندگی سے باہر جانے کا خواہش مند نہیں ہوتا، وہ طبیعات سے ما بعد طبیعات کو جانے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے ایک متحرک درگ کو ایک بات کہتے ہوئے سنا، بازار میں چل رہے تھے تو کسی نے کہا کہ صاحب اب تو

خدا کا خیال کرو۔ اُس نے جواب میں کہا کہ ہم تو بھائی دنیا کے لیے پیدا ہوئے ہیں، ہمیں دنیا کا خیال کرنا ہے تم خدا کا خیال کرلو۔ خواتین و حضرات! یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے عقل ختم ہو جاتی ہے۔ عقل جو خدا کی نعمت ہے جسے جب اللہ نے تخلیق کیا تو کہا کہ مجھے چل کر دکھا، جب وہ چلی تو اللہ نے کہا کہ میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے پھر حضرت انسان کو بخشی۔ اس کا صلہ آدمیت تھا، اس کا صلہ شرافت بنا تھا، احسن تقویم تھا، قلب، حیات تھا مگر یہ عقل اُس وقت ضبط ہو جاتی ہے جب یہ جلی دباؤ میں آتی ہے۔ جب تک آپ اس کا analysis نہیں کرو گے اور ”ہمن عارف نفسه“ کا واحد طلب یہی ہے کہ اس سے پہلے اگر آپ بچے مقاصد کا تعین کر لیں۔

پر قسمتی یہ ہے کہ ہمارے مقاصد میں خدا ہے ہی نہیں۔ کیوں نہیں؟ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن و دل میں اپنی کوئی خواہش نہیں رکھی؟ فرق صرف اتنا ہے خواتین و حضرات کہ یہ جو کمپیوٹر ہے، ذہن کمپیوٹر کی طرح ہے۔ یہ آپ کو وہ بات نہیں بتا سکتا جس کا data آپ نے اس میں feed نہیں کیا۔ اگر آپ نے جب پلائی نہیں پڑھی تو یہ پلائی کاسن نہیں دے سکتا۔ اگر آپ نے اس میں کوئی data feed نہیں کیا تو یہ آپ کو اس کا نتیجہ یا مطلب نہیں بتا سکتا۔ ذہن کے data میں اللہ نے ایک inherent صلاحیت رکھی ہے، تمام انسانوں میں رکھی ہے، تمام ذی حیات میں یہ ایک صفت رکھی ہے۔ ذہن انسان نے ایک ظلفہ تر حیات رکھا ہے مگر ہوتا کیا ہے خواتین و حضرات کہ ہم اپنی فوری تر حیات کے قیدی ہو جاتے ہیں۔ ہم پابند ہو جاتے ہیں ان فوری تر حیات میں جو day to day ہیں، week to week ہیں، year to year ہیں، five to five years planning ہیں مگر پوری زندگی کی ترجیح کو فراموش کر دیتے ہیں۔ پوری زندگی کی ترجیح صرف ایک ہی ہے جو قرآن حکیم میں اللہ نے آجکوتا دی کہ تمام عمر مردہ حیات سے گزرنے کے بعد پوری عقل میں نے آپ کو اس لیے دی۔۔۔۔۔ رزق کے لیے نہیں دی، بچوں کے لیے نہیں دی، بیوی کے لیے نہیں دی، ناناوند کے لیے نہیں دی، چوری زندگی: ”وَأَسْنِ لِلنَّاسِ حُبَّ الشَّهَوَاتِ“ میں نے انسان کو شہوات سے روٹی دی ہے ترغیبات دی ہیں۔ ”مَنْ

النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرَ الْمُقَطَّرَةَ“ عورتوں، مردوں، بچوں سے، ”مِنَ الثُّغْبِ وَالْفِطْطَةِ“ سونے اور چاندی سے ”وَالْحَبِيلَ الْمُسْوَمَةَ وَالْأَنْعَامَ وَالْعَرَبَ“ گھوڑے اور گائےوں سے روٹی دی ہے۔

اگر پوری زندگی کا مقدمہ لے لیا جائے، تو انہی possessions میں ساری زندگی گزرتی ہے۔ ان possessions کو خدا شہادت دینا قرار دیتا ہے۔ پھر مختصر حیات کیا رہ گیا؟ تو اللہ کا کہنا یہ ہے خواتین و حضرات کہ نفس کے اشتہاء سے وہ شخص بچتا ہے کہ جو اللہ پر یقین رکھتا ہے اور اس سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے۔ ”فَلَيْكَ مَنَاعُ الْعِبَادَةِ لِلنَّبَا“ ”مناہ حیات کا سوا مناہ حیات سے کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ نفس خراب کار اس میں مائل ہوتا ہے۔ یہ آپکو blindly affect دیتا ہے۔ آپکو اندھا کر دیتا ہے۔ اشتہاء میں ڈال دیتا ہے۔ مستقبل کے بارے میں آپکو مشہور کر دیتا ہے۔ شک و شبہ نفس کی کیفیت ہے، تجسس اس کی کیفیت ہے، غیبت اس کی کیفیت ہے۔ یہ ساری جہلیں ل کر اللہ کا ایک بڑا عاقبت و دشمن create کر دیتی ہیں جسے ہم نفس کا نام دیتے ہیں۔ اس analysis اسکی agitations بے شمار ہیں۔ جیسے شرج کے شایہ میرے تو بتیس ہو گئے، مگر پائیس ایک ارب ہیں۔ جہلیں بانٹیں ہیں مگر جب یہ interact کرتی ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ ملتی ہیں تو چھوٹی چھوٹی باتیں، چھوٹے چھوٹے ایسے create کرتی ہیں۔ تمام انسان اگر ساری زندگی نفس سے لڑتے رہیں تو بھی وہ اس پر غالب نہیں آسکتے مگر جیسے حضرت یوسفؑ نے فرمایا ”وَمَا أُبْرِئِي نَفْسِي اِنَّ النَّفْسَ لَا تُخَارَفُ بِالْأَمْرِ“ (میں نہیں پاک کیتا اپنے نفس کو بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے) ”اَلَا مَا رَحِمَ رَبِّي“ (مگر جس پر میرا رب رحم کرے) ”اِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ (یوسفؑ ۵۳:۱۷) (بے شک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) تو کیوں نہ اس کے کام کی تسبیح کرو ”اِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ یہ اللہ کی بے پناہ بخشش، بے پناہ رحم کا نام ہے جو لوگ ”اِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ کی تسبیح کریں، جیسے آپ ایک معزز زمین پر آچکے تائی جتو اشکال نفس کو دور

کرنے کے لیے یہ بیچ اکیر ہے۔ ”اِنْ رَّسٰی عُفُوْرٌ رَّحِیْمٌ“ بے شک میرا رب بہت زیادہ بخشنے والا اور بے انداز رحم کرنے والا ہے اور اس ظالم فریب کار نفس کے چنگل سے اگر مجھے کوئی بچا سکتا ہے تو میرے غیب کا یقین مجھے بچا سکتا ہے۔

خواتین و حضرات! ایک بہترین سودا کار عقل آپکو نفس کے مذاب سے بچا سکتی ہے۔ ایک اچھا business mind آپکو نفس سے بچا سکتا ہے۔ وہ جو سیلا بندہ ہے جو local temper کا نہیں ہے، جو چھوٹی چھوٹی ترجیحات میں گم نہیں ہوتا وہ جو اپنے آپ کو صلابت علم سمجھتا ہے اور انسان پر خدا کا تمام انحصار عقل کی بنیاد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو پسند نہیں کرتا بلکہ بڑی حقارت سے اس کا ذکر کرتا ہے کہ عقل و معرفت، سوچ و سمجھ دینے کے باوجود وہ لوگ جاہل ہیں۔ خداوند کریم نے ان لوگوں سے بڑی ہی نفرت کی ہے، بلکہ اپنی اس صفت مایہ کی حقیر جاننا ہے کہ جس کی وجہ سے اس نے انسان کو معزز کیا، محسوس تو یہ تھا کہ شرف و خلاقیت بخشا اور فرمایا ”اِنَّ شَرَّ السَّالُوْا تٍ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّبَّ اَلْبُکْمُ اَللّٰمِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ“ بے شک میرے نزدیک بدترین جانوروں میں..... (انسان نہیں بلکہ ذابہ کہا کہ بدترین جانوروں میں) جو سوچتے سمجھتے نہیں ہیں اور اندھا جند میری آیات پر گرتے ہیں جو غور و فکر نہیں کرتے۔ ”خداوند کریم نے اس نفس خراب کار کا توڑ اپنی اس دی ہوئی عقل میں رکھا، اس معرفت میں رکھا۔ وہ عقل جسکو آپ وسیع تر کرو گے، اگر آپ اچھے business man ہو تو جب آپ کائنات کو دیکھو گے تو آپکو یہ زندگی بڑی معروف نظر آئے گی، بڑی ہی معروف نظر آئے گی غور تو کیجئے ذرا کہ آپ کے ادھر Trillion years of life ہے۔ ارب ہزار سالوں کی زندگی سے آپ چل کر آئے ہو، ارب ہزار سالوں کی زندگی آپ کے سامنے ہے اور آپ کو لایا ہے؟ ستر برس، اسی برس، سو برس، یا ہزار سو ہوا ہو گا اگر میں اسی برس کے لیے اپنی بے کراں، مکرب باکرب کی زندگی کو ignore کروں تو یہ کیا ہوا ہو گا۔

جہلت اور عقل میں بس یہی فرق ہے خواتین و حضرات! کہ جہلت ایک چھوٹے سے

معمولی سے فائدے پر آپ کو رنکڑ کر دیتی ہے اور عمل آپ کو بے پناہ فائدہ کی ذرا دیتی ہے جو مستحق میں ہے۔ جو یہ فرق جان جائے اور جو خدا پر یقین رکھتا ہے اور معاف کیجئے گا خدا پر یقین کوئی بھی نہیں رکھتا اس لیے کہ وہ اعتقاد اور خود راہت نہیں ہوتا جس پر آپ نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ اگر آپ کو اللہ پر اعتقاد ہو تو آپ تعویذ پر کیسے اعتقاد رکھو گے۔ اگر آپ کو خدا پر یقین ہے تو پھر جاؤ اور عمر پر کیسے اعتبار رکھو گے۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ قادر مطلق ہے اگر آپ کو یقین ہے کہ موت و حیات اس کے قبضے میں ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ اول و آخری سانس وہ دیتا ہے، اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ مرض دیتا ہے، وہ شفا دیتا ہے، اگر آپ کو یقین ہے کہ زندگی کے ہر لمحے میں وہ آپ کی حیات میں دخل دیتا ہے، آپ کو اچھی بڑی شے دیتا ہے، بچے، بیویاں اور فائدہ دیتا ہے تو پھر بھی آپ اس کی تمام قوتوں کو بانٹ دیتے ہو۔ کبھی کسی تعویذ ساز کے حوالے کر دیتے ہو، کبھی کسی باد و ٹہری قوت کے حوالے کر دیتے ہو۔

خواتین و حضرات! آپ اشراف عرب سے حلقہ تو نہیں ہیں۔ آپ کا خیال تھا کہ وہاں ملکہ اللہ کو نہیں مانتے تھے، آپ یقین جانیں کہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ وہ اللہ کو بہت مانتے تھے۔ بنو امیہ تھے، کیسا اللہ کو نہ مانتے، وہ تو بہت مانتے تھے، بات بات پر اللہ کہتے تھے، حتیٰ کہ آپ یقین جانیں کہ وہ شرب عرب جو امیر بے کے لشکر کو لے کر آیا تھا، ان کو گانہ کرتا ہوا کعبہ تک لایا تھا، جب کعبہ کے سامنے آیا تو اس نے اس مباہلہ سے اجازت مانگی کہ میں نے دو باتیں کہنی ہیں اور باقی کے کان کے پاس جا کر کہنا ہو گیا اور کہا کہ اے باقی تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ اس بنو امیہ کے اللہ کا ٹہر ہے تو جانتا ہے کہ یہ خدا قادر و مطلق کا ٹہر ہے، اب اگر تو نے کوئی گستاخی کی تو وہ اللہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ ان کا یقین و اعتقاد اللہ پر تھا۔ مگر وہ کہتے کیا تھے؟ خواتین و حضرات! جو exactly آپ آج کہتے ہو۔ جی اللہ کو ہم مانتے ہیں مگر دیکھنا تعویذ کا اثر بھی ہوتا ہے۔ کیسا اثر ہوتا ہے؟ جب آپ کو اللہ نے ایک بات سمجھا دی: ”وَمَنْ يُعَشِّشْ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ“ (جو رحمان کے ذکر سے غافل ہوا۔) ”تَقْبِضْ لَهُ شَيْطَانًا“ ہم اس پر ایک شیطان کو غلبہ دیتے ہیں۔

”كُفُّوا لِهٰٓذَا قُرْبٰنٍ“ (اور وہ اس کے قریب رہتا ہے۔) موصول بتا دیا کہ جب تم اللہ کے ذکر سے غافل ہو گئے تو شیطان تم پر ضرر نازل پائے گا اور اس سے بڑی بات اور کیا ہے جو اسے ملے عرب تم کہتے ہو کہ بھلا سارے کام اللہ کیسے جھماکا ہے اس کو کچھ assistants بھی چاہئیں۔ اللہ بے چارہ assistants مانگتا ہے۔۔۔

ایک بہت بڑے T.V عالم نے کہا تھا کہ میں بائبلوں پر یقین نہیں رکھتا۔ ہو سکتا ہے کوئی زرا مرض پھیلا ہو جس سے امیر ہو کا وہ لشکر مر گیا ہو، بائبلوں پر مجھ کو یقین نہیں ہے۔ میں سوچتا تھا، یا راجا اللہ کے بارے میں کیا خیال ہو گا۔ یہ کوئی Next door neighbour سمجھتا ہے خدا کو کتنا قافا جس کی لائری نکل گئی اور جو ”اللہ“ بن گیا ہو، اتفاقاً دنیا سے نزر کر آسمانوں میں اس کو کوئی Jack pot مل گیا ہو کہ اس نے زمین و آسمان بنا دیئے۔ خدا کے بارے میں ہمارا ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے عالموں کا تصور اتنا ناقص ہے کہ وہ عذاب قبر نہیں مانتے۔ کیوں جی؟ آپ ان سے پوچھو، کیوں نہیں مانتے ہو؟ کیا اللہ عذاب قبر نہیں کر سکتا؟ کیا اپنے رسول ﷺ کو آسمان تک نہیں لے جا سکتا؟ کیونکہ وہ ”اللہ“ کو ”اللہ“ نہیں سمجھتے، وہ اللہ پر اپنی ذات کا گمان کرتے ہیں۔ چونکہ میں، بندے کو آسمان تک نہیں بھیج سکتا وہ اللہ کیسے بھیج سکتا ہے؟ وہ آخر ہے تو میری طرح ہی ما۔۔۔۔۔ کہیں آس پاس بیٹھا ہو گا۔ اتفاق سے اس کی شان بن گئی، وہ ”اللہ“ بن گیا۔ یہ وہ تکبر است و ذہن ہیں جو خدا کی بچوں میں حاصل ہوتے ہیں۔ یہ نفسی تکبر است ہیں، یہ وجاہت طلب انسان کے تکبر است ہیں مگر خواتین و حضرات ان لوگوں کا مطالعہ بھی proper نہیں ہوتا، ان لوگوں نے اس وقت کی تعلیم بھی حاصل نہیں کی ہوتی۔ فرض کیجئے کہ آج کا ایک شخص کہے کہ دریا ئے نل نہیں پھنکا تھا، ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ آج کا کوئی جدید مفکر اٹھ کر کہے کہ میں نہیں مانتا، نل میں کچھ بھی نہیں ہوا، مگر خواتین و حضرات ہندو ہویا دو ہزار سال بعد میں ایک فرد واحد ہوں جس کی رائے ہے کہ نل نہیں پھنکا تھا، وہ کسی اور طریقے سے اس پر سے گزر گئے ہو گئے۔ ہم تک یہ داستان پہنچی ہے کہ نل پھٹ گیا، ہم تک داستان پہنچی ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر ایسا ہوا نہیں تھا، کچھ

اور عقلی توجیہ ہوئی، کچھ اور پس منہ ہو گا۔ خواتین و حضرات! ایک بات یقین سے بتائیے گا کہ کیا موسیٰ وہاں اکیلا تھا۔ باب سنی میں جہدائے حقیقی میں ہے کہ جب نیل سے گزر کر یہودیوں کی سنی ہوئی تو بارہ Tribes کی سنی بارہ لاکھ انسانوں تک پہنچی۔ بارہ لاکھ یہودی حضرت موسیٰ کے ساتھ تھے۔ اب آپ بتائیے کہ جب حضور ﷺ کی انکسار مبارک سے پانی جاری ہوا تو سات سے پانچ ہزار صحابی اس وقت ساتھ تھے۔ اگر گواہ ایک آدمی ہوتا تو کوئی کہتا کہ وہ نہیں ماننا مگر مصیبت تو یہ ہے کہ بارہ لاکھ لوگوں نے شہادت دی ہوئی ہے بارہ لاکھ کی شہادت بھی اگر آپ نہ مانو ایک آدمی تو ایسا نکالو جس نے کہا ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔ دیکھئے، اگر آپ کو عقلی reason پر جا تا ہے تو جہاں بارہ لاکھ eye witness موجود ہوں جو قرآن کے انھوں کی شہادت دے رہے ہوں ”وَوَضَّعْنَاهُ عَلَىٰ سَبْعَةِ الْغُرَافَاتِ وَالطَّوْحَىٰ وَالْأَيْمَنُ عَلَى الْمِثْقَالِ“ (البقرہ ۲۵۷) (اور ہم نے سایہ کر دیا تم پر بادل کا اور انا راتم پر من و سلوی۔) چالیس برس نئی اسرائیل پر بادلوں نے سایہ کیا۔ چالیس برس ان پر من و سلوی انا را گیا۔ ایک بھی witness آج تک ایسا نہ ملا جس نے کہا ہو کہ ایسا نہیں ہوا تھا لیکن دورِ حاضر کا ہی مبلغ کہتا ہے نہیں، نہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا، وہ تو دراصل Migrating birds جب اس صحرا سے گزرتے تو صحرا کی گرمی سے مر کر نیچے گر پڑتے تھے اور نئی اسرائیل ان کو کھا لیتے۔ یا پھر ان میں سے کوئی ایک شہادتاً کھول جاتی کہ ایسا تو ہوا ہی نہیں کہ صحرا کے سینا سے گزرتے ہوئے ہمارے سر پر بادلوں کا سایہ ہو، ہم تو گرمی میں چلتے مڑتے رہے۔ یا پھر سارے عرب میں سے جو پیراڑوں پہ چڑھے ہوئے بابلوں کا آنا دیکھ رہے تھے کوئی کہہ دیتا کہ ایسا نہیں ہوا۔

خواتین و حضرات! یہ ہماری جبلت ہی ہے کہ ہم خدا کے حریف بن جاتے ہیں۔ ہم ان باتوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا کی قوتوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ یعنی کا پیدا ہونا ہوا حضرت زکریا کے مگر حضرت یحییٰ کا پیدا ہونا ہو، ہم ان تمام غارقِ عادت چیزوں پر اس لیے اعتراض کرتے ہیں کہ ہماری محدود عقل میں reason نہیں آتی اور اگر فرض کرو کہ reason

نہیں آتی تو ہم مبرا نہیں کرتے، ہم اتنا مبرا بھی نہیں کرتے کہ ہماری عقل میں reason آئے اور ہم جینوں کو بچوں نگیں۔ ہم فوری طور پر اپنی عقل کو مکمل جانتے ہوئے ان آیات الہی پر فیصلہ دیتے ہیں اور خواتین و حضرات! اسی لیے پروردگار عالم نے ان بدکار یہودیوں پر دو الزام لگائے ہیں جن کے نفسی اشکال تھے مضبوط تھے جو آج بھی بعینہ آپ کے ہاں ہو رہا ہے پہلا یہ کہ ”تَبْعُوا قَوْلَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَفَلُوهُ“ ان کی عقل انہیں سکھاتی تھی کہ اپنے مقاصد اور شہوات دنیا حاصل کرنے کے لیے وہ تمہارا آیات کا twist کر دیتے، ایک نقطہ ڈال دیتے تھے، تمہارا اسماء طلب بدل دیتے تھے۔ دوسرا یہ کہ: ”إِنَّ السَّبِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا“ (ہجر ۱۵۹) اصل آیات کتاب میں سے چھپا جاتے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ یہودیوں کی عادت ہے کہ یہ دنیاوی منصب اور تکبر و ذات کے لیے، اپنے نفسی اشکال کے لیے یہ آپ کے سامنے اپنی کتاب تو رات کو چھپا جائیں گے اور وہی ہوا۔ جب وہ لوگ آئے اور پوچھا گیا کہ یہ آیات تمہاری کتاب میں ہیں تو انہوں نے کہا، نہیں ہیں۔ پھر عبداللہ بن سلامؓ باہر نکلے اور فرمایا: ”کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ کیا فلاں فلاں آیت تو رات میں موجود نہیں ہے؟“ خواتین و حضرات! خدا نے یہ دو الزام ان پر لگائے۔ ایک تو آیات کا مفہوم تبدیل کر دینا اور دوسرا اسکو چند روپے پیسوں کے لیے بچ دینا، چند لوگوں کے لیے بچ دینا۔ خواتین و حضرات آپ سے ایک بات کر رہا ہوں کہ جو عالم اپنے آپ کو بڑا انیک، بڑا پیر، بڑا گار، بڑا مسٹر سمجھ کر بی بی پر جاتا ہے، دین کی تبلیغ کے لیے جاتا، جہاں اللہ کے نام کے لیے جاتا ہے تو تمہارے مریض کے بعد اسکو کہا جاتا ہے، چاہے کتنی ہی اللہ کی مسٹر بات کہی جا رہی ہو، ذرا ٹھہرو! ایک تمہارا سا اشتہار فلاں خاتون کا لگا لیتے ہیں، پھر واپس آتے ہیں۔ تو کیا آپ سمجھتے ہو کہ اس بی بی کا مقصد وہ پتھر ہوتا ہے یا اس بی بی کا مقصد دنیاوی طور پر وہ اشتہار ہوتا ہے جو نہ کسی صدر کے لیے بند ہوتا ہے، نہ کسی منصر عمران خان کے لیے بند ہوتا ہے، نہ بے نظیر کے لیے بند ہوتا ہے، نہ خدا اور اس کے رسول کے لیے بند ہوتا ہے۔ یہ عالم یہ تو یہی مراتب کیسے قبول کرتے ہیں؟ مگر ان کو اپنی

دب جا ہر ہوتی ہے ان کو اپنی ثبات عزیز ہوتی ہے۔

خواتین و حضرات! نفس کے یہ اشکال خفیہ ہوتے ہیں۔ ایک کو exhibition کہتے ہیں۔ ایک کو narcissism کہتے ہیں۔ ایک خود پسندی کے ضمن میں آتا ہے اور ایک خود دشمنی کے ضمن میں آتا ہے اور بڑے سے بڑا مسخر عالم بھی اس سے بچا ہوا نہیں۔ یہ تو وہ مسخر بن جانا ہے اور وہ بے عقل لوگ اتنا سارا علم رکھنے کے باوجود اپنی بے پناہ اور وسیع تر زندگی کا سودا ان سخر سالوں کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ ہم اسے کیسے ناقل مان لیتے ہیں؟ کیسے ہم انھیں دانشور مان لیتے ہیں؟ اسی لیے نفس کے اشکالات کو سمجھنے کے بعد، اپنی inferiority کو clean کرنے کے بعد ہمارے معاشرے میں ہر بندہ کسی نہ کسی احساس کتری کا شکار ہے۔ اور ہم ہر دوسرے بندے میں احساس کتری ڈھونڈتے ہیں۔ ہم دوسروں کا تجربہ کرنے میں تو بڑے مخلص ہیں مگر خواتین و حضرات! جب ہماری اپنی بات آجائے تو ہمارے بچے fears اور frustrations بالکل سلامت رہتے ہیں جیسے ہماری خواتین، جیسے ہمارے نوجوان کہ خدا کی قوتوں کو بانٹتے ہیں۔ جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ اہل عرب اللہ کو مانتے تھے، جانتے تھے مگر کہتے تھے کہ ایک اللہ ہمارے کام کیسے سرانجام دے سکتا ہے، چلو کچھ ڈیوٹیاں کچھ کام لات، مہات، عزتی، یہ خدا کی تین بیٹیاں کر لیں گی۔ خدا کی قوتوں کو تقسیم کرنا اور نفس کا درمیانی اشکال تھنق کرنا تو حید کے ضمن میں سب سے بڑا خوف زدہ کرنے والا دعویٰ تھا۔ حدیث رسول ﷺ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل کیئے جائیں گے۔ پوچھا کیا رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہو گئے؟ فرمایا: ”جو فال نہیں لیں گے، جو شکون نہیں لیں گے۔“ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ نہیں کہیں گے کہ جلی راستہ کاٹ گئی ہے، جو یہ نہیں کہیں گے کہ دروازہ ہوا سے بند ہو گیا، برا شکون ہے، جوتی اٹنی ہوئی ہے تو کوئی نیا ثواب نہیں ڈھونڈیں گے۔ جن کا اللہ پر نفع اور نقصان کا، نہ اور شر کا، اتنا مکمل اعتبار ہو گا کہ جب کوئی ایسی کیفیت ان کے دل پر وارد ہوگی اور ضرور وارد ہوگی اس لیے کہ: **اَللّٰہُ یَسْجُنُ الْمُؤْمِنِ** ”دنیا عیش و عشرت کے لیے نہیں ہے۔ یہ ڈرائنگ روم نہیں ہے۔

اس میں مشقت ہے۔ اس میں مصیبت ہے۔ اس میں کچھ آزمائش ہے ”مُسْتَقْرٌ وَمُنَاعٌ اِلٰی حَبِیْن“ اس میں تمہارا کچھ فائدہ ہے کچھ تمہاری آزمائش ہے۔ مگر جب تم پر مصیبت آئے، تم پر ایسی کیفیت وارد ہو: ”وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْهَوٰی وَالْعَوٰفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالتَّمَرٰتِ ؕ وَنَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ ؕ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمُ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ“ کہ نہ کسی جا دوڑ کی وجہ سے، نہ کسی بے چاری ہمسائی کی وجہ سے، نہ کسی دور افتادہ بد تمیز عزیز کی وجہ سے بلکہ تمام الم، تمام مصیبت، تمام رنج مجھ پر میرے اللہ کی وجہ سے ہے اور وہ میرا طرف دیکھ رہا ہے اور وہ میری تحصیلِ علم دیکھ رہا ہے، میری تحصیلِ اخلاق دیکھ رہا ہے میرا اعتبار یقین دیکھ رہا ہے اور میں انتہا باللہ تعالیٰ العزیز اس سفر میں پورا تروں گا

”الَّذٰی یُؤْتِی الْغٰیثُ الْغَمْلُیْنَ وَالْخَمْلُیْنَ“ (حوبہ ۹: ۱۱۲)

(توپہ کرنے والے، عبادت کرنے والے تعریف کرنے والے)

میں خدا کی طرف آؤں گا، عبادت کرتا ہوں، اس کی حمد کرتا ہوں اور میں کہوں گا ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ“ اے مالکِ دکریم میرے نفس کے سارے اشتباہ غلط اور رجسوائے ہیں۔ یہ شکوک اور اوہام غلط ہیں۔ یہ تمام مصیبتیں اللہ کی وجہ سے آئی ہیں اور یقیناً اسی طرف پلٹ جائیں گی، اور تو اسے قائم نہیں رکھے گا، تو کسی بھی مصیبت کو مجھ پر قائم نہیں رکھے گا اس لیے کہ تو نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے ”مَلَکَ الْاِیْمَانُ نُنَا وَلَهَا بَیْنَ النَّاسِ“ (ہم لوگوں پر ایک جیسے دن نہیں رہنے دیتے) اچھے نئے پیام دہلتے رہتے ہیں۔ خیر و شر سے آزماتے ہیں اور کسی کو شر کے تحصیل سے آزماتے ہیں، کسی کو instigation سے آزماتے ہیں، کسی کو خیر اور خیرات سے آزماتے ہیں۔ ہم جہلی اقدار کے مخالف کھڑے ہیں اے بندگانِ خدا! یہ یاد رکھنا کہ ہم جہلی اقدار کے مخالف کھڑے ہیں۔ ہمارا واسطہ نفس کے خلاف جانا ہے۔ شیطان تمہارے دل پر اس سر زمینِ نفس پر کاشت کرتا ہے۔ ہم اسے نذرت میا کرتے ہیں۔ ہم اسے ذلت میا کرتے ہیں، یہ ہم پر کاشت کرتا

ہے ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ میں عذاب نہیں دیتا ”مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ“ (میں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں۔) بندگان خدا! سوچو! اللہ کیا کبیرا ہے کہ مجھے کیا پڑی ہے کہ میں عذاب دوں، میں عذاب دینے والا نہیں ہوں بشرطیکہ ”إِنْ شَكَرْتُمْ وَأَمْسَكْتُمْ“ (اگر تم شکر والے ہو اور مجھے ماننے والے ہو) مجھے تقسیم کرنے والے نہیں ہو، مجھے بانٹنے والے نہیں ہو، میری قوتوں کو تقسیم کرنے والے نہیں ہو، اگر تم مجھے صحیح طرح اللہ ہی مانتے ہو تو میں تمہیں تاربا ہوں کہ ”مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ“ مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں، اگر تم واقعتاً مجھ پر ایمان رکھتے ہو ”وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا“ تم تمہارا شکر بھی قبول کرتے ہیں۔ تمہارے مصائب بھی دور کرتے ہیں۔ ”أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ“ مضطرب کی اضطراب میں دعا بھی سنتے ہیں۔ ”وَيَكْشِفُ السُّوءَ“ تمہاری برائی کی گریں بھی کھولتے ہیں۔ تمہیں تمہارے مصائب سے بھی release کرتے ہیں۔ ”وَيَجْعَلْكُمْ حُلَفَاءَ الْأَرْضِ“ اور زمین پر تمہیں عزت و احترام بھی بخشتے ہیں مگر قصص صرف یہ ہے کہ تمہاری جبلت کی ترجیحات غلط ہیں۔ تمہاری دنیاوی نفس کی ترجیحات غلط ہیں۔ بجائے اس کے تم ہمیں ترجیح اول قرار دو۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ فَسَيَمْلِكُوا عَلَيْكُمْ شُرُكُهُمْ“ (مگر تم اسے یاد بہت کم کرتے ہو۔) خواتین و حضرات! نفس کی تمام باتوں کا توڑ ایک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ شیطان تمہارے دائیں سے آئے گا، بائیں سے آئے گا، ہر طرف سے تمہیں درنملائے گا، ہر طرف سے تمہیں دھوکہ دے گا مگر ایک چیز آکھو پچائے، جو اللہ کا وعدہ ہے کہ چاہے نفس کتنی ہی ترغیبات تمہیں دے، میرے ان بندوں کو نہ شیطان نہ نفس برکا نہیں سکے گا ”إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ“ جو میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص رکھتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جو میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص رکھتا ہے نہ ان کو شیطان برکا نہیں سکتا ہے نہ ترغیبات نفس برکا نہیں سکتی ہیں۔ جب آپ اپنی نگرانی کرو گے، جب آپ اپنے آپ کو watch کرو گے اور watch صرف ایک بڑی بات پر کھتا ہے۔

دوزخ بڑی مشکل ہے مسلمان کے لیے جنت بڑی آسان ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا ”اللہ کا بندوں پر ایک حق ہے اور بندوں کا اللہ پر ایک حق ہے۔ پوچھا گیا ”یا رسول ﷺ اللہ وہ کیا حقوق ہیں؟“ فرمایا ”جب آپ اس کو اللہ مانو تو اس میں کسی کو شریک نہ کرو۔“ اس کی قوتوں میں کسی کو حصہ دار نہ عطا دے، جیسے چھوٹے اور کمزور انسانوں کو خدا کا حریف نہ عطا کرے۔ جب تم اللہ کو اللہ کی طرح مانو تو تمہارا حق ہے اللہ پر کہ وہ تمہیں عذاب نہ دے اور دوزخ میں نہ جانے دے۔ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا اس کے جسم اور اس کے خیال پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ کتنا آسان ہے جنت میں جانا۔ یہ غریب نفس بہت طاقتور ہے مگر جب آپ کو اللہ سے انس ہو گا، اللہ سے محبت ہو گئی تو یہ نفس آپ کو تخریب کاری میں نہیں ڈال سکے گا۔ یہ بدترین کوششوں کے باوجود بھی آپ کو damage نہیں کر سکے گا۔

مثلاً ایک عیبات سکھاتی ہے کہ خسارے کا سودا نہ کرو۔ مگر سال کے عوض مگر کرب سالوں کا سودا نہ کرو۔ مثلاً آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ زمین سے نکلتا چاہتی ہے۔ اس مصنوعی قید خانے سے نکلتا چاہتی ہے۔ مثلاً آپ کو سکھاتی ہے کہ یہ منزل نہیں ہے۔

زندگی اک سفر کا وقفہ ہے
اور آگے چلنے کے دم لے کر

”مُسْتَقَرٌّ وَمَضَاعٌ“ الی حسینؑ اس چھوٹے سے وقفے میں سلامتی، مثال کا باعث صرف اور صرف خدا کی محبت ہے۔ ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ“ اللہ کو ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباء و اجداد کو یاد کرتے ہو، ”وَأَسْأَلُكُمْ“ ذرا زیادہ یاد کرو اللہ کو علوم ہو کہ میرا بندہ خواہش چاہے اور نفس کے باوجود مجھے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ رہنمائی کی قسم ہے کہ اگر آپ نفس کی اس تخریب کاری سے بچ نکلا اور اللہ آپ کے ہاتھ سے نہ گیا ”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“ تو خدا آپ کی دلیلیں پر ہو گا۔

وما علينا الا البلاغ المبين

سوال و جواب

سوال: جلیس تبدیلی کے مراحل سے گزرتی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ عساکر جہلت میں توازن قائم ہو جائے اور انسان اللہ کو پہچان لے جس میں اس کی نجات بچایا ممکن ہے؟

جواب: جہلت ایک جنگلی جانور کی طرح ہوتی ہے۔ یہ مرقی نہیں ہے۔ بہت ساری ایسی باتیں اور ایسے دعوے جو تصوف کے ضمن میں لوگوں نے کئے کو نفس مرئی یا اردیا، اس قسم کے تمام دعوے صرف خرافات کے ضمن میں آتے ہیں مگر نفس مہذب ہو سکتا ہے ایک ایسے جنگلی دندے کی طرح جسکو آپ کھرا لے ہو، trained کرتے ہو، رفتہ رفتہ اسکو سبق سکھاتے ہو، یہ دیکھیں کہ مشرقی civilization میں تجاہل کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں آپس میں کس قدر خدشات ہوتے ہیں، کتنے خوف ہوتے ہیں، کتنی وحشتیں ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس جب آپ کسی پورپی معاشرے کو دیکھتے ہو تو Free mixing کی وجہ سے اور بہت سے ایسے problems نہ ہونے کی وجہ سے جو آپ کو اس معاشرے میں پیدا کنی لاحق ہوتے ہیں جو بعض اوقات غیر فطری اور غیر مذہبی بھی ہوتے ہیں اور نا آگمی اور uneducation کی وجہ سے بھی ہم لوگ self کی جہلت کے lowest level پر ہوتے ہیں جو مغربی society میں نہیں ہوتے اور وہ ہمیں اپنے سے زیادہ free سمجھتے ہیں مگر جب وہ excess میں جاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ Excess of freedom کی وجہ سے physical sex کی وہاں اتنی بھرمار پڑ گئی ہے کہ لوگ natural means سے آگے نکل گئے ہیں۔ وہاں جہلت free ہے اور یہاں جہلت زیادہ مزید ہے تو ان دونوں صورتوں میں آپکو جہلت نقصان دے گئی۔ ایک طرف جہلت آپکو اکساہٹ، جرائم، غلط روش، غلط سوچوں پر اور ایک تیر پر آمادہ کرتی ہے اور دوسری طرف یہ جہلت total freedom میں خدا اور رسول تو بڑی دور کی بات ہے وہ انسانی شرف سے بھی گریزاں ہے اور جس قسم کے وہ اخلاق اور کردار تخلیق رہی جس پر خود اب دہلی یورپ کو بھی شرم آتی شروع ہو گئی

ہے حتیٰ کہ وہ امر و پرستی کے ضمن میں جائیدادیں دینا شروع ہو گئے ہیں۔ پوپ میں marriage کا نقطہ نظریہ قائم ہو گیا ہے اور partnership اور living together کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یا ایک ہی جہت ہے جو متضاد عمل کرتی ہے مگر دونوں روئے ہائے نفس ہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم ایک natural انسانی و خدائی تعلیمات کی طرف جائیں اور دونوں طرف کے حقوق ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے نفس کو trained کریں کہ یہ allowances ہیں جو ہم نے create کرتی ہیں اور یہ بندشیں ہیں جو ہم نے اس پر لگائی ہیں تو شروع شروع میں تو یہ instinct یقیناً ہم پر بڑا دباؤ رکھے گی۔ مختلف عروں میں اس کے مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ آپ نے بڑا مشہور فارسی کا مصرعہ سنا ہو گا کہ ”وقت پیری اگر گہ ظالمی شود پر بیزگار“ کہ (جب دانست نکل جائیں تو بھیڑ یا بھی متقی ہو جاتا ہے) مگر یہ جہت صرف ایک ہی چیز سے گامی میں آتی ہے کہ جب اس جہت کے اوپر محبت غالب آجاتی ہے اور خدا کی محبت اور آرزو غالب آجاتی ہے۔ جو خدا کا خوف ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جیسے لوگوں نے سمجھا ہے کہ کاپچے رہنا، ڈرتے رہنا، guilty feel کرتے رہنا، یہ خدا کا خوف نہیں ہے۔ خدا کا سب سے بڑا خوف اس کی محبت کی جدائی ہے۔ جو لوگ اللہ کو پا جتے ہیں، جو لوگ اللہ سے پیار و انس رکھتے ہیں ان کی زندگی کا سب سے بڑا خوف یہ ہوتا ہے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جس سے ہمارا اللہ ہم سے دور ہو جائے۔ جہت کے لیے، جنس کے لیے، شدت آرزو کے لیے سب سے بڑی موت اللہ کی محبت ہے جو اتنی بڑھ جائے اور خدا کی یاد جس میں ہم اتنے رہ جائیں کہ ہمیں ہراس چیز سے ڈر گئے لگے جو ہمیں اللہ سے دور کر دے۔ یہ بے شائبہ الہی۔۔۔ یہ محبت خداوند سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ آرزو پیدا ہو جائے تو بڑی سے بڑی جہت بھی سرنگوں ہو جاتی ہے۔

سوال : موجودہ دور میں جہاں اس وقت مختلف مکاتب فکر موجود ہیں اور ایک نام آدمی مذہب کا شکار ہے کہ کس طرف جاؤں۔ قرآن و حدیث میں کوئی راہ موجود ہے، اگر ہے تو وضاحت کریں؟

جواب : بالکل موجود ہے۔ قرآن حکیم میں یہ موجود ہے۔ حضرت امراہیمؑ کے زمانے سے آپکو ایک امام دیا گیا ہے۔ تمام لوگ جو سبت امراہیمؑ اور سبت رسول ﷺ پر قائم ہیں ان کو ایک امام دیا گیا ہے خود جبرائیل امین نے دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَسَفَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ“ (اللعج ۷۸:۲۲) (اسی نے تمہارا امام مسلمان رکھا۔) اگر آپکو اپنے امام سے دلچسپی ہے جو حضرت امراہیمؑ کے زمانے سے آپکا پڑا ہوا ہے تو یقیناً آپکا نیا دہ تہ صلب مسلمان ہونے کو جائے گا۔

فرض کرو کہ آپ کسی بھی school of thought کو دیکھتے ہو تو school of thought سے حاصل کیا کوئی جرم نہیں ہے۔ کبھی آپ نے ایک مسئلے میں چار امامین کو follow کیا ہے، کبھی آپ شافعی سے کچھ لے لیتے ہو، کبھی امام احمد بن حنبل سے کچھ لے لیتے ہو۔ کبھی امام انیس بن مالک سے لے لیتے ہو۔ یہ سارے امام آپکے ہیں مگر rigidly ایک خیال پر قائم ہو جاتا اور rigidly ایک شخص سے آگے نہ بڑھ کر نہ سوچتا آپکو تقسیم کر دیتا ہے۔ اگر آپ اس بات پر مصر رہے کہ ہم نے صرف مسلمان ہوا ہے، نہ دیوبندی، نہ بریلوی، نہ فلاں، اصل میں خداوند کریم نے خود یہ رشتہ فرمایا ”اِنَّ الْمُسْلِمِينَ فَرَّقُوْا حَيْثُ هُمْ“ کہ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کر لیا ”وَكَاٰنُوْا شُعَبًا“ اور وہ گروہین گئے ”لَسْتُ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ“ اے پیغمبر تو ان میں سے نہیں ہے۔

خواتین و حضرات! میں آپکو بتاتا چاہتا ہوں کہ گروہ بندی کی علامت کیا ہوتی ہے۔ جب ایک آدمی اپنی مسجد مخصوص کر لے، ایک انداز زندگی مخصوص کر لے، جب اپنا ایک امام مخصوص کر لے اور جب دوسرے بندوں سے خود اپنے آپکو علیحدہ کر لے تو وہ ایک گروہ بن جاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی بندہ مسجد میں چلا جاتا ہے اور مسجد کے اوپر ایک جماعت کا امام کھڑا ہوتا ہے وہ بے چارہ بھول کر چلا گیا اور انھوں نے یہ کہا کہ آپ یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے ہو کہ آپ فلاں school of thought سے ہو تو وہ ایک ایسا گروہ ہے جو کم سے کم اسلام میں داخل ہے تو وہ تو بڑی سادہ ہے کہ جو شخص کسی بھی گروہ یا خیال سے تعلق رکھے گا وہ مسجد میں تو نماز اللہ کی پڑھنے جا

ربا ہے۔ ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسُئِلَ فِي خَرَابِهَا“
 (البقرہ: ۱۷۳) (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو خدا کے گھر میں اسکی نماز پڑھنے سے کسی کو
 روکے اور ان کو اجازت دے کہ نماز پڑھنے کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں، style مختلف ہو سکتے
 ہیں۔ عبادات کے mannersism میں اختلافات اس وجہ سے ہوئے کہ رسول اکرم ﷺ
 کے زمانے میں ایک صحابی جو اتنی دوری سے آئے کہ دوبارہ رسول اکرم ﷺ کو دیکھنا ان کو نصیب
 نہیں ہوا، کوئی مصر سے آیا تو دوبارہ اس کو کہہ دینا آنا نصیب نہیں ہوا، کوئی ایسے شخص تھے جو توجہ
 آخرین میں پہنچے اور کوئی پہلے پہنچے۔ اس لئے تو عبادات کے mannersism میں اختلاف کوئی
 اختلاف نہیں ہے۔ یہ اختلاف نہیں ہے جس پر میں اپنا نام جدا کر لوں۔ وہ بھی مسلمان ہے، میں
 بھی مسلمان ہوں۔ میں نے جیسے ابھی آپ کو بتایا کہ اگر کوئی اول وقت میں اذان دے دیتا ہے تو
 میں مجبوری میں اسی وقت نماز پڑھ لیتا ہوں تو مجھے آج تک یہ خیال نہیں آیا کہ یہ غلط ہے مگر میں یہ
 دیکھتا ہوں کہ ایک شخص اپنی صحت کو لالکا بیٹھا ہے، اپنے خیال پر وہ لالکا بیٹھا ہے۔

تیرہ برس میں حج تا بحین کے بعد مسلمانوں میں کوئی ترقی نہیں آئی۔ اللہ کے رسول
 ﷺ کے زمانے کے پڑھے ہوئے طالب علموں کی وجہ سے تین لکھوں تک اس علم کی برکات و فو
 ض کے دروازے کھلے رہے مگر اس کے بعد فتنہ و فساد کے دروازے کھلے اور اس علم کو لالکا دیا گیا۔
 میں آپ کو اس کی چھوٹی سی مثال دوں گا۔ اگر آپ اس عامل ہونے کے قرآن کی آیات پر آپ کو اتنا
 یقین ہوتا جتنا اصحاب رسول ﷺ کو تھا یا اللہ کے رسول ﷺ جیسے قرآن لائے تھے تو آج آپ کو
 اس وقت دنیا میں کسی سے شرمندگی نہ ہوتی۔ اب دیکھیں کہ اگر پچھلے تیرہ سو سال میں علماء نے
 قرآن پڑھا ہوتا اور ان کو قرآن کی بات پر یقین ہوتا تو نہ معزول پیدا ہوتے اور نہ کوئی فلاسفہ ایمان
 کا اثر لیتا اور نہ کوئی بول بیٹا جیسے عتاذ رکھتا۔ بول بیٹا جیسا حقائق انسان جس کی تعریف کرتے
 کرتے ہماری زبان سوکھتی ہے وہ لالکا کو نہیں ماننا، جنات کو نہیں ماننا، کہتا ہے کہ لالکا صفات ہیں،
 جن صفت ہے۔

اسی طرح دیکھیں کہ cosmology (علم کائنات) آج اپنی تمام تر ترقی کے باوجود قرآن کی روایات سے آگے نہیں بڑھی ہے "أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِن مَّاءٍ ذَرًّا فَصَبَّحُوا بُرَّاءً" (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان پہلے ایک تھے پھر ہم نے ان کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔) پھر دوسری آیت میں کہا "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا" (اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا) یا موصول تو بیسویں اور اکیسویں صدی میں confirm ہوئے مگر مسلمانوں نے اس سے پہلے کتاب تحقیق میں کیوں نہ یہ بات سوچی۔ اگر ان کو اللہ پر اعتبار ہوتا تو کیا وہ غلام ذہن یونان سے متاثر ہوتے؟ معتزلہ سے متاثر ہوتے؟ Ptolemy سے متاثر ہوتے؟ وہ قرآن کی بات پر کیوں نہ اعتبار کر لیتے کہ جب خدا کہہ رہا تھا کہ میں نے شام و صبح بنائے، میں نے چاند سورج بنائے "كُلُّ يَجْعَى إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى" (ہر چیز چل رہی ہے ایک وقف مقرر تک) کہ اس کائنات میں کوئی چیز ساکت نہیں۔ یہ چاند، سورج، ستارے، دن، شب و روز سب کے سب چل رہے ہیں۔ ان سب باتوں کو جاننے کے لیے نہ سائنس دان ہونے کی ضرورت تھی، نہ ظنی ہونے کی ضرورت تھی مگر صرف ایک چیز کی ضرورت تھی، اللہ کے قرآن پر اعتبار کی ضرورت تھی کہ اللہ ہی کہہ رہا ہے کہ پوری کائنات چل رہی ہے مگر آج جب Sir James Jeans آگیا تو تمام مسلمانوں کو قرآن کا اعتبار آگیا۔ افسوس کہ مسلمان ہونے کے بھی تیرہ سو برس علماء، بڑے بڑے ماہرین اور اکابرین کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں قرآن کی statement دنیا کو بتا دوں کہ بھائی! Copernicus غلط ہے، Galilio غلط ہے، Ptolemy غلط ہے، بعد میں آنے والی sciences غلط ہیں، قرآن سچا ہے اور ہمیشہ سچا رہے گا کہ اس کائنات میں کچھ ثابت نہیں، ہر چیز بنیاد ہے۔

یہ ایک tragedy ہے جو ہمارے faith میں ہے۔ اگر ہم اندھا دھند پڑھنے والے نہ ہوتے، کچھ غور و فکر سے پڑھتے کچھ سمجھتے، کچھ جانتے۔۔۔۔۔ آپ دیکھیں ماشاء اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو آپ دیکھیں جو بہت بڑے سمجھے جاتے ہیں، میں ان کو point out کر کے آپ کی

feelings کو دکھ نہیں دینا چاہتا۔ میں ان کی طبیعت کا متاثر ہوں مگر ان مسائل میں جو چھوٹے چھوٹے غلطیاں مسائل ہیں۔ جب علم کی بات آتی ہے ہلائے علم کی بات آتی ہے شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا کہ جو شخص زمین کو گول کہے گا ہم اس کو قتل کریں گے کیونکہ بتلیوس نے ایسا نہیں کہا۔ انھوں نے thirties یا forties میں یہ فتویٰ دیا تھا۔ اس فتوے کی بنا پر ”کارل سیگن“ نے اپنی کتاب میں ایک جملہ لکھا کہ مسلمان sciences کے خلاف ہے and he curses this incident اور پھر اپنی کتاب میں نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھتے ہو۔ وہ جھوٹے پوائے میں ہوا systematic ہے۔ اس نے قرآن نہیں پڑھا ہوتا۔ آج تک بہت کم یورپی قرآن کو ہاتھ لگاتے اور پڑھتے ہیں۔ ان کے prejudices اتنے مشہور اور عمومی ہیں کہ ڈاکٹر آرم سترنگ کی Life of Muhammad دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسلام کی پیدائش سے لے کر آج تک اسلام کے بارے میں نہ کوئی proper research ہوئی، نہ کسی نے سچ پوائے کی کوشش کی ہے۔ وہ آپ کا ایک بندے سے guess لگاتے ہیں کہ اسلام کیا ہے۔ ان کو کوئی پتہ نہیں کہ قرآن کیا کبریا ہے۔ اگر وہ قرآن پڑھنے والے ہوتے تو یہاں نہ کہتے۔ جب کسی ایک شخص کو بھی قرآن پڑھنا اور سمجھنا نصیب ہوا ہے اس نے اعتراضات جہالت کیا ہے اور وہ قرآن کی صداقت کو مانا ہے۔ بڑے بڑے گمان کا لو جسٹ جیسے ”بیتھ مور“ کا اعتراض موجود ہے کہ ”میں خدا کی کتاب میں جو پتے کی پیدائش کے بارے میں خبر ست ہے اس کو پڑھ کر صرف ایک ہی بات کہہ رہا ہوں کہ محمد ﷺ اور مسیحی ایک ہی خاندان سے ہیں اور یہ ضرور اللہ کی معرفت ہے اور انھوں نے کوئی بات غلط نہیں کی۔“ حالانکہ اس کو پتہ ہے کہ بائبل میں خریف ہے۔ And all Bible cannot come up to the truth مگر ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ نہ ہم نے کسی کی کتاب کو غلط ثابت کرنا ہے۔ ہم اپنی کتاب کو سچا نہیں ثابت کر رہے تو کسی کی کتاب کو غلط ثابت کر کے کیا کریں گے۔

خواتین و حضرات! ایک بنیادی لپیہ ہمیشہ پیدا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو classes

میں بانٹ کر اپنی حلیم کا ستیا اس کر دیا ہے۔ یہ مشکل تھی کہ ہمارے نوجوان، ہمارے بڑے بوڑھے directly قرآن کا مطالعہ کرتے۔ ایک قرآن تھا، ایک کتاب حدیث تھی۔ جو اصحاب نے قرآن سے سمجھا اس سے زیادہ قیمتی sense اور کوئی نہیں ہے۔ آج بھی اگر مجھے قرآن کے بارے میں استہبا ہوتا ہے تو I go back and i try to understand ا کہ میرے رسول ﷺ کے اصحاب نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا۔ میں اس کی چھوٹی سی مثال اچکودتا ہوں کہ بعد قرآن ہے ”وَاعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي بَنَىٰ لَكُمُ الْبَيْتَ“ (العنکبوت ۱۵: ۹۹) (اپنے رب کی عبادت کئے جاؤ گے کہ تو یقین تک پہنچے۔) خواتین و حضرات! اگر آپ کے پاس اصحاب کی فہرست ملے نہ ہو، اگر آپ کے پاس علم عباسی نہ ہو تو آپ کبھی بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یقین کا یہاں مطلب کیا ہے۔ آپ یقین ہی مطلب لو گئے مگر کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہاں اصحاب رسول ﷺ نے یقین کا مطلب موت کیا ہے کہ عبادت کئے جاؤ گے تو موت تک پہنچے اور جب اس مطلب پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتنا وسیع، اتنا عظیم مطلب ہے کہ کوئی شخص مرنے سے پہلے تک اپنے کسی اعتبار پر مسلسل قائم نہیں رہتا اور وہ ایمان و یقین جو آپ یقین سے لے کر چلتے ہو بڑی مشکل سے انجام تک سلامت پہنچتا ہے اسی لیے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دنا خیر اور انکار کر کے تم انجام تک سلامتی ایمان سے پہنچو۔ ”الْأَلْفُ نَفْسٌ فَلَيْسَ عَلَىٰ نَفْسٍ“ اصحاب کی تاویل کو ignore کر کے ہم دین کو نہیں جاسکتے۔ ان کے مطالب اخذ کرنے کا ذریعہ محمد ﷺ تھے۔ ایک قرآن مکمل تھا اور ایک قرآن ناقص تھا، مفسر تھا، اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن اکیلا نہیں سمجھا جاسکتا۔ جن لوگوں پر امترا ہے جن لوگوں نے سمجھا جان کی مدد ضروری ہے۔ میں عباس سے کسی نے پوچھا کہ آج تم موجود ہو، تمہاری تہذیب ہمارے سامنے ہے۔ کل کو اگر تم بھی چلے گئے تو ہم قرآن مجید کی تہذیب کو کیسے سمجھیں گے، آنے والے لوگ قرآن کو کیسے سمجھیں گے تو حضرات عبداللہ ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ ”ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے۔“ But not without the guidance of the past, not without the

guidance of prophet and his friends اگر آپ قرآن کو صحابہ کی معرفت سے دیکھیں تو یہ بڑا واضح، بڑا clean ہے۔ ایک بار رسول ﷺ نشست فرما تھے اور اپنے سامنے بہت ساری کیریں کھینچیں اور فرمایا ”بظاہر ہر کیر اللہ تک پہنچتی تھی ہے، مگر دراصل صرف ایک کیر اللہ تک پہنچتی ہے وہ میری اور میرے اصحاب کی کیر ہے۔“ اب اس کیر کے بھی بڑے دعوے دار پیدا ہو گئے مگر یقین جانیے کہ اگر کسی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے اصحاب کی معرفت ہو تو وہ یقیناً اپنے آپ کو مسلمان کے علاوہ کچھ اور کہلوانا پسند نہیں کرے گا۔

سوال: تسبیح پڑھنا درست عمل ہے لیکن اس کی نمائش کہاں تک درست ہے اور ہر وقت اس کو پڑھنا اور کام کاج سے گریز کہاں تک جائز ہے؟

جواب: دو تین سوال آپ نے اٹھائے ہیں۔ تسبیح ہاتھ میں وی لے سکتا ہے کہ جو نمائش سے آگے گزرتا ہو یا جسے نمائش سے آگے جانا ہو۔ ایک دفعہ میں تسبیح لے کر کسی مسجد میں چل رہا تھا۔ جماعت اسلامی کے امیر اوپر سے نیچے آگئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ پروفیسر صاحب یہ نمائش آپ بند نہیں کر سکتے تو میں نے ان سے کہا کہ بات سنیں، یہ نمائش تو میں بند کر سکتا ہوں مگر یہ جو آپ نے بات کی ہے جسکی وجہ سے آپ سزاوار جہنم ہو گئے، یہ کب بند ہوگی۔ کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”بدگمانی سے بچو، بدگمانی کفر ہے۔“ اگر میں غلط تسبیح کر رہا ہوں تو آپ نے جو کو نہیں کھایا، آپ میرے آئینہ سے بچ گئے اور اگر میں صحیح دل سے تسبیح کر رہا ہوں تو پھر آپ کا بڑا امتحان ہوا کیونکہ آپ نے مجھ پر بہت بڑی بدگمانی کی ہے۔

خواتین و حضرات! تسبیح اٹھانا، پڑھنا نمائش ہوتی ہے تسبیح نمائش ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر اس کو اٹھانے اور پڑھنے میں character وہ نہیں ہو گا جو تسبیح والا ہے۔ اگر آپ بیانے ہو تو آپ کو یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ تسبیح، تسبیح ہے یا نمائش تسبیح ہے، ویسے تو ہر بیرونی کا سودا اگر بھی تسبیح اٹھائے پھر نا ہے اور نماز بھی پانچ وقت پڑھتا ہے۔ یہ تسبیح actually سہولت ہے۔ ازل سے یہ سہولت چلی آ رہی ہے۔ ہر زمانے میں یہ تسبیح موجود رہی یہودی دعوے

کے پاس بھی تھی، جیسائی پنڈتوں، پروہتوں اور رابیوں کے پاس بھی تھی، مسلمانوں کے پاس بھی رہی۔ تسبیح ایک سہولت جان لوگوں کے لیے جنہوں نے زیادہ تسبیح پڑھنی ہوتی ہے یا change کرنی ہوتی ہے اگر تو آپ کو ایک تسبیح پڑھنی ہو تو پھر آپ کو تسبیح پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح، دوپہر، شام آپ اسی تسبیح کو پڑھتے ہو مگر اگر آپ کی یہ خواہش ہو کہ آپ خدا کو بہت سارے رنگوں سے یاد کریں اور اگر آپ چاہتے ہو کہ اللہ کے بہت سارے رنگوں میں آپ رہتے جاؤ۔ ”صبغة اللہ“ (اللہ کا رنگ) ”وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَعْنُ لَهُ عِلْمُونَ“ (اور اللہ کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہے جس میں وہ رنگنا ہے اور ہم عبادت کرنے والے ہیں۔) اللہ کا رنگ ”سلام“ میں بھی ہے۔ ”مومن“ میں بھی ہے ”عزیز“ میں بھی ہے ”جبار“ میں بھی ہے ”رحمن ورحیم و کریم“ میں بھی ہے یہ رنگ نانو سائے البیہ میں ہے۔ اگر آپ یہ رنگ چاہو گے تو آپ کو تسبیح صرف facilitate کرے گی۔

جیسے میں نے پہلے کہا کہ آپ نفس کو مہذب کر سکتے ہو۔ نفس کو مہذب کرتے ہوئے لازم ہوتا ہے کہ اس کو کھلایا جائے کہ اسے جد بخت یہ 300 مرتبہ یا 200 مرتبہ میں نے تم پر لازم کیا۔ اگر زیادہ نہیں پڑھتا نہ پڑھ مگر اتنا پڑھنے میں مجھے مدد دے۔ Every mind is confused and chaotic آپ تسبیح پڑھتے پڑھتے بھول جاتے ہو، ایک ایک گنتہ تسبیح چلتی رہتی ہے، آپ کو تعداد کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ جو بے حساب کر سکتے ہیں، ماشاء اللہ وہ بے حساب پڑھیں۔ مگر جن کو زیادہ تسبیح کرنی ہوتی ہے ان کو تسبیح ساتھ رکھنی پڑتی ہے اور دوسری بات خواتین و حضرات اباہر نکلے تو نمائش و رانگر جیب میں رکھو تو سکھر... آپ سوچو تو کسی افرض کرو کہ آپ تسبیح کو جیب میں ڈال لیتے ہو کہ میں دنیا کو نہیں دکھانا چاہتا، میں چھپ کر پڑھوں گا، ساتھ ہی اگر آپ کو یہ خیال آجائے کہ میں کتنا اچھا ہوں کہ میں چھپ کر تسبیح کر رہا ہوں میں ان کم بختوں سے بہتر ہوں جو show کر کے پڑھ رہے ہیں تو پھر آپ کدھر جاؤ گے؟ ایک normal facility کو show off نہیں کہنا چاہیے مگر اگر آپ نے خدا کو واقعی یاد کرنا ہے تو یہ آپ کے ہاتھ میں ایک

سہولت بن جائے گی۔ رہا دوسرا سوال کہ کام کا ترک کرنا تو ایسا تو کوئی concept میرا نہیں خیال کہ آج تک تسبیح والوں کے ذہن میں آیا ہو۔ اگر آپ تسبیح والوں کو دیکھو تو وہ normal سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ میں تسبیح کے نتائج کو نہیں جانتا مگر میں آپ کو اپنی ایک دن کی روغن بتا دوں جو کہ میں قہوڑی بہت تو کرتا ہی ہوں، آپ کو نظر بھی آتی ہوگی جسکی میں نمائش بھی کرتا ہوں مگر ایک بات آپ کو بتا دوں کہ میں صبح گیارہ بجے بیٹھتا ہوں اور رات گیارہ بجے اٹھتا ہوں اور 300 400 لوگوں سے ملتا ہوں۔ آپ خود سوچ لو کہ کسی بغیر تسبیح کرنے والے میں اتنی محنت ہے تو مجھے بیٹو کہ مسائل حل کر کے بتا دے۔ صرف ایک دن میں عیاس کو تسبیح کرنی آ جائے گی۔ یہ میں اپنے بارے میں بات کر رہا ہوں لیکن ایسے بھی لوگ ہیں جو تسبیح کو کام نہ کرنے کے لیے excuse دیتے ہیں، یہ غلط ہے۔ اس میں کم از کم کسی بھی اچھے استاد کی sanction نہیں ہو

تبی This is my advice to every body who does Tasbih that he should not only do tasbih but also complete his worldly duty with complete honesty and intelligence

اسکو تسبیح کا فائدہ ہوگا۔ ایک عام بندے کے لیے تسبیح کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے۔ ذرا غور کیجئے گا، ہماری accountability کا منشا انسان نہیں، خدا ہوتا ہے۔ کیا خدا یہ چاہے گا کہ میں کام چوری کروں؟ کیا خدا مجھے advice کرتا ہے کہ میں dishonest رہوں؟ خواہ بخود چھٹیاں انجوائے کرتا رہوں؟ work hours میں بھی تسبیح ہی کرتا رہوں؟ یہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ جو صحیح اللہ کو یاد کرنے والا ہے وہ اپنے دنیاوی فرائض زیادہ محنت اور اہلیت سے سرانجام دیتا ہے اور اس کے بعد تسبیح کی باری آتی ہے۔

جیسے قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ ”يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ.....“ (اے میرے رسول تجھے دن میں کام بہت ہیں۔ ایسے کیا کر میرے رسول ﷺ! کہ راتوں کو اٹھا کر اہر خدا کو یاد کیا کر۔) اب دیکھئے کہ آج کل راتوں کو کون اٹھے؟ آپ سوتے ہی دو بجے ہیں۔ اب

تجد تو خواب و خیال ہوئی ہے۔ صبح کی نماز خواب و خیال ہوئی ہے۔ آپکادنی یا رہے شروع ہو
 نا ہے۔ ایسے حالات میں آپ کیسے راتوں کو اٹھ کر خدا کو یاد کرو گے تو پھر دن کے وقت میں ہی
 جب بھی فرصت ملے دو چا نام اللہ کے دو چار مرتبہ بھی اُتر دہرا لو گے تو ایک یا دو اللہ تو رہ جائے گی،
 وہ جو قبولِ شاعر ہے

کو میں رہا نہیں ستم بائے روزگار
 لیلین تیرے خیال سے غافل نہیں رہا
 بس اتنا مقصد یہ تھا ہے تسبیح کا ...

سوال: My question is about education and upbringing of children in the present society, there exist two systems, one religious madrassas where narrow image of Islam is presented, the second is English medium school, where western culture is promoted. Parents are upset where to educate children?

جواب: I think this is some of the social and some of the modern problem کہ جو بچے چھوٹے سکولوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا مستقبل اندھیر ہے۔ اس کے برعکس جو Beacon House میں پڑھ رہے ہیں، پبلک سکولز میں پڑھ رہے ہیں، خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ brilliant ہو جاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر ان کو باب کی سہولتیں ہوتی ہیں مگر تجرباً جو اس وقت سامنے آیا ہے کہ زندگی اس کے مابین ہے ہم پبلک سکولز built کیے ہوئے ہیں، ماڈرن انگلش سکولز builet کیے ہوئے ہیں۔ English تو ایک زبان ہے۔ اس میں کیا ایسی عجیب بات ہے مجھے کوئی سمجھ نہیں آتی۔ ا have myself done post graduation in English

زندگی پر کیا اثر ہوا یا اس زبان نے کتنا مجبور و محکوم مجھے کر دیا ہے۔ مجھے اپنی زبان پر انگریزی سے زیادہ کا جو حاصل ہے مگر فرق تو یہ ہے کہ آپ اس کے ساتھ ایک mentality خریدتے ہو۔ You are not buying english you are buying an entire mentality مجھے بتاؤ جب میں ٹیکسٹ بک پڑھتا ہوں یا مارلو پڑھتا ہوں، میں آپ کو ایمانداری سے کہتا ہوں کہ میں نے اس کے علاوہ فرنگی ادب پڑھا ہوا ہے، Russian ادب پڑھا ہوا ہے، Chinese ادب پڑھا ہوا ہے، میں آپ کو ایمانداری سے رائے دیتا ہوں کہ انگریزی ادب ادیت کے لحاظ سے کمزور ادب ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی موب سے پوچھ لیں تو آپ کو پتہ لگے گا کہ انگریزی ادب ادیانہ عالم میں سب سے زیادہ کمزور ہے۔ Russian realism ادب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ خیال اور معرفت میں فرنگی ادب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ Chinese ادب کا اپنا ایک مقام ہے۔ عرب کی شاعری اور عرب کے ادب کا کوئی جواب نہیں ہے۔ problem ہمیں یہ ہے کہ ہم انگریزی ادب کو نہیں پڑھا رہے ہوتے، ہم انگریزی ادب کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہماری inferiority کی وجہ سے ہے۔ ہزاروں سکول بھی انگریز انٹیکس میڈیم کے قائم ہو جائیں اور ان میں انگریزی ادب کے ساتھ ان کے اخلاق اور معاشرتی اقدار کو بھی ساتھ میں لے آؤ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں We have to change the mentality of english school. Similarly we have to change the inferiority of the lower schools ایک زبان ہے جو کہ آپ نے سیکھی ہے۔ عربی اس سے کئی ہزار درجے مشکل ہے انگریزی تو کوئی ایسی زبان نہیں۔ میرے خیال میں sub-continent میں ہر بندہ تھوڑی بہت سیکھے ہوئے ہے تھوڑی بہت بول بھی لیتا ہے۔ اب اس سے کیا یہ لازم ہے کہ آپ انگریزی society کے اثرات بھی سارے لے کر آؤ۔ ہماری inferiority کا اس میں دخل ہے۔ نظام تعلیم کی inferiority کا اس میں دخل ہے۔ اس میں کوئی ایسی اخلاقی قدر نہیں ہے کہ جس پر

اگرچہ کیا جاسکے۔

سوال: Choice کہاں ہے؟ اگر جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں تو ایمان مجمل جس کو ہم پڑھتے ہیں کہ ہر اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے تو پھر choice کہاں ہے۔ ہر چیز تو اللہ نے اپنے ہی اختیار میں رکھی ہے؟

جواب: دیکھو آپ deeds کی بات کرتے ہو۔ آپ مجھے ایک بات بتاؤ اس جگہ آپ کو اللہ چھوڑ دیتا ہے یا اللہ آپ کو آزادی کہاں دیتا ہے۔ میں نے آپ کو بہت پہلے کہا تھا کہ جب اس نے artificial intelligence آپ کو دی تو آپ کو ایک ایسی judgement دی جس کا وہ خود بھی شکار ہوتا ہے۔ اللہ خود بھی لاکھوں اور کروڑوں non-believers create کرتا ہے۔ ماسٹر گز ایلوگ create کرتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ اس عقل کی وجہ سے ہے جو میں نے انہیں دی ہوئی ہے جس کے غلط استعمال کی وجہ سے خود خدا کی شناخت بھی خطرے میں پڑتی ہے اور جس کے بہتر غرضانے میں اللہ تعالیٰ آپ کو جیتیں بخشتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ بازار جاتے ہو تو اسی عقل کو استعمال کرتے ہو، آپ choice کا استعمال کرتے ہو ایک وال کی بجائے دوسری وال خریدتے ہو، ایک صابن کی بجائے دوسرا صابن خریدتے ہو، ایک لباس کی بجائے دوسرا لباس خریدتے ہو، تو اس کے پیچھے آپ کا ایک vision ہے۔ یہ vision جو عقلی طور پر خود آپ نے built کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت آپ یہ نہیں کہتے کہ یہ مجھے خدا نے فریہ دیا ہے۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ میں Lux لینے آیا ہوں۔ آپ دوکاندار سے یہ کہتے ہو کہ مجھے Lux ہی چاہیے، مجھے فلاں ٹوتھ پیسٹ ہی چاہیے۔ Because you have inbuilt choice۔ اور یہ تمام زندگی کے معاملات ہونے کے باوجود آپ کو یہ جو ہلکا پھلکا choice اللہ نے دیا ہے یہ آگے بڑھ کر خود اس کی ذات کی طرف ختم ہوتا ہے۔ ”إِنَّمَا هَدَيْنَا السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكِرُوا وُثْمَانَا كُفُورًا“ ”بے شک ہم نے دکھائی اس کو راہِ شکر کرنے والا ہوتا ہے یا کفر کرنے والا“ (میں نے تمہیں عقل و معرفت دے دی اور یہ choice تمہیں دے دیا۔ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا نکار

کردو) اس کے علاوہ انسان کے پاس اور کوئی choice نہیں ہے۔

سوال: کیا کوئی ضعیف الاعتقاد مسلمان ورد کرنے سے نفی پر قائم ہو سکتا ہے؟

جواب: ضعیف الاعتقاد کی تو مجھے term نہیں سمجھ آتی مگر میں اس سے مراد یہ سمجھتا ہوں کہ جسکو خدا پر اتنا زیادہ اعتبار نہ ہو، جیسے ہم نام لوگ ہیں۔ سارے ہی مسلمان ضعیف الاعتقاد ہیں۔ اس کے دو مطالب ہیں۔ ضعیف الاعتقاد کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو خدا کے ساتھ دوسری بہت ساری چیزوں پر بھی یقین رکھتا ہو۔ مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ مطلب نہیں ہے۔ میرے خیال میں ضعیف الاعتقاد سے ان کی مراد یہ ہے کہ جو سمجھتے ہیں کہ ہمارا خدا پر ایسا یقین نہیں ہے جیسا کہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ مطلب ہے تو یقیناً خدا کی طرف رجوع اور تسبیح اس یقین کو مستحکم کرتی جاوے اللہ کی قربت عطا فرماتی ہے اور اللہ کی طرف سے آئی یا دکی وجہ سے اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے کیونکہ۔ یا اللہ کا وعدہ ہے ”فَلَا ذِكْرُ وُنًى اَذْكُرْ لَكُمْ“ (اگر تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔) ہماری یاد دہانی، کمزور اور مجبور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد ہمارے لیے باعث رحمت و کرم، باعث مغفرت، باعث عزت و احترام ہوتی ہے۔

سوال: آپ نے زلزلے کے حوالے سے ایک ایروے میں فرمایا تھا کہ پانچ ماہ کا بچہ بلا مرط ہے۔ اس کے بعد ایک اور مرط ہو گا، جس میں قوم کی قیادت پڑھے لکھے لوگ کریں گے اور پاکستان super power بن کر طلوع ہو گا۔ یہ مرط کب آئے گا؟

جواب: میرے خیال میں پڑھے لکھے لوگوں کے ہاتھ میں بازی آوری ہے۔ ویسے تو وکیلوں سے ہماری پرانی خاصیت چلی آئی جاوے ہمیں بہت سارا لگے تھا کہ ہم جو بڑے بچے کی تیز چوڑ گئے ہیں تو ہر professional attitude میں بعض اوقات ایسی قیادت آجاتی ہیں، مگر اگر وکیل واپس پلٹ سکتے ہیں، تو باقی لوگ بھی پلٹ سکتے ہیں۔

دیکھا، میں دو منافع ایسی ہیں جو باقی لوگوں میں موجود نہیں ہوتیں۔ ایک تو قانون جمی جیسے ہمارے ہاں عام لوگ قانون کو اتنی اچھی طرح نہیں جانتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ

vocal ہوتے ہیں۔ ابھی تک وکلاء نے زیادہ تر مفکرو مسائل کے بارے میں رکھی۔ تیسرے یہ آسانی سے کسی کو لیڈر نہیں جانتے۔ obviously جو وکیل جتنا بڑھتا جائے گا اس کا تجربہ یہ بتائے گا کہ وہ جائز کو ناجائز کر سکتا ہے۔ جب کسی انسان میں اتنی بڑی اہلیت پیدا ہو جائے کہ وہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کر لے تو وہ اپنی ذہن کی گرفت اور قوت کا بڑا نمونہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے وکلاء کو فائل کرنا بڑا مشکل ہے کیونکہ ان کو بحث کی ازلی عادت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بڑی سے بڑی معروف کلام پر بھی دو چار اعتراض بڑے ہی آرام سے جڑ دیتے ہیں اس لیے کہ اعتراض کرنا ان کی عادت ہے مگر دیکھنا یہ یا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا کرم ہوا کہ ایک شعوری لبر جو پیدا ہوئی ہے پورے پاکستان میں، یہ مسائل اور حقائق کے حوالے سے عی پیدا ہوئی ہے۔ مسائل اور حقائق کے حوالے سے جو روزانہ اخباروں میں approaches آ رہی ہیں، کم از کم پاکستان کا ہر شہری ان مسائل کو جانتا چاہتا ہے۔ ہمارا شامل پسند شہری جو ان پر اٹھیں قناعت بھی اب involve ہو رہا ہے کیونکہ فزکی discussions اب ایک کیس بن کر قوم کے سامنے آ رہی ہیں۔ ایک طرف وکلاء ایک کیس لڑ رہے ہیں۔ ایک طرف حکومت ایک کیس لڑ رہی ہے جو اس کی وجہ سے عمومی آگئی ہو رہی ہے اور ان سٹا ماٹھ و تعلق یہ democratic شعور پلنے اور جمہوری شعور کے لیے ایک بڑی مستحبات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا ایک ریڈا حاکمیتنے والا، ایک سوزو کی چلانے والا، ایک جو ریڈا اٹھانے والا مزدور بھی اس ساری کشمکش کی وجہ سے کل کو ایک باقاعدہ democratic پیچھے ہو اور یہ نظر آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پڑھنے لکھنے کی اس قیادت کی وجہ سے ایک نیا بن رہا ہے۔ آخری پڑھنے لکھے کون ہوتے ہیں یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ I think one of the most and well educated people in Pakistan now are taking in command ہمارے پاس پہلے جو B.A. پاس لوگ تھے جن کو اسمیلیوں میں لایا گیا تھا، پڑھنے چلا کہ یہ پڑھ لکھے نہیں ہیں۔ انھوں نے اقتدار کی خاطر، حرص و ہوس کی خاطر، اپنے آپ کو نلام کیا اور اپنی آزادیاں بیچیں۔ ان کو حلیم میں نہیں سٹا جاسکتا۔ اب یہ دوسرا تعلیمی طبقہ میدان میں

آیا ہے کم از کم ان کے پاس ایل ایل بی کی ڈگری زیادہ ہے، جو قانون فہم ہے۔ ابھی تک تو اصولی نظر آرہا ہے کہ وہ مشکلہ بنا اور اپنے جذبوں کی اور اپنے خیال کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ ان کو مزید یہ شعوری خدمت بخشے کیونکہ سوال کسی dictator کا یا حکومت کا نہیں ہوتا، سوال ایک قوم کی آگہی کا ہوتا ہے اور گنتا ہے کہ قوم کچھ آگاہ ہو رہی ہے۔ جب قوم آگاہ ہو جائے گی تو میرا خیال یہ ہے کہ پاکستان میں بھی Magna Carta لکھا جائے گا۔ ایک نیا تقسیم دور کا قانون جاری ہوگا اور اللہ تعالیٰ جب آپ بھی محفوظ ہو گئے اور ہم بھی محفوظ ہو گئے۔

سوال : ہم یقین رکھتے ہیں اللہ اکبر ہے کہ میرے علاوہ کسی کو ویلہ نہ ملے گا۔ چھوٹے موٹے دنیا کے کاموں میں اگر کوئی رشتہ دار کسی کام کا ویلہ بن جائے یا بن سکتا ہو تو اس سے مدد لینی چاہیے؟ ان ویلوں کو please واضح کریں۔

جواب : یہ آیت میں نے نہیں پڑھی۔ یہ آیت وسیلہ اور چیز بنا اور عبادات کو share کرنا اور چیز ہے۔ وسیلہ تو خدا recommend کرنا ہے۔ وسائل کے بغیر تو انسان پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا کو شروع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دو دن لگائے میں نے اس میں زمین کو ٹھہرانے میں اور دو دن لگائے اس میں وسائل انسان تخلیق کرنے میں۔ ظاہر ہے جسے وہ قوت کہتا ہے کہ انسان کو وسائل تک پہنچا دیا تھا۔ پھر انسان کو جب اس نے تعلیم کرنی تھی تو اس نے وسائل بغیر تخلیق کئے۔ بغیر تمام وسائل ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو ہمارا feed back نہ ہوتا۔ ملائکہ وسائل ہیں جو بغیروں کے وسائل بنے اور بغیر ہمارے وسائل ہیں جن کے ذریعے ہم علم تک پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہا ہے کہ ایک نبی پیدا بھی نہیں ہوتا تو بھی وہ ویلہ بنتا ہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں یہود کو اللہ تعالیٰ نے ایک سرزنش کی ہے کہ تم کیسے بد بخت لوگ ہو کہ جب ابھی رسول ﷺ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو تم اس کے ویلے سے مجھ سے دعائیں مانگتے تھے اور میں تمہیں بخش دیا کرتا تھا۔

یہودی کا دانت تھی کہ حضور ﷺ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو ان کا علم ساتھ

رکھتے تھے۔ ان کام لے لے کر دعائیں مانگتے تھے اور اللہ قرآن میں اس بات کو خصوصاً mention کرتا ہے کہ ابھی میرا پیغمبر پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو اے قوم یہود تم اس کے ویلے سے مجھ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب یہ پیدا ہو گیا ہے تو تم اسکا انکار کرتے ہو۔ یعنی جب رسول ﷺ پیدا ہو گئے ہیں تو ہم ان کے ویلے کا انکار کر رہے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ ہم قوم یہود کی طرح ہو جائیں کہ جب وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو تم اس کے ویلے سے دعا مانگتے تھے۔ اب اگر پیدا ہو گئے تو تم کہتے ہو کہ رسول ویلہ نہیں ہوتا۔ اگر رسول ویلہ نہیں ہوتا تو خدا کی شناخت کا اور کوئی ذریعہ زمین پر نہ ہوتا کیونکہ حادثہ خداوند یہ ہے کہ اپنی پہچان لینے والے پھر قبری رستوں کے لیے اپنے مذہبی و اخلاقی رستوں کے لیے اگر اس نے کوئی guide چنے تو یہ وسائل تبدیل ہو چکے ہیں۔

دنیا میں کوئی کام بے وسیلہ نہیں ہوتا نہ کوئی دنیاوی کام بے وسیلہ ہوتا ہے نہ کوئی آسمانی کام بے وسیلہ ہوتا ہے مگر ویلے کو خدا سمجھتا کسی قیمت پر بھی جائز نہیں۔ وسیلہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسباب اور وہ ذرائع جو آپ کو اپنے مقصد حیات تک پہنچانے میں مدد دیں ہم ان کو وسائل کہتے ہیں اور یہ ایک Technical definition ہے۔ اس میں کسی قسم کا عبادتی تغیر نہیں ہوتا۔ وہ تمام وسائل اور وہ تمام ذرائع جو کسی کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے میں مدد دیتے ہیں ہم ان کو وسائل کہتے ہیں۔ یعنی آج کا پاکستان اگر ایسی ہے، اگر آج کی دنیا ایسی ہے تو اس وسیلہ کو انسان تک پہنچنے ہوئے دو ارب سال لگے ہیں۔ خدا نے جو دو ارب سال پہلے زمین میں lead crystal رکھی تھی وہ دو ارب سال کے بعد یورینیم میں change ہو کر وسیلہ مائع بن گئی۔ یہ تمام وسائل جو ہیں یہ قول و آخر mention ہیں اور ان کا سوچو جو مالا لازم ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وسائل نہیں ہیں I don't think they exist on earth اودھنا ہے ہوا میں معلق ہوتے ہیں۔ میرے ایک بڑے چھ دوست تھے۔ بڑے ہی کنز الجملہ ٹٹ تھے۔ میں چونکہ جلد یہ سلسلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے استاد و مرشد سید عثمان بن علی جویری ہیں کہ علم و منطق میں ماشاء اللہ قلمی اعزاز ایسا استاد بہت کم دیکھنے میں ملا ہے میرے ان دوست کو علی بن عثمان کے

علم سے تو کوئی غرض نہیں تھی۔ ساتھ ہی مسجد تھی اور وہ روزانہ اونچی آواز میں پکارا کرتے تھے کہ
 جو دانا کو دانا گنج بخش کہتے ہیں وہ بڑے کافر ہیں اور یہ کہ وہ بندہ ہے یہ ہے وہ ہے۔ اتفاق
 سے سب سے زیادہ زور یہ تھا کہ وہ جیلہ وغیرہ نہیں ہیں۔ ان کے ویلے سے دانا نہ پیا کرو۔ یہ نہ پیا
 کرو، وہ نہ پیا کرو۔ ایک دفعہ اتفاق سے میری بھی transfer ہو گئی، ان کی بھی transfer ہو
 گئی۔ میں نے as usual اللہ پر چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے واقف ہیں، بڑے شناسا
 ہیں، کسی سے سفارش کروالو۔ میں نے کہا کہ اگر خدا کو میرا یہاں رہنا منظور ہے تو میں ادھر رہوں
 گا۔ میں استادوں والا تھا مگر میں کسی کے پاس گیا نہیں۔ ایک دفعہ وہ مجھے ملے، کہنے لگے:
 ”پروفیسر! میری بھی ٹرانسفر ہو گئی ہے“ تو بھی پروفیسر تھا اسلامیات اور عربی کے فاضل تھے۔
 میں نے کہا: ”ٹھیک ہے، میری بھی ہو گئی ہے“۔ کہنے لگے: ”پروفیسر صاحب! آپ نے کسی سے کچھ
 کہا نہیں؟“ تو میں نے کہا کہ میں کیوں کسی سے کہوں، جتنا وقت اللہ نے جس زمین پر رکھا ہے
 کافی ہے۔ میں تو نہیں کسی سے کہتا۔ کہنے لگے: ”پروفیسر صاحب! آپ کے تو بہت واقف ہیں۔
 میری ہی سفارش کرادیں کسی سے“۔ تو یہ سن کر دل میں مجھے بہت ہلسی آئی کہ صبح وشام تو یہ سفارش
 اور ویلے کی اتنی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ What is impossible is impossible Man is a social animal,
 وہ گز نہیں کر سکتا، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر وہ گز نہیں کر سکتا۔ اگر ویلے جاز ہو، امداد طلب
 کرنا جاز ہو تو آپ کو پتہ ہے کہ تمام حقوق العباد طلب ہو جاتے۔ غور کرو اس پر! اگر ویلہ غلط ہو
 تا، مدد غلط ہوتی تو تمام حقوق العباد کی نفی ہو جاتی اس لیے کہ حقوق العباد کی بنیاد ہی مدد ویلہ پر ہے
 ۔ ایک بندہ کسی دوسرے کا ویلہ جتا ہے، ایک بندہ کسی دوسرے کی مدد کرتا ہے، ایک بندہ کسی کے
 کام آتا ہے۔ اگر آپ اللہ کو ماننے والے ہو آپ گھر سے نکلتے ہو کہ میں اپنوں کا ویلہ بنوں کسی کی
 روٹی کا اور کسی کے پانی کا، کسی کی ترقی کا، کسی کو عزت دوں، کسی کو مصیبت سے نکالوں تو یہ حقوق
 العباد سارے کے سارے کہاں دفن ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بندہ لوگوں کی

خدمت کرنے نہیں نکلے گا۔ آپ کچھ بھی کہیں پھر خدمتِ خلق کا کام ختم ہو جائے گا کیونکہ خدمتِ خلق میں ایک آدمی کرنے والا ہے مگر باقی لوگوں کا تو وہ وسیلہ بنے گا، سب بنے گا، باقی لوگوں کی عزت و تکریم کا وہ سب بنے گا تو یہ تمام حقوق الٰہی ختم ہو جاتے ہیں۔ ہاں ہر چیز میں غلو برا... ہر چیز کی excess نہی ہے۔ ہر چیز کی exaggeration نہی ہے۔ وسیلہ طلب کرنے سے کوئی بندہ کسی کا خدا نہیں بننا مگر وہ لوگ جو آج موجود ہیں اگر وہ اپنی زندگی پر غور کریں، اگر پاکستان کی زندگی پر غور کیا جائے تو یہ جو مصیبت اب پاکستان میں آئی ہے یہ غیر مذہبی نہیں، مذہبی لوگوں کی وجہ سے ہے۔ آپ غور کرو کہ اس حالت میں جو اس وقت ایک غیر معقول طاقت کو حاصل ہے اس طاقت کا سبب غیر مذہبی نہیں مذہبی لوگ تھے۔ وہ طبقہ جو انھوں نے مل کر اس کے حق میں پاس کروائی ہے جسکی وجہ سے آج وہ سپر پاور بنے بیٹھے ہیں وہ غیر مذہبی نہیں مذہبی لوگ ہیں اور وہ مذہبی لوگ جن کو وسیلہ پسند نہیں ہے مگر ایک سیکولر کا وسیلہ بن کے انھوں نے اس کو اتنی بڑی پاور عطا دیا کہ وہ مکمل طور پر مذہب سے انکاری ہیں۔

سوال : کیا اللہ کے پیغمبروں کو بھی ان کا نفس بے کاس ہے یا وہ اس سے غمزدہ ہیں؟
جواب : پہلی بات تو یہ کہ پیغمبروں کی خطا بھی حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق ان کی اس حواس کے لیے فلاح و بہبود کا باعث بنتی ہے۔ ان کی جو خطا بھی جاری ہوتی ہے وہ calculated ہوتی ہے۔ Well understood ہوتی ہے جیسے یونٹس سے خطا ہوتی، یہ calculated تھی چونکہ ایمان کی زندگی totally controlled ہوتی ہے تو ہم ان کی خطا کو علم کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اگر حضرت یونس بن مثنیٰ سے خطا نہ کروائی جاتی تو ہمیں ایک انتہائی بڑی نعمت نہ ملتی۔ وہ بڑی نعمت کیا تھی؟

قیامت تک مسلمانوں کو، مومنین کو ایک وعدہ دیا گیا کہ یہ طرز جو ہے یونس کی، یہ خوبصورت انداز جو ہے یونس کا تو یہ کرنے کا، یہ اتنا حسین ہے اور ہمیں اتنا پسند ہے کہ قیامت تک جو اس لہجے میں ہم سے معافی مانگے گا تو ہم اسے ”کذلک ننجی المؤمنین من العذاب“

دیں گے اور وہ یہ ہے ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ ایسی خطا کو خطا نہیں سمجھا جاسکتا جو calculated ہو، well understood اور ربح زمانوں تک انسانوں کے لیے نفع و سبب دیکھا باعث ہو۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کے معاملے میں دیکھ لیجئے کہ اگر چاہے اس نے خطا کا راہ کیا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے نفس کی برائی، نفس کے کمال، اس کی طاقت کا مظاہرہ ایک پیغمبر پر کر کے اس کی نجات کے لیے آپ کو بھیج دے دی جو میں نے ابھی پڑھی تھی ”إِنِّي رَأَيْتُ رُؤْيًى غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ پیغمبروں کی نسیان calculated ہوتی ہے۔ ان سے سرزد کروائی جاتی ہے کیونکہ ان کی خطا میں بھی ان کی امت اور آنے والے انسانوں کی بھلائی کا بہت بڑا عنصر شامل ہوتا ہے۔

موسیٰؑ سے انجانے میں بغیر نیت کے ایک murder کروایا یا حتیٰ کہ وہ بھارتے ہوئے ایک درخت کے نیچے پہنچے تو میں نے ایسی خوبصورت دعا بہت کم دیکھی ہے جو حضرت موسیٰؑ نے درخت کے نیچے پڑھی۔

”رَبِّ إِنِّي لَمَّا أَتَوْتُ الْبَلَدَ مِنَ الْغَيْبِ“

(اے رب میں اس نے کا حتم ہوں جو میری طرف نازل کرے اور میں غیبی ہوں)

اور پھر نبوت، نبی اور حضرت شعیبؑ کی سرپرستی ان کو عطا کی گئی۔ کیا آپ یقین کر سکتے ہو کہ کوئی خطا اتنی قیمتی بھی ہو سکتی ہے کہ جس کے لیے بغیر یہ سب کچھ نصیب نہ ہو اور جسکی وجہ سے رہتی دنیا تک ہمیں اتنی بڑی نعمت مل جائے جیسے موسیٰؑ کی یہ دعا ہے جیسے یوسفؑ کی دعا ہے اور جیسے حضرت یونسؑ کی دعا ہے اور جیسے نبی اکرم ﷺ کی دعا ہے مبارک ہیں جو منجھو شام ہم پڑھتے ہیں اسی لیے میں کہتا ہوں کہ پیغمبر نفس کی پیچیدگیوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ guided soul ہوتے ہیں، Well protected ہوتے ہیں اور ان کی خطا جو ان سے سرزد ہوتی ہے وہ جان بوجھ کر ان سے کروائی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو منفعت پہنچے۔

سوال : ولی اللہ کا خدا کو پانے کا طریقہ مختلف کیوں ہے؟

جواب : مختلف نہیں ہے۔ نیت وہی ہے، انداز وہی ہے مگر ہر انسان دوسرے سے تھوڑا تھوڑا مختلف ضرور ہے۔ کسی میں ایک جہت کا تاؤ ہے اور کسی میں دوسرا ہے۔ کوئی ایمان رکھتا ہے، کوئی شک و شبہ سے پرہیز کرتا ہے، کوئی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر چلنے سے اعتدال سے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی اپنی کمزوری کو دیکھ کر مجاہدات کے ذریعے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ مقاصد مختلف نہیں ہوتے۔ approach individual ہونے کی وجہ سے change ہو جاتی ہے۔

سوال : کیا انسان کا نفس ہی اس کے اندر کا شیطان نہیں؟

جواب : اندر کے شیطان اور باہر کے شیطان میں بڑا فرق ہے۔ نفس شیطان نہیں ہے۔ نفس ضعیف ہے اور جہت ہے اور شیطان ایک خارجی وجود ہے، ایک مکمل وجود ہے۔ شیطان ایک گروہ کا سردار ہے۔ افواج رکھتا ہے، آپ کی فائلیں رکھتا ہے، بہت clever ہے، ذوقین ہے، اس کے پاس ہر آدمی اور اس کے آباء و اجداد کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ اگر ایک جگہ سے آپ نہ بھٹو، آپ کی فائل طلب کرے گا کہ اس کا باپ کہاں سے بڑھا تھا۔ ماں کہاں سے بچی تھی۔ وہ بہت scientific ہے۔ اس کا سارا سسٹم بہت scientific ہے۔ اس کی فائلیں بے شمار ہیں۔ صرف آپ کو وہ نظر نہیں آتا۔ ورنہ وہ ایک باقاعدہ تاریخی حریف جماعت ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد دُرّائی ہے کہ انھیں ہو کر چلو ورنہ تمہارے پر چلے والوں کو شیاطین اس طرح اچک کے لے جاتے ہیں جیسے ریوڑ سے بکھڑی ہوئی کسی بکری کو لے جاتے ہیں اس لیے کہ وہ تاریخی حقیقت ہے، داخل نہیں ہے۔

سوال : اگر کوئی شخص اپنی مریضہ ذمہ داریاں چھوڑ کر خدا کی تلاش میں نکل کھڑا ہو تو یہ ٹھیک ہے؟

جواب : جیسے میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ جو اپنی ذمہ داریوں سے گریز کرتا ہو مسلمان بنتا ہے کم از کم اللہ تعالیٰ اسے recommend نہیں کرتا۔ یہ تو نہیں ہے کہ مریضہ ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے وہ کافر ہوتا ہے وہاں بھی وہ مسلمان ہوتا ہے لیکن جو اپنی responsibilities پوری کرتا ہے جو اپنے فرائض کی نگرانی کرتا ہے جو اپنے بچوں کا ہیٹ پاؤں بچا اپنی بیوی کے حقوق

پورے کرنا ہے وہ اللہ کے مانند کردہ حقوق پورے کر رہا ہے۔ ایک عورت جو بڑی عبادت گزار تھی اس کے خاوند نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تو اتنی عبادت گزار ہے کہ یہ تو میری بیوی ہو کر بھی میرے قریب نہیں آتی ہے۔ کہتی ہے کہ مجھے اللہ کی عبادت کرنی ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اسے منع کیا اور کہا کہ تیری اس عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے، تیرے خاوند کے تجھ پر حقوق ہیں۔ اسی طرح بیوی کے مرد پر حقوق ہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ quote کرتے وقت اپنے اپنے حقوق quote کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق ignore کر دیتے ہیں۔ اگر ہم سب لوگ ان حقوق سے غفلت برہنہ گئے جو اللہ نے ہم پر فرض کئے ہیں تو ان کو ترک کر کے ہم کسی دوسرے اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نماز ترک کر کے اللہ کو خوش کر لیں۔ delay ہو سکتی ہے مگر ترک کر کے اس کو خوش نہیں کر سکتے۔

ہمارے فرائض اللہ کی طرف بھی ہیں اور ہمارے فرائض ہماری فیملی اور دنیا کی طرف بھی ہیں۔ ہر آدمی دوسرے کا ذمہ دار ہے۔ ہر آدمی نے زندگی میں کچھ نہ کچھ کام کما ہے۔ وہ یہ کام کرنے آیا ہے۔ جب تک آپ وہ کام نہیں کرو گے آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔ اصحاب رسول ﷺ صحتبازی کرتے تھے، پیپ پالتے تھے، کس دن انھوں نے تباہی اختیار کی؟ کب وہ پلہ، معکوس میں گئے؟ کب مراقبہ، قہر کیا؟ وہ تو سارا سارا دن اپنا کام کرتے تھے، صحتبازی کرتے تھے، پیپ پالتے تھے، مگر وہ اتنے معزز لوگ تھے کہ زمین پر پھر کوئی ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں ہوا۔ مارل اور معتدل زندگی گزار کے بھی اللہ ان کی ترضیح قبول تھی۔ ان کو شراب پینے کا شوق تھا، جب خدا نے کہا کہ یا تم چاہتے ہو کہ تم شراب پی کر شیطان کے ساتھی رہو اور میرا ساتھ چھوڑ دو تو انھوں نے اسی دن ساری شراب ترک کر دی۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں عادی ہو گیا ہوں۔ اسی دن سب نے ترک کر دی۔ بوجھ اپنی ذات پر ہی لیا۔ جب انھیں کچھ ترک کرنے کو کہا گیا تو پھر انھوں نے کچھ نہیں دیکھا۔ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آیا تو وہ ان کی ترضیح قبول تھا اور باقی وہ ہر قسم کی زندگی آرام سے گزار رہے تھے۔ خدا مجھے اور آپ کو توفیق بخشے۔

تصوّف عہدِ حاضر میں
 اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِلْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّیْ مِنْ
 لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
 سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ
 وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

خواتین و حضرات! تصوف کے بارے میں میرے کچھ خیالات پرانے ہیں اور کچھ
 نئے ہیں۔ ایک چیز ان میں مشترک ہے کہ زمانہ ماقبل سے آج تک اصول تصوف کبھی نہیں بدلے
 جو بات zeno (زینو) نے کہی ہوگی یا Diogenes (دیوجانس) نے کہی ہوگی وہی عصر
 حاضر کا صوفی بھی کہے گا۔ تصوف غیر متغیر قوانین کا نام ہے کہ جن کا بنیادی مقصد ان تمام شبہات کا
 ازالہ کرنا ہے جو آج بھی، کل بھی اور بہت سارے زمانوں میں غیر صوفی حضرات اور بہت سے
 عقل میں، دانش میں ذہین اور فطین حضرات نے اپنی وقعت ذات پٹنے اور شرف و خیال پٹنے اس
 میں داخل کئے۔ بہت سے لوگ تصوف کے وجود سے انکاری تھے اور اب بھی ہیں اور اس کی بھی
 ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس "تجربہ و محنت پلا" کے جو اندر ہو وہ باہر کی کم تر رکھتا ہے اور جو باہر ہو اس

کو کبھی پتہ نہیں لگتا کہ صوفی کے تجربات کیا ہیں۔ بڑی بڑی ذہانتوں کے لوگوں نے جن کو بزرگم خود حقیقت و جستجو پر بڑا ماز تھا، جو عظمت اور ادبیت میں بڑا امام تھے جب ان سے صوفی ازم کے بارے میں گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ادبی، اخلاقی اور علمی بددیانتی سے کام لیا ہے۔ عالم کی تو بچوں یہ ہے کہ جس چیز کو نہ جانتا ہو کہے کہ میں نہیں جانتا۔ اس کے برعکس بہت سے ان علمائے عقل و ادب نے جب تصوف پر گفتگو کی تو اسے سرے سے ایک ناممکن امر قرار دیا چونکہ وہ ان تجربات و حوادث ذات سے نہیں گزرے تھے جن سے ایک صوفی گزرنا چاہا جس لئے انہوں نے اسکا سرے سے انکار کر دیا۔

خواتین و حضرات! تصوف اک طرز زندگی ہے اک طریقہ حیات ہے۔ تمہارا سا مختلف، تمہارا سا مشکل۔۔ مختلف اس لئے کہ جستجو اور تلاش کا مرکز جدا ہونا چاہو اور مشکل اس لیے کہ یہ ذات و نفس کے خلاف جدوجہد ہے اور اجتہاد ہے۔ کوئی ایسا شخص مشکل سے نظر آئے گا جو اپنی ذات سے ہمدردی نہیں رکھتا، جو اپنے نفس کے کسی نہ کسی اشکال میں مبتلا نہیں ہوتا اور جہاں صوفی ان تمام سہوئوں کو اور ان تمام اشیاء کو اور خیالات کو نفس ذات سمجھتا ہے وہاں بہت سارے ذہین لوگ بھی، بہت سارے عالم اور دانشور بھی انہی چیزوں سے مروت بھی رکھتے ہیں، انہیں بھی رکھتے ہیں اور انہیں کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے جو صوفی اور غیر صوفی میں ہے۔ صوفی محدود کیوں ہیں؟ کم کیوں ہیں؟ اس انفرادی وجہ سے اور اس پردہ کی وجہ سے اور اس نفس کی وجہ سے جو بہت سارے لوگوں نے صوفی ازم میں داخل کر دیئے ہیں اور ایک ایسا impossible فکر کا طریقہ اسے بنا دیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ناممکن الحصول ہے حالانکہ یہ انتہائی سادہ اصولوں پر مشتمل ہے۔

ان تمام لوگوں نے کہ جن کی یاد میں الحمد للہ یہ دن منعقد ہو رہا ہے، جناب سید جویو واحد عجیب و غریب عالم اس لحاظ سے ہیں کہ انہوں نے تصوف کے مقامات، خیالات اور اس کے مختلف درجات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگر تصوف پر ایک کتاب لکھی جائے کہ جنہوں نے اسے explain کیا ہے کہ ”تصوف“ کس نے کام کیا ہے؟ کس طرح کا یہ علم ہے اور کس طرح سے اس کی شناخت ممکن ہے؟ تو پھر آپکو سید جویو کے علاوہ لوگ بڑے کم نظر آئیں گے۔ ایسا ہوا کہ صوفی اپنی کلمات سے بچھا گیا۔ Through out the history of mysticism بدقسمتی سے صوفی اپنے علم سے نہیں بچھا گیا۔ یہ کسی نے نہیں دیکھا کہ تصوف

ایک high seriousness ہے، انتہائی گہری سنجیدگی کا نام ہے، اعلیٰ درجے کی بلوغتِ علم کا نام ہے، شناخت کا ترڈو ہے۔ اپنے وجود سے، اپنے خیال سے گریز ہے، اپنی اہمیت کو کم کرنے کا نام ہے، اپنے آپ کو اعلیٰ قیمت دینے کا نام ہے۔ In a land of inferiorities ایک ایسی سرزمین پر، ایک ایسی بستی میں جہاں ہر انسان کسی نہ کسی احساسِ کمتری سے گزر رہا ہو اور تمام زندگی اس احساسِ کمتری کو پورا کرتے ہوئے گزر جائے وہاں بھلا صوفی ازم کس کو سمجھ آئے گی؟ بیشتر مقامات و بہن اس لئے منتشر ہو جاتے ہیں، اس لئے مشکوک ہو جاتے ہیں کہ جہاں ایک بالکل نام آدی، سادہ سا آدی حسبِ ظہر حیات متعین کرنا ہے ایک سادہ سا خیال جسب اس کو آ جائے کہ میں اپنے proper وقت میں، اچھے وقت میں اپنی زندگی کے مقصد کے تعین میں تھوڑی سی honesty برت لوں اور میرے لئے میرا خدا میری ترجیحِ اول ہو، اللہ ہی جتنی استعداد کا مقصد ہو، سوچنے سمجھنے کا مرکزی خیال خدا کی شناخت محبت اور مسابقتی ہو، تو وہ خواہ کتنا ہی common، آدی ہو، وہ صوفی ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! یہ خیال رکھنا مشکل تو نہیں ہوتا مگر اس سیلے سب سے پہلے دلیل چاہیے، اپنے اندر راخلاص چاہیے تاکہ ہم ایک منظم انداز میں اپنے خیال کو بار بار واپس پلٹتے رہیں تاکہ دنیاوی شہوات، دنیاوی فحشیتیں، بہت سارے عنکبوت و عزت کے خواب اس ترجیحِ اول کے رستے میں حائل نہ ہوں۔ سب سے بڑا خیال وہ ہوتا ہے مضبوط خیال وہ ہوتا ہے جو چاہے hundred revisions سے گزرے، بار بار مادہ و تنقید سے گزرے، بار بار اس پر بحث کی جائے مگر مضبوط ترین خیال وہ ہوتا ہے جو اپنے وجود کو قائم رکھے۔ آپ زندگی میں اس یقین کو ساتھ لیکر حیات نہیں چل سکتے جس سیلے آپ کے پاس مضبوط دلیل نہ ہو

”زَبْ اَدْخَلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لِّلنَّكَ مُلْكًا نَّصِيْرًا“ (بنی اسرائیل ۸۰:۷۷)

(اے اللہ! مجھے حق میں داخل کر جیسے تو چوں کو کرنا چاہو مجھے حق سے نکال جیسے تو چوں کو چاہی سے نکال چاہو مجھے اپنے حضور سے دلیل غالب عطا فرما۔)

خواتین و حضرات! اگر دلیل غالب نہ ہو تو یقین کبھی پختہ نہیں ہوتا۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ جو لوگ ابتدائے حیات میں کوئی تصور دین یا تصور دنیا لے کے نکلتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ دونوں کے دونوں بدل جاتے ہیں۔ وہ ایک تصور سے دوسرے تصور کو shift کر جاتے ہیں۔ لے

دے کے ایک concept زندہ رہ جاتا ہے وہ blind faith کا ہے، اندھا دھند اعتقاد کا ہے۔ آپ اس پر سوچنا refuse کر دیتے ہو۔ کیا عجیب بات ہے کہ جس کتاب پر چاہے ہو وہ غیر علم کسی کی استدعا بھی نہیں سنتا، جس کو آپ مان رہے ہو وہ سب سے بڑا طعنہ ان لوگوں کو دیتا ہے جو سوچتے نہیں ہیں

”اِنَّ شَرَّ الْمَلِكِ وَآبِ عَدُوِّهِ الْغُلْمُ الْبَكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ“

(بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو اندھے اور بہرے میں، جو گونگے ہیں، جو غور نہیں کرتے) جو اپنے لئے ذیل مانگتا ہے آ پکو ذیل کی ترغیب دیتا ہے، ”لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ مَّيْنَةٍ“ (جو ہلاک ہو وہ ذیل سے ہلاک ہوا) ”وَيَسْعَىٰ مَنْ حَتَّىٰ عَنْ مَّيْنَةٍ“ (جو زندہ ہو وہ ذیل سے زندہ ہو) ”وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ“ (اللہ سنے والا علم والا ہے) ہمارے خدا کو آپ blind faith سے کیسے قائل کرو گے؟ خواتین و حضرات! جب ذیل سے بات آگے بڑھتی ہے جب جہنی طور پر کوئی تشکیک کوئی اعتراض، کوئی جہالت علم کے رستے میں نہیں گھڑی ہو سکتی تو پھر یقیناً آپ کے اعمال تک بات پہنچتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ priority کے تعین اور اقرار کے بعد بھی آپ کی priority ہی طرح قائم رہے۔ بہت سی ایسی ماملیت انسانی جن کی موجودگی اس میں مستحکم ہے، ماملی ہے، گریز ہے، باہجائزندی کی دلچسپیاں ہیں، ”زَيْنٌ لِّلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ“ (ہم نے انسان کو شہوات سے محبت دی ہے) لَمَنِ النِّسَاءُ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرُ الْمُقْطَرَةُ“ (عورتوں اور مردوں سے، بیوی اور بچوں سے سارے مسلمان سے) ”لَمَنِ الثَّغَبُ وَالْفِضَّةُ“ (سونے چاندی گھوڑے گاڑیوں سے) ”ذَلِكَ مَنَاعُ الْعِبَادَةِ الْمُنِيَا“ (یہ ممانعہ حیات دنیا ہے) یہ ذرا آپ کے رستے میں آئے، کچھ مزک سے آ پکو گھنڈائی پر ڈال دے گی پھر آپ رستہ بھول لو گے، پھر رجعت پا ہو گے، پھر واپس مڑنا چاہو گے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلسل شہوات دنیا میں آپ کی واپس چلنے کی استعدادت مجروح ہو جائے، ہو سکتا ہے کہ سکرات تک بھی واپس چلنے کی نوبت نہ آئے، ہو سکتا ہے کہ آپ کشمگان میں شامل ہو جائیں کہ اللہ کہتا ہے کہ بدترین سزا اگر کسی کو دیتا ہوں تو بھول جانے کی دیتا ہوں۔ جو مجھے بھول جاتے ہیں میں ان کو بھول جاتا ہوں، دنیا کے حوالے کر دیتا ہوں، عیش و عشرت میں ڈال دیتا ہوں، ماز و فہم میں ڈال دیتا ہوں، انکو رنج و غم اور بلا میں ڈال دیتا ہوں۔ وہ اپنی مستی و خیال میں گم رہتے ہیں۔ اپنی فکر حیات میں ہی گم رہتے ہیں۔ ان کو واپس پلٹنا نصیب نہیں ہوتا۔

بے شمار ایسے عجیب و غریب ناقص تصورات بھی ظلم میں شامل ہو جاتے ہیں کہ جو خدا کی تلاش میں نکلتا ہے اس کے بھی اپنے اپنے بڑے عجیب و غریب سے تصور ہوتے ہیں۔ تصوف کرامات کی وجہ سے مسلسل power intoxications کا شکار ہوا۔ فلاں و چیلنے میں فلاں وصف ہے، فلاں دعا میں فلاں طاقت ہے۔ لوگ مکمل کا ہو کر جاتے ہیں، لوگ جنات پہ غلبہ پانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور بے شمار ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کی یہ ہوس، یہ خیال بان کر ان کو انہی کے خیال کے مطابق، انہی کی پسند کے مطابق دھوکے دیتے ہیں، تمام spiritualism ہی کے نام پر تصوف کی طرح بلایا جاتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ اللہ کا لانا کیسے خدا کو پاسکتا ہے؟ اگر اس کا track ہی صحیح نہیں ہے اور آت کے دنوں میں کوئی Christian کیسے خدا شناس ہو سکتا ہے؟ بدھ مت کیسے خدا شناس ہو سکتا ہے؟ جو اللہ کو جاننے اور ماننے والے ہیں ان کو اچھی طرح پتہ ہے۔ نصف ظلم سے، پورے ظلم پر رائے نہیں دی جاسکتی۔ جب آپ کا ظلم محدود ہے آپ کی شناخت محدود ہے تو آپ کیسے اس وجود، اس ذات گرامی کی توجہ پاسکو گئے؟ جب اس نے لائق عمل دے دیا تو وہ کیسے اپنے اصول سے انحراف کر کے آپ کو قیدی کی کتابوں پر یا اس خیال پر جو اس کو پوری طرح سمجھنے بھی نہیں پایا تھا، جو پہلے انسانوں کی کم چینی اور کم عقلی پر دینے گئے اصول آت کے اس انتہائی ذہین، انتہائی سوچنے والے، ایک پورے اور مکمل چینی وجود کے لوگوں کیلئے وہ کیسے کارآمد ہو سکتے ہیں؟

ثواتین و حضرات! پانچویں کی کتابوں کو MSC کی کتابوں سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اور یہ جو پروردگار عالم نے فرمایا کہ میں نے اب رسوخ خصوص کر دیا ہے اپنے تک پہنچنے کا

”وَمَنْ يَشَأْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ“

(اب اگر تم اسلام کے سوا کسی رستے پر چل کے آئے تو میں قبول نہیں کروں گا)

یہ اسلام سے اللہ کا مقصد نہیں تھا بلکہ یہ approach کے مکمل ہونے کی بات تھی۔ اب کوئی کسٹر یا نصف اپروچ سے خدا کو نہیں پاسکتا۔ یا احسان مندی کی بات تھی۔ ہم تو آت بھی یعنی دوستی کے احسان مند ہیں، ہم تو آت بھی ان جنہیں ہر ان عظیم و کریم کے انتہائی شکر گزار ہیں جنہوں نے آقا و رسول محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے خدا کی مشعل ہدایت روشن رکھی اور ان اقوام تک پہنچائی مگر جب ”أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي“ کی بات آگئی، جب دین اور رستے کا تعین ہو گیا اور تکمیل ہو گئی، جب message مکمل ہو گیا اور نعمت تمام کر دی گئی یعنی

کتاب ختم ہوئی، رسول ختم ہوئے تو اب اُسکے بعد کوئی مہجانش ایسی نہ رہی تھی کہ آپ کسی اور کتاب کو رغبت کرتے یا کسی اور messenger کے توسط سے آپ خدا تک پہنچتے کیونکہ ان کا حکم، ان کا انداز فکر سارے کا سارا اس میں شامل ہو گیا تھا اور خواتین و حضرات! جس نے پانچویں پرہی، اُس نے MA بھی پڑھا پھر PHD بھی تو کی ما اُس نے۔۔۔ کوئی ایسے بھی تو ذہین نکلتے ہیں، تعلیم کے رسیا نکلتے ہیں جو آگے بڑھ کر اپنے علم میں، اپنی شناخت میں زیادہ مکمل ہونا چاہتے ہیں۔ specialization کے بغیر کہاں کوئی زندگی، کوئی علم مکمل ہوتا ہے؟ صوفی تو دین کا specialist ہوتا ہے۔ صوفی کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا، یہ دین کا specialist ہوتا ہے۔ یہ عارف ہے، یا آگے بڑھ کر تکلیف الہیہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ جب اس نے ایک مرتبہ تعین کر لیا۔۔۔ جب آپ میں سے کوئی بھی اس بات کو متعین کر لے گا کہ میرا مقصد حیات، میری ذہانت کا واحد رنگ، واحد مقصد خیال ”اللہ“ ہے تو وہ صوفی ہو چکا اس کے بعد تو منازل تربیت ہیں، آگے بڑھنا ہے، maintenance ہے، اپنے اس فکری مرحلے کی maintenance ہے۔ کہ اب اسے قائم کیسے رکھا جائے؟ آگے کیسے بڑھا جائے؟

خواتین و حضرات! تصوف کا ایک بنیادی اصول weeding کا ہے تراش فراش کا۔۔۔ باز بے حد و حساب بڑھائے، بڑھ کر تیب ہو جائے تو کمر غیر آباد لگتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہاں کوئی تہذیب یافتہ لوگ آباد نہیں ہیں، لگتا ہے کہ اس کمر کو لوگ چھوڑ گئے ہیں۔ تجھی واسطے طرح کمر کی باز بے حد و حساب بڑھی ہوئی ہے، صوفی بھی جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئی جہلت جب حد سے آگے بڑھتی ہے تو اسے کاٹ دیتا ہے۔

خواتین و حضرات! نماز سے مجھے شیخ حنیف کی ایک بات یاد آئی کسی نے ان کے مرنے کے بعد انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اسے اسٹا دو مرشد! کیا نزاری؟ کہا ”وہ جو ظلف و کلیم تھا، وہ بڑی گہری اور نوکی باتیں تھیں، سب بے کار گئیں۔ ہاں! وہ جو دورِ رعت ہم اللہ کیلئے کھڑے ہوئے تھے وہ کام آئے۔“ چاہے قدر و منزلت کیسی بھی ہو کسی شخص کی اور اس کی رفعت خیال کیسی بھی ہو، جو فرائض ہیں وہ بڑے important ہوتے ہیں۔ ایک سوال اللہ سب سے پوچھتا ہے کہ وہ لوگ جو خیالات کی رفعت کے قائل ہیں، Armchair intellectuals ہوتے ہیں، جو دانش اور زبان کو بہت زیادہ اہمیت بھی دیتے ہیں، ان سے بھی اللہ ایک سادہ سا سوال کرتا ہے کہ اگر تم میری ایک عمومی خدمت انجام نہیں دے سکتے تو پھر اتنی خصوصیت کا دعویٰ

کہاں سے کر رہے ہو۔ اگر ایک عام بندے کی صلاحیت عمل بھی ہم میں موجود نہ ہو تو ہم تصوف کے دعوے کہاں سے کریں گے جو بہت محنت طلب کام ہے جو بڑی محنت کا کام ہے۔ یہ مردانِ جرات کی بازی گاہ ہے کہنے کو تو اقبال تصوف بڑے سادہ اور آسان ہوتے ہیں مگر جب وہ عمل کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو کوہِ گراں آتے ہیں۔ جب ایک دفعہ سپہِ جنید بغداد کے پاس شیخ ابوحداد آئے، آپ نے شیخ سے پوچھا کہ خواہ عورت ہو یا مرد جس چیز کو ”غفلت“ کہتے ہیں، مردانگی کہتے ہیں، جس کو جرات مٹاتی کہتے ہیں، محبت بند کہتے ہیں اس کی آپ کیا تعریف کرتے ہو؟ شیخ ابوحداد نے فرمایا کہ جو تیرے ذمے غفلت کے حقوق ہیں وہ پوری طرح ادا کر اور مکمل انصاف کر ان لوگوں کے ساتھ جو تجھ سے انصاف طلب کرتے ہیں اور جب اپنی باری آئے تو ترکِ مطالبہ انصاف کر اور جو تیرے انصاف لوگوں کے ذمے جاسنا دھیان کر۔

حضراتِ گرامی! تصوف "science of sciences" ہے۔ بڑے ہی گہرے analysis کا کام ہے اس میں سب کی سب موقعا اپنے خلاف ہے جہاں باقی موقعا سب سے باقی قرار دیں بہت آرام دہ ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہوتی ہیں، اپنے ہی خیال سے متعلق ہوتی ہیں، وہاں تصوف میں جو سب سے بڑی رکاوٹ بنارے اور اس کے درمیان موجود ہے وہ اپنے خلاف سوچنے کی ہے۔ وَأَنصَأَنَّ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ "جس نے اللہ کو چاہا اور اللہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور اللہ کے حضور طلب کی، خواہش پیدا کی، اس کو ہوا اور نفس کی مخالفت بڑی لازم ہے۔ مگر sciences میں یہ کام نہیں ہوتا۔ سائنس بڑی پیچیدگی ہے بڑی دانشوری ہے بڑی محنت ہے مگر سائنس کی کسی ڈگری کا یہ تخاضا تو نہیں جسا کہ آپ کو moral بھی ہوتا ہے۔ کسی ڈگری کا اوپر یہ تو نہیں کھسا ہوا کہ اگر یہ جھوٹ ہو تو اس کو BSC کی ڈگری نہیں دی جائے گی۔ کسی سائنس میں یہ نہیں کھسا ہوا کہ یہ شراب خور جسا لئے اس کو MBBS یا MSC کی ڈگری نہ دی جائے۔ آپ کی اخلاقی حالت سائنس کو حقیقہ تو نہیں کرتی مگر تصوف science of sciences ہے یہاں ایک خیال بھی آپ کے نتائج کو بدل دیتا ہے۔ ایک کنزروی، ایک حماقت، ایک غیر اخلاقی حرکت بھی آپ کو سمنہ تصوف سے معدوم کر دیتی ہے اسی لیے خواتین و حضرات! اس میں انتہائی deep analysis چاہیے ہوتا ہے اس میں اپنی ذات کی مکمل مہمداشت چاہیے ہوتی ہے۔ چاہے آپ اپنے بدن کو سونے کا تہمد دو، مگر نظرِ قصاب کی رکھنی پڑتی جسا لئے یہ مشکل کام ہے یہ ہتھوڑ

ہے۔ تمام غیر صوفیانہ مسالک اور صوفیانہ مسالک میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ جہاں باقی ارتکازات کے علوم ہیں، تربت کے لامائی علوم ارتکاز کے علوم ہیں۔ مثلاً ازم ارتکاز کا علم ہے۔ اسی طرح یوگا ارتکاز ہے اور تمام ارتکاز نفس کی favour میں ہے، قوتوں کی تلاش میں ہے۔ کوئی Telekinesis ڈھونڈنا پھرنا ہے، کوئی Telepathic powers ڈھونڈنا پھرنا ہے۔ یہ تمام علوم اپنی جگہ پراسرار کسی مگر ان میں کسی نہ کسی قوت کی ہوس شامل ہوتی ہے۔ یہ دو بنیادی اصول یاد رکھیںے گا کہ تمام ارتکاز نفس کے حق میں ہونا ہے اور خدا کے خلاف جانا ہے اور صوفی نفس کے خلاف جانا ہے اور خدا کے حق میں جانا ہے۔ ارتکازات اور صوفی ازم میں یہ بنیادی فرق ہے۔ یہ spiritualism کے نام پر ہوں کسی ارتکاز کے نام پر ہوں، یہ صرف تسکین ذات کا باعث ہیں ان کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔

آج کے بہت سے fashionable علم، آج کے بہت سے روشن خیال علم ایسے ہی ہیں۔ اب بتائیے کہ خدا کے احکامات کو ignore کر کے اور خدا کو defy کر کے، اُس ذات گرامی کے قوانین defy کر کے آپ کیسے اُس کے قریب جاسکتے ہیں؟ new sufism کی جولہ عمرِ حاضر میں شروع ہوئی ہے وہ سوائے نفس کے فسق و فجور کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا چیز ہے جو آپ کو اللہ کے قریب لے جاتی ہے؟ اور کیا چیز ہے جو آپ کو اللہ سے دور لے جاتی ہے؟ کیا قرآن اس پر ماضی نہیں ہے؟ کیا حدیث اس پر ماضی نہیں ہے؟ کیا خدا نے آپ کو کسی خیال، بہم میں ڈالا ہوا ہے؟ کیا اس نے کوئی ایسی گنجائش رکھی ہے کہ آپ بھول بھلیوں کے شکار ہو جاؤ؟ بڑی عجیب سی بات ہے کہ لوگ صوفی کو کرامتوں کے ساتھ منسوب کرتے ہیں مگر صوفی ہیں کون؟ کتاب حکیم میں کبھی اچھے انسان کو ”سابقون“ کے نام سے پکارا گیا، کبھی اسکو ”مومن“ کہا گیا، کبھی اسکو ”ولی“ کہا گیا مگر بچوں کیا بتائی؟ کیا سمندر کو پاٹ دینا بچوں بتائی؟ کیا کسی ارتکاز میں Telekinesis کا مظاہرہ کرنا بچوں بتائی؟ کیا اُس نے اپنے نیک بندوں کی یہ بچوں بتائی کہ وہ چتر کو رواں کر لیتے ہیں؟ پانی کو گرم جوش دیتے ہیں؟ ایسی تو کسی قسم کی جتن کا ذکر اللہ نے نہیں کیا۔ ہاں، ایک بچہ ن بتائی

”اَلَا اِنَّا اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“

ایک بچہ ن اللہ نے اپنے دوست کی بتائی، ولی کی بتائی، صوفی کی بتائی، اصحابِ نقد کی بتائی، اصحابِ بہار کی بتائی کہ جو میرے دوست ہیں، جو میرے ساتھی ہیں، جو میرے اچھے بندے ہیں

ان پر خوف اور زن نہیں ہوتا۔

خوف اور حزن ثنائین و حضرات! fears and modern terms

They are free frustrations۔ وہ بچوں جو اللہ نے اپنے بندوں کی عاقبت

from fears and frustrations. پتا پانچے کہ جو ہمارے ارد گرد موصوفی ازم کے کام

پر ہونا بجا اور جو بچہ نہ ہمیں صوفی ازم کی بتائی جاتی ہے، کیا وہ لوگ صوفی ہو سکتے ہیں جو اپنی ذات

کے اندر fears اور frustration کا شکار ہوں؟ ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا مگر یہ تو ممکن ہے

کہ انسان جب خدا کی طرف قدم بڑھائے، اللہ کی طرف جانا شروع کرے تو اس کی بنیادی

approaches جو ہیں ان میں پیدا کیا ہوا ہے کہ اللہ کے بارے میں کس خیال سے آپ

آگے بڑھ رہے ہو؟ کیا خوف و وحشت کے خیال سے؟ کیا غیبت کا مطلب ہمہ وقت ڈرنا اور

خوف کما ہے؟ صوفی اس چیز کا کمال نہیں دیتا۔ ایک بہت بڑے صوفی کو کسی نے مرنے کے بعد

خواب میں دیکھا۔ وہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ اُن کا امام ہی خوفِ خدا کی علامت تھی تو کسی نے

ان سے پوچھا کہ بعد از مرگ کیا ہوتی؟ کہتے تھے ”منصور پڑواں مجھے لایا ہوا“ اور کہا ”تجھے

میری ساری کتاب میں خوف عیاں تھا؟ تمہیں میری ساری تہمتوں میں خوف عیاں تھا؟ تم مجھ سے

اتنا ڈرتے رہے اور لوگوں کو مجھ سے اتنا خوف زدہ کرتے رہے، ہاؤ! اب آخر تک ڈرتے ہی

رہو۔ میں تمہارا کوئی علاج نہیں کر سکتا۔“ خواتین و حضرات! اللہ کو جتنا اُنس، جتنی محبت اپنے

بندوں سے ہے وہ تصور سے ماورا ہے۔ خیال تک نہیں پہنچتا کہ آفرینی ہر قوتوں کا مالک

حکمران، سات کائناتوں اور زمینوں کا مالک، جس کی ایک کائنات کی دہلیز بھی ابھی عطل کی گرفت

میں نہیں آئی، اتنا بڑا رب کائنات جس نے ایک چھوٹی سی کائنات میں آپ کے سورج جیسے عظیم

سورجوں کے سورج رگے..... بھلا وہ اتنے معمولی سے انسان کی اتنی قدر پائے گا؟ اتنا اس کو دت

وے! اتنی اس سے محنت کر کے گا کہ پیدا کرنے سے پہلے ہی کے گا

”وَكُتِبَ عَلَيْهِ نَفْسَهُ رَحْمَةً“

اے حضرت انسان! اُس نے اپنی صفات پر رحمت کو غالب کر لیا، محبت کو غالب کر لیا۔ کیا ہی

بروزگار نام کو آپ اس طرح پوچھتے اور جانتے اور مانتے ہو۔ جس نے عقل و معرفت دی اور پھر

۷۔ گمان رکھا اور ماثو بصورت گمان رکھا کہ جب یہ عمل و عمر فتا استعمال ہوئی جو میں نے انہیں عطا

کہ تو مجھے یقین ہے کہ میرا بندہ مجھے فروریج نہ مانے گا، مگر اس نے کہا: ”نَحْسَرُّكَ عَلَي الْعِبَاد“

اے لوگو! مجھے بڑی حسرت ہے، بڑی حسرت ہے! میں نے تمہیں اپنے لیے پیدا کیا، محبت پہلے پیدا کیا..... بھلا آج کا سائنسدان Artificial intelligence دیکھنے میں کیوں ڈرتا ہے؟ اس لئے کہ یہ آب و آہنگ کا بہت Artificial intelligence پانچ کے کہیں آقاؤں کے خلاف نہ پلٹ جائے۔ کہیں یہ اتنا ذہین اور سمجھدار نہ ہو جائے کہ زمین کی حکومت کا طالب ہو جائے، کبھی اسے انسان کی گرفت سے آزاد ہونے کا خیال نہ آجائے مگر اس اللہ کو تو دیکھو جس نے آپکو پیدا ہی Artificial intelligence سے کیا ہے۔ آپکو حکمت باللہ عطا کر دی، آپکو چیزیں دے کے سمجھنے کا فہم دیا، دل دیا، دماغ دیا، عمل کی صلاحیتیں بخش دیں اور تمام مقصد صرف ایک رکھا

”إِنَّا خَلَقْنَاهُ السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكَرُوا وَإِنَّمَا كَفَرُوا“

(پا ہو تو مجھے مانو، پا ہو تو میرا شکر کرو!)

مگر خواتین و حضرات! ہم کتنے ماثم گزرا انسان ہیں، کیسے عجیب و غریب لوگ ہیں، کیسے اپنی کم جمی پر اتر آتے ہیں، ہم اپنی جزوی عقل پر کتنی بدگمانی کے شکار ہیں کہ سب کچھ پانے کے باوجود یہ سب نعمتیں پانے کے باوجود ہم اپنے اسی آقا و ملائکہ کو neglect کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

کتنی تہذیبیں پہلے جاہ ہوئیں ہیں؟ کتنے معاشرے غرقِ آب ہوئے؟ کتنے آگ میں جلے؟ کتنوں کے اوپر زمین و آسمان ٹپکی؟ کتنے کنویں برباد ہیں؟ کتنی بستیاں اٹنی ہوئی ہیں؟ کتنے حیرانے اس بات کی شہادت دیتے ہیں؟ خدا کا مذاب یہ نہیں ہے۔ خواتین و حضرات! خدا نے اس ایباری کو اپنے مقصد کے لئے بنایا تھا، اس کھپ کو انسان کے فائدے پہلے تخلیق کیا تھا ”مُسْتَفْرٌ وَمَنْعٌ إِلَى حِينٍ“ (کچھ دیر ٹھہرو اس میں تمہارا فائدہ ہے) نعمان پہلے نہیں ہے۔ یہ کوئی Christian theology نہیں تھی کہ جس میں انسان کو ہمہ وقت ایک گناہ و عظیم کا حامل قرار دے کر، اس پر انکشاف ذات یا انکشاف الہیہ کے رستے بند کر دیئے گئے تھے۔ یہ تو بڑی وضاحت ہے اُس نے کہا تمہوڑی دیر ٹھہرو اس میں تمہارا فائدہ ہے، محبت سے، خوف سے نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ کا ایک حق بند ہے پر جاو رہا ہے کا ایک حق اللہ پر جاو رہا ہے اللہ کا حق یہ ہے کہ اے بندگانِ خدا! اسکی ذات کو تقسیم نہ کرو، اس میں کسی کو شریک نہ کرو۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ میرا رزق بند کر لیا، جاو رہا ہے میرا رزق بند کر دیا۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ ہمارے

رشتے مانتے کسی تعویذ نے بند کر دیئے، جب آپ یہ کہتے ہو کہ ہمارا کوئی دشمن ہے جس نے ہمیں تباہ و برباد کرنے کی قسم اٹھائی ہوئی ہے تو آپ خدا کی قدرتوں میں لوگوں کو شریک کرتے ہو۔ ”
 وَاللّٰهُ يَغْضِبُ وَيَبْسُطُ (اللہ جس کا چاہتا ہے رزق بند کرنا ہے اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کھولا
 ہے) بھلا وہ اپنی اتنی صلاحیتوں اور قوتوں کو کیوں بانٹنے کا؟ کس لئے؟ کیا زمین میں، یہاں
 کوچوں میں بکھرے ہوئے جموں نے، یہ غریب اور دھنیل، یہ کیا خدا کے حریف ہیں جو آپ کی قسمتوں
 کے مالک بن گئے ہیں؟ جب تک آپ کا یقین اور اعتماد اللہ کی ذات پر صاف ستر نہیں ہوتا، جب
 تک آپ اللہ کا حق ادا نہیں کرتے، اور صرف صوفیا یا ایک ایسا گروہ ہیں جو اللہ کی حکومت کا، حاکمیت
 کا، اس کی خدائی کا حق پورا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”پھر بندوں کا بھی اللہ پر ایک
 حق ہے۔“ اصحاب رسول ﷺ نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ! بندوں کا اللہ پر حق ہے؟ بھلا ہمارا کیا
 حق ہو سکتا ہے اللہ پر؟“ فرمایا ”جس نے اللہ کو اللہ کی طرح مانا اور جانا تو پھر اللہ پر یہ لازم ہے کہ
 وہ اس بندے کو کسی قسم کے عذاب سے، کسی قسم کی سزا سے، کسی قسم کے نقص سے بھی پاک و صاف
 رکھے۔“

خواتین و حضرات! قرآن مجید میں ایک سادہ سا قانون ہے، اس کی بلاغت پر غور
 کرنا ہوں تو حیران ہو جانا ہوں۔ اصول دیا آسانی کا، اصول دیا عذاب و ثواب کا۔ فرمایا ”فَمَا
 يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ“ ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں؟ ”اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰتَيْنَاكُمْ“ اگر تم
 ہمارے ہو، ہماری یاد دہالے ہو اور ہم پر ایمان رکھتے ہو تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں؟
 خواتین و حضرات! جو احباب مصیبت میں ہوتے ہیں ان کو ذرا غور کرنا چاہیے کہ کہیں شکر اور
 ایمان میں کوئی کمی تو نہیں ہے۔ یہ reciprocal law ہے کہ جس کا ایمان کم ہو گا، جس کا شکر
 کم ہو گا اس پر تکلیفیں مزید ہوں گی۔ اگر آپ خدا پر صحیح یقین رکھو تو آپ کے معجزات نام ایک جیسے
 ہوتے، آپ پر تمام موسم رحمت کے موسم ہوتے، قرار کے موسم ہوتے، محبت اور انیس کے موسم
 ہوتے۔ جہاں تو اتنی جہالت کچھ کرامات کی، ان بزرگوں کی، ان صوفیاء کی، ان اولیاء اللہ کی کہ
 جن کی کرامات آپ تک پہنچی ہیں مگر کرامت تو کوئی ایسا جملہ مختص نہیں ہے۔ اللہ نے تو فرمایا
 ”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ“ (اور بے شک ہم نے تو بنی آدم کو کرامت بخشی ہے)، الیکزینڈر
 فیہنک کو بھی کرامت بخشی دی ہے، نیوٹن کو بھی بخشی دی ہے، آئن سٹائن کو بھی بخشی دی ہے۔
 انسان کو اس کی منت کا جو خاندان دیا ہے اس کی توجہات کو سرا دیا ہے، اگر خدا کے بندوں کو کرامت

مل گئی تو کوئی عجیب بات بجا کر کرامت کسی انسان کے ساتھ مختص نہیں ہوتی؟ یا اس کے وجود کی بات نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا انعام ہے۔ خدا کے بندوں کی فراست اور طرح ہوتی ہے۔ اولیائے پروردگار کی فراست دوسروں کی فراست سے تھوڑی سی جدا ہوتی ہے۔ وہی آیت ہوتی ہے وہی تعبیر ہوتی ہے۔ کسی نے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیا کچھ قرآن آپکو زائد ملا ہے؟ فرمایا ”زب کعبہ کی قسم ہے ایک ایک نقطہ وہی ہے جو تم پڑھتے ہو، ایک ایک سطری وہی ہے، ایک ایک ذریعہ اور زبر وہی ہے مگر یہ کہ اللہ نے ہم کو فہم بہتر بخشا ہے۔“ اب ذرا غور کیجئے! امام زین العابدین کی ایک مختصر سی بات پر، کسی نے پوچھا کہ اے امام وقت! یہ بتاؤ کہ یہ جو اللہ نے کہا ”میں زمین میں شکوفوں کے چھیننے کی صدائیں سُن لیتا ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ ایک گندم کی بالی پر کتنے دانے ہوتے، بہت گیس کے ہم نے زمین میں پانی کی مقدار رکھی ہے ہمیں پتہ ہے کہ کتنے پودوں نے نر نکالا ہے۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟“ فرمایا کہ تمہارے بس کی بات نہیں، تمہیں بتا دیتا ہوں کچھ نہیں آئے گی، مگر زمانہ مآخر کے بندوں کو ضرور سمجھائے گی۔ ”تُسَوِّلُ لِلْمُتَّعَمِكِينَ فِي أَحْوَالِ الزَّمَانِ“ کہ جب زمانہ آخر کے لوگ آئیں گے، جب ایک سلیماٹ اوپر سے تیل کے چشموں کا سراغ دے گی، جب زمین میں چھپے ہوئے خزانے انسانی عقل کی وجہ سے نمایاں ہو گئے تو ان لوگوں کو اللہ کی حکمت کی یہ بات بڑی معمولی لگے گی کہ وہ کیسے زمین میں جمائے رکھا ہے؟ اس نے کیسے مقدار حیات رکھی ہے؟ اس نے کیسے ساز و سامان رکھے ہیں؟

خواتین و حضرات! قرآن ہر دور میں نرالا اترتا ہے، اصول منحرف نہیں ہوتے، نہ علم قرآن کے اصول منحرف ہوتے ہیں، نہ قانون ولایت کے اصول منحرف ہوتے ہیں۔ اگر زمانہ قدیم میں کوئی صوفی تھا تو اس کے بھی نقش پا اسی راہِ مژر پر وہی داستان سناتے ہیں جو آج کے صوفی کے سناتے ہیں۔ یہ ناطقیں و فاجرین کا قائل نہیں ہے۔ یہ ان ستارشی لوگوں کا قائل ہے جو اللہ کو priority سمجھ کر پوری زندگی اس priority کو احتیاط سے اور بڑے ہی اخلاص سے maintain کرتے ہیں۔ صوفی ازم تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ اللہ نے تو دو ولی لئے ہی نہیں ہیں، اللہ نے تو مختلف کلاسیں نہیں بنائی ہیں، اللہ نے تمام انسانوں کو دلیا، کہا ہے۔ کچھ ابھر کے ہیں، کچھ ادھر کے ہیں۔ ”اللَّهُ وَلِيُّ الْمُنِئِنِّ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالْمُنِئِنِّ كَفَرُوْا اُولٰٓئِہُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمْ فِیْہَا حٰلِلُوْنَ“ کچھ اللہ کے ولی ہیں، کچھ شیطان کے ولی ہیں۔ کچھ دلیائے

طاغوت ہیں، کچھ اولیائے پروردگار ہیں۔ کس نے آپکو ولایت کی سرزمین سے خارج کیا ہے؟ کون ہے جو یہ کہہ سکتا ہے؟ تمام اللہ کو ماننے والے مسلمان خدا کے ولی ہیں۔ صرف تر جیحات کا نقص ہے۔

خواتین و حضرات! اللہ نے ایک دماغ دیا ہے انسان کو، بڑا قیمتی بڑا وسیع، بڑا پیچیدہ۔۔۔ کہتے ہیں کہ... Eighteen into thirty six zero...³⁶ (18x10) کی تعداد میں دماغ کے connections ہیں۔ یعنی اگر ایک کانڈ زمین کی سطح پر رکھ دیا جائے اور اس کے اوپر ایک اور کانڈ رکھا جائے، اور اس کے اوپر ایک اور کانڈ رکھا جائے اور پندرہ billion years تک کانڈ رکھتے چلے جائیں تو brain connections پورے نہیں ہوتے، اس نے اتنا وسیع دماغ دیا مگر استعمال کتنا ہو رہا ہے؟ کروڑوں میں سے کتنے cell استعمال ہو رہے ہیں؟ آخر یہ باقی کا دماغ کہاں جائے گا؟ کیا خدا نے ایک بے مصرف ذہن تخلیق کیا جس کے صرف چند ایک cell آپ کے استعمال میں لائے گئے؟ خدا ہیہ کریم نے پورا ذہن، پورا دماغ، پورا شعور آپکو دیا تھا، یہ سارے cell آپ کے کام آئے تھے تھیں تھیں کیے تھے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ چند لاکھ یا بہت کم cell آپ استعمال کرتے ہیں باقی تمام brain کی مشینری آپ بیکار رکھتے ہو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ آپ اس رستے پر نہیں چل رہے جس پر چل کے یہ تمام brain connections، brain cells زندہ ہوتے ہیں۔

آپ پوچھتے ہو کہ حیران کن باتیں کیوں ہوتی ہیں؟ ”حجب“ سب کیوں ”آصف“ میں برخیا“ یہاں لے آیا؟ کتنی عجیب و غریب بات ہے، لوگ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فرضی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا بے قرقر فرضی ہے۔ خواتین و حضرات! آخر اللہ پر آپ اپنی ذات کا گمان کیوں کرتے ہو؟ یہ کیوں خیال کرتے ہو کہ خدا اتنا بے بس ہو گیا کہ اگر انسان سے نیچے اس نے ایک billion درجے کی مخلوقات پیدا کی ہیں تو انسان سے اوپر کوئی عجیب و غریب مخلوقات بنانے پر وہ قادر نہیں تھا؟ کتنی تیرائی کی بات ہے کہ ہم اس خلاق نام کو ایک فرشتہ بنانے میں عاجزی کا شکار پاتے ہیں۔ آج کے بڑے بڑے دانشوروں کی ذہانت کیا انہیں یہ بتاتی ہے؟ اگر غنیمت کی ذائقہ گرامی آسمانوں پر گئی تو حضرات گرامی! میں تو نہیں انہیں لے کے آیا، کوئی civil servant تو نہیں لے کر آیا، سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو اسے لے آیا کیا اس میں یہ طاقت ہے کہ نہیں ہے؟ کیا omniscient ہے کہ نہیں ہے؟ کیا omnipresent ہے کہ نہیں ہے؟ کیا

omnipresent, omniscient, omnipotent پر اعتراض آپ رکھ سکتے ہو کہ
اُسے کون لے کے گیا ہے؟ کیا اللہ میں یہ بھی طاقت نہیں ہے کہ وہ ایک بندے کو زمین سے اٹھائے
اور تمام قوانین کو مطلق انحطاط میں ڈال کر اسے آسمان پر لے جائے ”مُبْعِنُ الذِّیْ أُسْرِیْ
بَعْدَهُ لِیَلْأَمِّنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِیْ بُرُکَّا حَوْلَهُ لِلَّهِ مِنْ
أَمْنًا ط إِنَّهُ هُوَ السَّمِیعُ الْبَصِیرُ“ (فی اسرائیل: ۱)

(پاکستانی بچے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ جس کے گرد اگر
ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں چٹکے وہ منکارتیتا ہے)

خواتین و حضرات! تمام تصوف کا وہی سبق ہے جو تمام ایمان کا ہے ہم نے اللہ پر غور
و خوض کرنے کے بعد وہ دلیل غالب اپنے لئے طلب کرتی ہے مجھے جتو دوزخ سے کیا واسطہ؟
مجھے عذابِ قبر سے کیا واسطہ؟ میرے لئے یہ سب معمولی سی چیزیں ہیں۔ I don't accept
them مجھے نہیں accept کیا ہی نہیں ہے مجھے نہیں reject بھی نہیں کیا۔ میرے لئے
نہ وہ داخلی نہ وہ خارجی کیفیات ہیں، مجھے تو اس ہستی پر یقین کرنا ہے کہ جو اگر کہے گا کہ میں نے
عذابِ قبر رکھا ہے تو میں مانوں گا، اگر وہ کہے گا نہیں رکھا تو میں نہیں مانوں گا۔ خواتین و حضرات!
By products are not the real products اگر کوئی صوفی ہے تو وہ اپنے
اصل رجحانِ فکر کو جانتا ہے۔ ”اگر میرا عقائد میرے اللہ پر زندہ ہے تو یہ تمام چیزیں زندہ ہیں، اگر اللہ
نہیں ہے، میں اللہ کو نہیں مانتا تو پھر یہ تمام چیزیں exist نہیں کرتیں They exist with
God, they don't exist without God اعتبار ان چیزوں پر نہیں رکھنا ہے
اعتبار اس ذاتِ گرامی پر رکھنا ہے جس سے یہ چیزیں issue ہو رہی ہوتی ہیں۔ اللہ نے اگر کہا
ہے کہ میں نے ملائکہ بنائے ہیں تو پھر مجھے اعتبار ہے ملائکہ پر، کیا میں خدا کو اس کا مل نہیں پاتا؟ کیا
آج کا دانشور خدا کو اس کا مل نہیں پاتا کہ اللہ کوئی فرشتہ تحقیق کر سکتا ہے۔ میں وہ تو مان لیتا ہوں جو
ہستہ نئی ایجاد انسان روز کر رہا ہے مگر میں سب سے بڑے خلاق کی بات ماننے سے اس لئے عذر
کرنا ہوں کہ وہ میرے دماغ میں بلا میرے ذہن کی حدود میں نہیں ہیں۔

خواتین و حضرات! ہم تو اپنی گلی کے پورے لوگوں کو نہیں جانتے، ہم تو اپنے محلے کے
لوگوں کو اپنے شہر کے لوگوں کو پورا نہیں جانتے۔ میں خدا کے وجود پر کتنا data رکھتا ہوں کہ اسے
مان لوں؟ مجھے کیا پتہ کہ اس کی قوتیں کتنی ہیں؟ وہ ایک huge asteroid کو پتھر کہتا ہے، وہ

کہتا ہے کہ اگر پتھر آسمانوں سے ٹھیک دوں تو تمہاری زمین پورے طور پر ہو جائے۔ آپ اُسے asteroid کہتے ہو۔ آپ اُس کے میل (mile) ماپ رہے ہوتے ہو، آپ اس کی حیثیت اور اہمیت کو مان لیتے ہو۔ وہ کہتا ہے میں نے ایک چراغ سورج کی شکل میں جالا ہے۔ آپ بھی سورج کو چراغ مانو گے؟ آپ پہلے وہ ایک ایسی hugeness ہے جس کا تصور محال ہے جس کی آگ برواشت کرنا محال ہے جو ایک لاکھ میل قریب ہو جائے تو زندگی جسم ہو کے راکھ ہو جائے، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ خدا اُسے چراغ کہتا ہے۔ خدا اُس کو بھی چراغ نہیں کہتا، اس سے کروڑوں درجے بڑے ستاروں کو بھی چراغ کہتا ہے۔ ”وَلَقَدْ رَئَيْنَا الشَّعَاءَ الَّذِي نَبَا بِمُضَايِغٍ“ (ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے جلا ہے) ایسی ہندی ورائی ہماری پیشی ہستی! ہم اس کو اپنی حدود پتھر میں کیسے قید کر سکتے ہیں؟

خواتین و حضرات! سب سے بڑا مسئلہ جو خدا کے فہم میں پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی عقل کی حدود سے اُس کی دستوں کو ماپتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ اسی لئے وہ انسان سے علم مانگتا ہے، وہ تجسس مانگتا ہے، وہ جنتیں مانگتا ہے۔ وہ ان بندوں کو پناہ بندہ کہتا ہے جو صبح و شام اُس کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں، اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ”لَنْ نُنَالُوا الْبِرَّ أَغْثَى نَفَقُوا مِمَّا نُحِبُّونَ“ (تم مجھے نہیں پاسکتے ہو جب تک کہ میرے لئے اپنی محبتوں کو قربان نہ کرو) اپنی possessions سے منور گزر کر وہ اپنا قبضہ متا ممانہ جو self کا جائے چھوڑ دے، بچے بچکے ہو کے میری طرف آؤ۔ جو قبضہ نفس سے فارغ ہوا خواتین و حضرات! وہ ویسے ہی مابعد الطبیعات کا پرندہ ہے اُس کو پکارتے ہوگا۔

اللہ کی طرف، اللہ کے سارے رستے میں ”میں“ حائل ہے۔ میری خواہشات، میری حدود حائل ہیں۔ مگر اللہ اگر آصف بن برخیا کو یہ استطاعت دے سکتا ہے کہ وہ تجھ سہا کو defuse کر دیتا ہے اور دوبارہ اُسے اصلی مادی حالت میں لے آتا ہے، اگر ایک صحابی اندھیرے میں بائرنٹا جاوڑا سے رستہ دکھانے پہنچے آندھی میں دو شخص فروزاں ہو جاتی ہیں، اگر پتھر بولتے ہیں۔ ”تَنْهَ فَنَسْت فَلَوْلَبُكُم مِّنْ مَّ بَعْدَ ذَلِكَ فَيُفَى كَالْعِجَارَةِ أَوْ أَشَدَّ قَسْوَةً“ خدا آپ کے دلوں سے تو پتھر ہے مگر پتھر۔۔۔۔۔ ”وَإِنَّ مِنَ الْعِجَارَةِ لَمُتَفَجَّرٍ مِنْهُ الْإِنْفَارُ“ (جو پتھر ۷۴) کہ بعض پتھر اللہ کی محبت اور شہادت سے رو پڑتے ہیں اور ان سے آنسو بہتے ہیں خدا کے حضور میں انکے انکسار، اور اللہ کے حکم کی متابعت کی وجہ سے ان سے نہریں جاری

ہو جاتی ہیں مگر اے حضرات! تیری قساوت قلب کا یہ عالم ہے کہ ساری دنیا کی نعمت اور سب سے بڑھ کر ایک نعمت غیر مرقبہ، ایک سوچے، ایک ذہن، ایک فکر جس کا واحد مقصد یہ تھا ”اِنَّا هَلَيْنَا السَّبِيلَ اِنَّمَا سَاكِرًا وَاِنَّمَا كُفُورًا“ (کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا نکار کردو) اور ہم اُسی سے انکاری ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے دل پھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

تصوف کوئی غیر معمولی چیز نہیں، تصوف آپ کا حق ہے، تصوف آپ کی بہتر سوچ ہے اور اس سے بڑھ کر تصوف کی کسی صوفی نے تعریف نہیں کی کہ تصوف اخلاقی حیدہ کا کام ہے، اچھے اخلاقی کام ہے، اچھا بولنے کا کام ہے، اچھا سوچنے کا کام ہے۔ اخلاص، محبت، صفائے قلب، اس سے ایک صوفی مختص ہے، وہ اتنی گراں قدر شے نہیں ہے۔ کون انسان ہے جو کسی نہ کسی چیز کیلئے دنیا و محبت اور غلوں محسوس نہ کرے؟ صفا تو وہ صفت حیات ہے جسے بقول سید جویا ایک بزرگ صوفی نے کہا کہ ”صفا ایک ایسا آفتاب ہے جس پر کبھی بادل کے سائے نہیں پڑتے۔“ یہ تو سید ماہان میں ہر وقت چمکتا ہے۔

خواتین و حضرات! میں صوفی نہیں ماننا کہ میرا نفس مجھے تسلیم دیتا ہے کہ جس حالت میں وہ ہے میں اس پر جگمگائی کرنا ہوں کیونکہ میں اپنی حالت نفس سے گریز نہیں کر سکتا اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ یہ گریز کر جائے؟ میں اپنی حالت پر اسکی حالت کا گمان کرنا ہوں جیسے میں اپنی قوت و استعداد پر خدا کی قوت و استعداد کا گمان کرنا ہوں۔ نفس کے بڑے بڑے فتنے گزر جاتے ہیں، بھوک گزر جاتی ہے، نفس کے بڑے اشکال گزر جاتے ہیں، ظاہر و اسباب گزر جاتے ہیں تو پھر ہمیں ان چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے جن کو شاید بڑی باریکی سے چیک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں narcissism (خود پسندی) ہے، exhibition (نمائش) ہے، وہابیہ طبعی ہے کسی نہ کسی رنگ میں وہ ہم میں موجود رہتی ہے۔ یہ deeper analysis (گہرے تجزیے) کی بات ہے۔ جب ایک دفعہ نادت پڑ جائے خدا کے رستے میں اپنی ذات پر غور کرنے کی توجہ و قرآن کی آیت بڑی چمکی ہے کہ ”جب انکے دل سے دوسرا شیطان گزرتا ہے تو یہ چونک پڑتے ہیں۔“ جب ایمان اس درجے میں مستحکم ہو جائے، جب آپکو خدا کی حمایت میں سوچنے کی نادت پڑ جائے، جب اسکی محبت کی نادت پڑ جائے جیسا اللہ نے کہا

”اَللّٰیۤنْ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قَلِیْمًا وَّفَعُوْا وَّعَلٰی جُنُوْہِمۡ“

(وہ لوگ جو کمزے پیٹھے کرہوں کے نل مجھے یاد کرتے ہیں)

”وَيَنْفَكُرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“

(اور زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں)

تو پھر ایک صورت حال نہ رہا یہی آتی ہے کہ کوئی نفسی اشکال جو آپ کے باطن سے گزرتا ہے اور کوئی دوسرا شیطان جو آپ کے دل سے گزرتا ہے تو آپ چونک پڑتے ہو، آپ با اثر ہو جاتے ہو، آپ کچھ سمجھ رہے ہو جاتی ہیں۔

خواتین و حضرات! کوئی نرمی بات نہیں ہے، کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اللہ کسی کو چما کھانے سے منع نہیں کرتا، اللہ کسی کو چما پینے سے منع نہیں کرتا، اللہ بیوی بچوں کی محبتوں سے منع نہیں کرتا، اللہ عمومی زندگی کے کسی مقصد سے آپ کو پرہیز کرنے کو نہیں کہتا صرف ایک بات کہتا ہے کہ ان سب باتوں سے بڑھ کر اپنی priority کا احسان کرو، اپنی اپنی ترجیح اول سے کبھی گریز نہ کرو، غفلت کے مظاہر سے نہ کرو، شریعت کی غلط فہمیاں میں داخل نہ ہو، کرکٹ کیلئے مگر جموں کی نماز پڑھا کر... جو چاہو مگر جب کوئی آسائش یا کوئی مصروفیت تمہیں میری یاد سے غافل کر دے گی تو وہ نفس و فحور ہو جائے گا۔ ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ“ ذرا غور تو کیجئے کہ حج مناسک ہیں، حج عبادت ہے جو اللہ نے کہا ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ“ جب تم مناسک پورے کر لو ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ“ ابناؤ گھر۔ مجھے ایسے یاد کرو جیسے آباؤ اجداد کو کرتے ہو، جیسے ماں باپ کو کرتے ہو انیسیت اور محبت سے مگر تمہارا سا ایک کام اور کر لو تو تم کوئی ہو۔ اگر براہم کی یاد کرو تو تم اچھے مسلمان ہو مگر اگر تم تمہارا سا اور یاد کرو تو تم اولیاء اللہ تعالیٰ میں سے ہو ”اَوْ اَشَدُّ ذِكْرًا“ ذرا نیا دیا کرو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ میرے بندے کی اپنی مخلصی اور بدنی priority نہیں ہوں پھر میرا اور تمہارا تعلق تمہارا different ہو جائے گا۔

کون ایسا شخص ہے کہ جو تصوف کو درجہ بات میں تقسیم کرنا ہے؟ منازل میں تقسیم کرنا ہے؟ سادہ سی خواہش کو پیچیدہ کر دیتا ہے؟ خواتین و حضرات! اس وقت تمام وہ لوگ جو صوفیائی کے پیکر میں انسانوں کو اللہ کی یاد سے روک دیتے ہیں کہ فلاں تسبیح گرم ہے، فلاں سرو ہے، فلاں پو قبیل ہے اور پھر انسان کا ذہن ایسا ہے کہ جو تمہاری suggestion قبول کر رہا ہے اسے willing suspension of disbelief کہتے ہیں۔ جب آپ disbelief معطل کر دو گے تو آپ کچھ ان ساری حقائق کا یقین آ جائے گا۔ Astrology کا یقین آ جائے گا، numerology کا یقین آ جائے گا۔

لے گا۔ Outer suggestions قبول کر لو گے کیونکہ آپ نے اپنی اپنی تعیدی ملا جلتوں کو خود غلط کر دیا ہے۔ You are willing to believe any thing آپ اپنے آپ کو خود دھوکہ دیتے ہو، خدا اس قسم کی intelligence اور ذہانت کی حمایت نہیں کرتا۔ خدا آپ کو پوری پوری تحقیق و جستجو بالکل scientific انداز میں کرنے کو کہتا ہے یہ آج کی بات ہے، کل دیکھ لیجئے گا، میں دعویٰ کہہ رہا ہوں کہ سب سے بڑی سائنس feelings اور emotions کی study میں ثابت ہوئی۔ آج آپ نے feelings اور emotions کو سائنس میں سے باہر نکال دیا ہے مگر کل یہ دیکھ لیجئے گا کہ study of emotions اور feelings ایک باقاعدہ بہت بڑی سائنس نکلے گی، پھر آپ انسان کو predict کرنے کے قابل ہو گئے۔ Psychology کتاب کا علم ہی مگر خدا کو lead نہیں کرتا۔ ایک بہترین self سے کسی نفس کو بہتر حالت میں تو ڈال دیتا ہے مگر اس کا کوئی مقصد خدا کو جاننا نہیں ہے۔ self کی آگہی self کی بہتری پیلے ہے self کی آگہی اللہ کو جاننے پیلے نہیں ہے۔ ”وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“ جو اس سے آگے بڑھتا ہے، جو اپنے self کی آگہی سے آگے بڑھتا ہے اس کو ایک حدیث رسول ﷺ کا علم ہے، حدیث قدسی ہے کہ خدا نے نفس کی صورت میں اپنا بزرگ دشمن تحقیق کیا اور وہ لوگ کسی کو آپ، صوفیاء کہتے ہیں وہ self sympathetic نہیں ہوتے، کسی قیمت پر self سے باہر نہیں مانتے۔ ان کو شاعری آتی ہے مگر وہ شاعر نہیں ہوتے۔ ادیب ہوتے ہیں مگر ادب کو خدا کے رستے میں حائل نہیں ہونے دیتے۔ مفکر ہیں، طغیانی ہیں مگر علم، لکام کو خوج شناہ خداوند نہیں مانتے۔ انکے ہاتھوں میں مقررہ محبت ہوتی ہے، جو نبی کوئی چیز حد و قدر سے آگے بڑھتی ہے اور اللہ کی طلب پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے۔ تو ان کو خطرہ مڑتا ہے اور وہ اسے وچیں کاٹ دیتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز اس کے آگے ہوگی، وہ انسان کی وجاہت طلی ہوگی اور ایک خوبصورت بات کہی چیز الاسلام محمد بن احمد انصاری نے کہ آخری چیز جو بیرون انسان سے نکلتی ہے جو خجہ جاہ ہے عزت و منصب کی محبت۔ جاہ و صوفی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تمام کائنات اور تمام اسباب مل کر اسے کوئی عزت نہیں دے سکتے اس لئے کہ اس کے اللہ نے فرمایا ہے: ”فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا“ (پس تمام عزت اللہ کے لئے ہے) اس کے بغیر کوئی عزت و تکریم سے آپ کو آشنا نہیں کر سکتا۔

خواتین و حضرات! اسباب کا استعمال ممنوع نہیں ہے مگر اسباب سے توقع رکھنی ممنوع

ہے یہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ یہ نہیں کہ آپ ایک کام کرنے کیلئے ذرائع نہ ڈھونڈو مگر جب آپ ذرائع ڈھونڈو، محنت کر لو تو سدا ان اسباب اور ان ذرائع سے متاثر ہو، اب اسے اللہ پر چھوڑ دو وہی آپ کو عزت دے گا والا ہے۔

”اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْعَيَّ مِنَ الْعَبْتِ وَتُخْرِجُ الْعَبْتِ مِنَ الْعَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ“ (ال عمران ۲۶: ۲۷، ۲۸)

(اے اللہ بادشاہ ہے ملک کا، تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے جہنم لیتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اسی کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے)

پروگرام عالم کو آپ سے اتنی محبت ہے کہ وہ ہر وقت آپ کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہر وقت۔ اگر اللہ نے یہ لکھا ہے کہ ”يُخَصِّرُكَ عَلَى الْعِبَادَةِ“ تو اس کو آپ نے لوٹنے کی ہر وقت حسرت رہتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بہت ساری زندگی، بہت ساری عمر آرزو کے فریب میں گزار دیتے ہیں۔ کام دو طرح ہوتے ہیں۔ زندگی کے اسباب پورے کر کے رک جائے، شاید تب بھی اللہ کو آپ ایک گمراہی کے راستے میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ کام اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کی توجہ، اس کی محبت سے وہ سارے کام ہو جائیں تو بہت بہتر، مستغنی اور پائیدار ورنہ عروج و زوال اس طرح چلنے رہتے ہیں کہ زندگی، انسان کیلئے وہ ایک سبق بن جاتے ہیں، ہمارے لئے وہ عبرت بن جاتے ہیں اور اللہ کا کام بھلے کا نہیں ہے خدا کی محبت، اس کی بندگی میں تمہارا وقت نکلتا ہے، علم و عمل کا ایک اصول یاد رکھیے کہ ہمیں ایک چیز سے آگاہ ہونا چاہیے کہ ایک scheme ہے جو اللہ میرے لئے بنا گا ہے اور لکھ چکا ہے۔ ایک وہ پروگرام ہے جو میں اپنے لئے خود بنانا ہوں۔ جتنا ان میں فرق ہوگا، اتنی depression ہوگی، اتنی anxiety ہوگی، اتنے ہی problems ہوتے، اگر ہم ایک سبق سیکھ لیں کہ ہم اس خدا کی programming کے مطابق ہو جائیں یا تمہارا سانس کا انتظار کر لیں یا فوری طور پر اپنے

معاملات پر ضد نہ کریں، تمہارا سامبر دشمن کر لیں تو رب کب کی قسم ہے کہ آپ ان لوگوں کی صف
میں آ جائیں گے ”اَلَا اِنَّا اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ (سن لو کہ بے
شک اللہ کے دوستوں پر نہ ڈرے جاو رہے غم۔)

وَمَا عَلَيْنَا الْاِلْبَاحُ

سوال و جواب

سوال: خواجین و حضرات! پہلا سوال یہ ہے کہ اگر اللہ نے عیش کو زیادہ اہمیت دی ہے تو صوفیاء کرام میں زیادہ اہمیت، بنیادی اہمیت ”عشق“ کو حاصل ہے بلکہ عیش کو اس کے مخالف بھی قرار دیا۔ صوفیاء کی آخر وہ کون سی مجبوری تھی جس بنا پر عشق کی اصطلاح کو رائج کرنا پڑا جبکہ جس دین کی تبلیغ ہو رہی تھی وہ میں قرآن اور عمل کی دعوت دے رہا تھا؟

جواب: خواجین و حضرات! جیسے بہت ساری چیزیں misnormal ہو جاتی ہیں اسی طرح صوفیاء کا یہ فعل بھی misnormal ہو گیا یعنی کسی صوفی نے عیش سے گریز نہیں کیا بلکہ عیش کو بہترین قرار دیا۔

علم کی رفعتیں ہیں، عیش کی رفعتیں ہیں، ان کے مقامات ہیں اور جوں جوں عیش بلند ہوتی ہے وہ اپنے مقامات میں بہتری و صوفیاتی ہے اور اگر ایک عیش زمینی معاملات کی تلاش کر رہی ہے اور ایک عیش خدا کی تلاش کر رہی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کی ultimate sophistication ہے۔ جسے ہم ”عشق“ کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ commitment کی چنگی ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کی commitment کے بغیر کسی بھی عشق کو ممکن مزاحمتی کہیں گے اور عیش ہی واحد وہ چیز ہے جو آپ کو ایک ultimate commitment دے سکتی ہے اور بعض اوقات عقلی commitment اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ آپ کو بتوں تک رستہ دکھا دیتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ صوفیاء کی اصطلاح، سے مراد کوئی نفسی کیفیت ہے تو یہ غلط ہے بلکہ صوفیاء اپنی ذہنی و حکمت پر اسٹنٹ غالب ہوتے ہیں، اسٹنٹ مکمل ہوتے ہیں کہ ہر حال میں اس پر قائم رہتے ہیں۔

کنٹسٹ کا ایک چھوٹا سا واقعہ میں آپ کو شیخ ابو الحسن نوری کا بتا دوں کہ بادشاہ کے ہاں ان کی محاکمات ہوئی اور ان کے قتل کا ثبوت صادر ہوا تو شیخ ابو الحسن ایمار کی حکیم دیتے تھے جلدانے جب ان کے ساتھی کی گردن کو ہر تیغ رکھا تو آپ نے کہا: ”میری ایک آخری خواہش پوری کرو۔“ بادشاہ نے کہا کہ نسی لو، تو انہوں نے کہا: ”میرے اس بھائی سے پہلے میری گردن اٹا دو“ بادشاہ کو تعجب ہوا، اس نے کہا: ”کیوں تم ایسا کہہ رہے ہو، مرنا تو تم دونوں نے ہی ہے۔“ اس نے کہا کہ ساری زندگی میں ایمار کی حکیم دیتا رہا ہوں۔ اب اگر کچھ لکھوں بیٹنے ہی سی، میں اپنے بھائی سے پہلے مر کر تھوڑی سی اس ایمار کی practical ایک صورت نہ ظاہر کروں تو میرے علم کا کیا فائدہ؟“

یہ عشق نہیں تھا، یا ایک top commitment ہے جس attitude اور message کے ساتھ جو کسی ولی کو ہوتا ہے۔ شیخ النجاشی کی بہن نے ایک فتویٰ بھیجا اور فتوے میں یہ لکھا کہ حکومت کے یسپ کی روشنی میں قرآن پڑھنا جائز ہے کہ نہیں ہے۔ تو فقیر نے پوچھا کہ کون ہے؟ کیا عجیب و غریب سوال کیا ہے تو نے؟ اس نے کہا کہ میں ابوالخارث کی بہن ہوں تو اس نے کہا ”تجھے ما جائز ہے“۔ اگر تو ابوالخارث النجاشی کی بہن ہے تو تجھے ما جائز ہے کیونکہ تو جس بھائی کی بہن ہے اس نے تمام تر زندگی ایک toughest accountability سے محبت میں گزاری ہے۔ accountability کا centre ”اللہ“ ہے۔ ساری زندگی اس کی commitment کا یہ عالم رہا کہ شیخ ابوالخارث ایک بات کہہ کر کچھ دیر بیٹھے رک جاتے پھر دوسری بات کہتے تو کسی نے سوال کیا کہ آپ رکھتے کیوں ہو؟ کہتے ہیں ”میں جملہ کہہ کے کاہل کرنا ہوں کہ جو میں نے کہہ دیا وہ درست یا اور ست تھا پھر دوسری بات کہتا ہوں۔“

۔ کہ عشق آساں نمود بول ولے افتاد مشکل با

یا ایک top commitment کا نام ہے۔

دیکھئے ذرا سپہ عالم امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے! باقی باتیں چھوڑ دیجئے! اس آخری وقت کو یاد کیجئے! مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں، بہت سارے غم والہم سے واسطہ ہے۔ ولیہ تو پہلے بھی گزرے Horatio بھی گزرا، Haniball بھی گزرا۔ وہ ہند سے بہادر تھے، اور وہ جڑی جنگ تھی۔ Alps کو عبور کر کے Haniball نے سیز کو شکست دی۔ مرنے پر آیا تو اس حمزات کا لاک تھا کہ اپنے زندہ بدن کو دشمن کی حراست میں نہیں دینا چاہا، زہر چاٹ لیا۔ Horatio ابن تہاکمزا رہا، ایران کے لشکر کو سترہ دن روکے رہا، تاریخ میں اہمیت پائی مگر سوچنا یہ ہے کہ اگر اللہ تمام نبیوں کی عی وقت میں ڈال دیتا تو Horatio کیا کرتا؟ ”وَلْيَبْلُغْكُمْ بِئْسَىٰ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ“ اگر ان heroes کے ساتھ ان کے معصوم شیر خوار بچے بھی ہوتے، اگر ان کی بیوات بھی ہوتیں، اگر میرا بچہ حیات بھی ہوتے اور اگر عزت کا خیال بھی ہوتا، بے حرمتی کا احساس بھی ہوتا، یہ تمام آزمائشیں جو اللہ نے علیہ علیہ لوگوں پر ڈالی ہیں حسین پر آٹھویں ڈال دیں بلکہ وقت مختصر کر دیا، زمانہ مکان کا اختصار کر دیا۔ کسی پر ایک مصیبت دو سال میں بجھے بجھے مزاری کسی پر سال بزرگئے مگر حسین پر پورے تین دن میں سارے مصائب گزاردیئے۔ اس عالم میں وہ کیا کر رہے تھے؟

کتنا clear headed تھا وہ شخص، ذرا غور تو کرو، کتنے clear headed تھے وہ شخص کو ان ساری باتوں کا احساس لگتا ہے کہ ان کیلئے کوئی وجوہ نہیں رکھتا تھا۔ اتنا صاف ذہن تھا کہ وہ رخصت اپنی Top priority، وہ وہ رخصت، اللہ کے حضور پیش کر رہے تھے۔ اگر تقلید حسین ہو گئی تو priority کی ہو گئی! اس سبب خالی کو اگر آپ چاہو گے تو کم از کم یہ تو دیکھو گے کہ ان تمام آلام و مصائب کے باوجود امام خالی مقام نے جو آخری بات بھائی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور نماز صبر قضا ہو جائے۔ چاہے کسی بھی قیمت پر ہوائیوں نے اللہ کی بندگی کی Top priority ملحوظ خاطر رکھی۔ خواتین و حضرات! اسکو "عشق" کہتے ہیں۔ نہ اس وقت حسین نے جنوں کا مظاہرہ کیا، نہ انہوں نے کسی depression کا مظاہرہ کیا، نہ کسی پریشانی کا اظہار ان کے بشرہ، صداقت سے ہوا۔ ایک کام نہ در نظر آیا کہ اس بے رحمی کے خوف سے بھی خوف آتا ہے کہ جو ان پر اس وقت آ رہی تھی مگر حسین کے چہرے پر ایسی کوئی لغزش محسوس نہیں ہوئی۔ جو تقریر فرما رہے ہیں اسی طرح مریض ہے اسی طرح شاعر ہے، گفتگو میں کوئی ایہام نہیں ہے۔ لہجہ نہ سڑکتا ہے نہ ٹھنکتا ہے۔ وہی ارقامت ہے اور پورے حواس میں ایک بات کو جیسے وہ دیکھ رہے ہوں، جیسے وہ سمجھ رہے ہوں، اور انکو ایسی ایک چیز کا خیال ہے جو اللہ نے ان کے ذمے ڈالی ہے۔ خواتین و حضرات! اس کے علاوہ جو "عشق" ہو سکتا ہے وہ احسان و انصاف کا ایک خوبصورت ماحول ہے کہ

ۛ یونہی دنیا کیلئے ایک تماشا نہ بنے

جس کو بنا ہو سمجھ سوتے کے دیوانہ بنے

سوال: انسان کا رزق، پروفیشن، تعلیم وغیرہ تمام کاموں کا خلق انسانی کوشش سے بجا یہ مقدر ہے یا مقدر پر انسانی کوشش اثر انداز ہو سکتی ہے؟

جواب: میرا نقطہ نظر بالکل جدا ہے میرا خیال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی کام ہمارا نہیں ہے، مجھے اس بات کا علم ہے کہ بچپن میرا نہیں تھا، بڑھاپا میرا نہیں ہے۔ مجھے پتا ہے کہ مجھے نہیں بتایا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تیری ماں کون ہے؟ بس بھیج دیا گیا۔ میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا، نہ زندگی کا آغاز میرے اختیار میں تھا نہ انجام میرے اختیار میں ہے۔

ۛ سنی حکماء ہستی تو درمیاں سے سنی

نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا کی خبر

کیا میں چند لمحوں کیلئے، چند سالوں کیلئے فرض کر لوں کہ میں مقدر ساز ہوں، مجھے یہ بات سوچنی چاہی

ہے جس نے رزق مانا ہے جس نے بچے پالنے ہیں، میں نے بیوی اور خاندان اختیار کیا ہے تو یہ بڑا غیر معقول ہے۔ یہ سخت غیر معقول سوچ ہے خواتین و حضرات! کیونکہ اگر یہ سارے کام میں نے کرنے ہیں تو میرے پاس فرصت حیات بہت کم ہے۔ جب میں اللہ کے حضور جاؤں گا اور وہ مجھے کہے گا کہ اے بندے! جو میں نے کام سونپا تھا وہ کیا؟ کیا تو نے مجھے بچہ ما؟ میں کیوں؟ اسے میرے پروردگار مجھے فرصت کب ہوئی تھی؟ تو ماتم دیتا تو سوچنا۔ مجھے بچے پالنے پڑ گئے، مجھے ماں باپ کی خدمت سر پر پڑنی، میری بیوی ہر وقت میرا ماٹ کھاتی تھی، میں سقراط بن گیا تھا۔ خدا کہتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ یہ اس کے کام نہیں تھے، یہ سارے کام میرے تھے، یہ ساری سہولتیں میں نے تجھے عطا کی تھیں تاکہ تو زندگی میں ان سہولتوں کو پا کے اپنی عقل استعمال کر کے اس سوال کا جواب دے کہ ”مَنْ ذُوْكَ“ (تیرا رب کون تھا؟) خواتین و حضرات اس میں naturally ایک By product of question ہے کہ What do we do? ہم کیا کرتے ہیں؟ ہم کیوں کاموں کی تلاش کرتے ہیں؟ چوگانہ ہم کاموں کی تلاش کرتے ہیں، چوگانہ ہمارا ذہن کہیں استعمال ہوتا ہے کیونکہ ہمارے دست و پا کی مشقتیں کسی نہ کسی رزق کی صورت میں شامل ہیں تو ہم گمان کرتے ہیں کہ پیام ہم کرتے ہیں۔

خواتین و حضرات! رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا۔ پوچھا گیا ”یا رسول اللہ ﷺ! اگر مقدر حتیٰ ہے اور مکمل ہے تو پھر انسان کیا کرتا ہے؟“ فرمایا ”انسان کے drive motives اللہ کے قبضے میں ہیں“ ”مَسَابِقُ ذَاتِیْہِ الْاَھُوْا اَحَدُہُمْ بِنَا صَیْبُہَا“ کہ زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے کہ جس کے ماتھے پر اللہ کا کنٹرول نہیں ہے۔ brain خیالات کا سینٹر ہے۔ خدا کہیں دور سے اس پر کنٹرول آنا ہے، پھر جو کام اسے کرانا ہو، وہ اس سے کرا لیتا ہے جسے آپ سمجھتے ہو کہ آپ خود کرتے ہو۔ سو آپ کام کرو کہ وہ کام آپ اللہ کی مرضی سے کر رہے ہو مگر اس کام کو اتنا زیادہ پانا نہ سمجھو، اس کو اتنی اہمیت نہ دو اور اللہ پر یہ اعتبار رکھو کہ جب آپ مکمل اعتبار ہو گا اللہ پر تو اللہ سارے کام آپ سے کرا لے گا۔

سوال: یہ ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود نفس پر قابو کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: مجھے اعتراض ہے ”لاکھ کوشش پر“... یہ اتنی ہوتی نہیں ہے۔

سوال: یا ایک چھوٹا سا question ہے کہ بحیثیت قوم ہمارا مستقبل آپ کیسا دیکھتے ہیں؟

جواب: ہمارا وقت خوف و ہراس سے گزر رہا ہے، مستقبل غیر یقینی ہے اندھے بچے پالنا،

اھلئے اسلام اس طرح سر پر سلا ہیں کہ گنا ہے کہ کوئی دم میں، کسی آن میں جان جاتی ہے مگر یہا
 ہے نہیں۔ انشاء اللہ قلن العزیز مجھے اتنا معلوم ہے کہ اللہ نے ایک بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ
 نے اللہ کے بارے میں ایک بات کہی، حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟
 فرمایا ”جب زمین پر ایک بھی اللہ، اللہ کہنے والا شخص نہیں رہے گا تو قیامت آ جائے گی۔“ پاکستان
 میں بڑے اللہ، اللہ کہنے والے ہیں۔ اللہ کا بڑا کرم ہے، بڑا فضل ہے، پاکستان پر قیامت نہیں
 آئے گی اور جہاں تک حدیث اشارہ فرماتی ہے۔۔۔ ابو نعیم کی حدیث ہے اور یہ حدیث میں نقل ہے
 کہ اہل اسلام ہند میں سب سے پہلے اہل کفر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے امرا اور رؤسا کو
 گرفتار کریں گے پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ یہ پاکستان کا انجام ہے۔ پہلے
 پاکستان کے مسلمان اہل کفر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے رؤسا اور امرا کو گرفتار کریں گے
 پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ بڑا مقام ہے عزت ہے اور اللہ قلن نے بڑا کرم کیا
 ہے اس خطہ زمین پر، انقلاب نام یہاں دفن ہیں مگر ضرورت یہ ہے کہ جیسے اللہ نے کہا کہ تم پلٹ
 جاؤ گے تو میں پلٹ جاؤں گا، تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔ ہمیں لوٹنے کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا جہان ربانی ہمیں خدا تک پہنچنے اور اسے پانے کا ذریعہ ہیں؟

جواب: یہ بڑا خوبصورت سوال ہے آپ اس کو یوں سمجھ کر لیجئے کہ کیا انسانی attitude میں
 physical extremities کہیں خدا کو lead کرتی ہیں؟ تو قطعاً نہیں ہے جیسے اللہ
 نے اس وقت قوم عیسوی کے رہبانوں کو لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے از خود یہ چیزیں
 نکال لیں تھیں، میں نے انہیں نہیں کہا تھا، پھر کچھ لوگ نہیں بھاگے اور زیادہ تر لوگ نہیں بھاگے
 سکے۔ میں ایک وضاحت کرنا چلوں کہ یہ ہونا کیوں ہے؟ Basically this is
 phychological fact, some people know کہ ان میں ایک حادثہ کا ملبہ
 ہوتا ہے۔ یہ کوئی قابل مثال یا قابل تقلید کام نہیں ہوتے مگر کچھ لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ ہم میں بھوک
 غالب ہے خوف غالب ہے، ہم میں غلطی کی توجہ کی آرزوئیں غالب ہیں تو وہ اپنے آپ کو طویل
 مدت پہنچنے اس situation میں رکھتے ہیں مثلاً اگر بھوک غالب ہے تو اپنے آپ کو بھوکا رکھتے
 ہیں، اگر غلطی غالب ہے تو غلطی سے جدائی پر زور دیتے ہیں۔ یہ ان کا individual امراض
 ہے اسنا کوئی واسطہ تصوف سے نہیں۔ اگر مجھے پتہ ہو کہ مجھ میں ایک حادثہ ہے اور میں اس سے
 آگاہ ہوں تو پھر اسے روکنے کی خاطر میں سمجھتا ہوں کہ ہمایہ کی بالائی پر چلا جاؤں اور عرف کی تنہائی

میں قید ہو جاؤں۔ ایک شخص سمجھتا ہے کہ میں غلطی کی گتھو میں اپنے آپ کو ضائع کر رہا ہوں تو وہ اپنے آپ کو جدائی کی مزادے گا۔ self کو مزادینے کا یہ طریقہ صوفیائے قدیم میں رائج تھا۔ یہ normal نہیں تھا۔ اگر وہ لوگ اپنے اندر ایک ایسا مل کیفیت محسوس کرتے تھے تو اس کو دور کرنے کیلئے ایسا کرتے تھے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال سیدنا شیخ عبداللہ درجیائی نے ”مذکرہ“ میں بیان فرمائی، کہا کہ میں ہر روز جامع بغداد میں رات کے نوافل میں قرآن ختم کرنا تھا اور اس طریقے پر میری مدت گزر گئی تو ایک دن میں جامع بغداد کی بیڑیوں پر چل رہا تھا تو میرے نفس نے مجھے کہا کہ اے عبداللہ درجیائی اگر تو آرام کرے اور مجھے بھی آرام دے دے تو کیا تجب ہے۔ تو شیخ نے کہا کہ تو نے مجھے خدا کے رستے میں تامل پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے اس کی مزاحجے میں یہ دونوں کام اسی بیڑی پر تمام نوافل ادا کروں گا اور یہیں میں قرآن ختم کروں گا۔ Some where extremity becomes a part of somebody جس کو یہ خوف زیادہ ہوتا ہے کہ نفس کو کوئی رعایت دینے سے شاید میرا رستہ خراب ہو جائے مگر یہ عمومی لوگوں کیلئے نہیں۔ چونکہ خدا نے جسمانی اور نفسی کیفیات پر درجات نہیں رکھے اور بہترین علم خدا کا اگر کسی کو حاصل تھا تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور بہترین علم کو جس استعداد میں رکھا وہ نہ extremism تھی، نہ abnormal تھی، نہ وہ subnormal تھی بلکہ normalcy بہترین ناکدہ زندگی ہے۔ normalcy سے بہترین علم پیدا ہوتا ہے۔ normalcy سے بہترین شناخت پیدا ہوتی ہے اور اعتدال کو برجستہ پر غلبہ ہے۔

سوال: تصوف کیا خدا کی محبت کا آخری درجہ ہے؟

جواب: تصوف نہ کوئی آخری درجہ ہے نہ پہلا درجہ ہے۔ مقامات صرف علم کے ہیں اور تصوف میں مقامات نہ جسمانی ریاضت کے ہیں نہ ذہنی ریاضت کے ہیں بلکہ انکی مثال دنیا میں یہ ہے کہ جب کوئی مباحثہ ہو رہا ہو اور بڑے بڑے اچھے debater اور مقرر موجود ہوں اور تین چار judges بھی بیٹھے ہوں تو کسی کی وضاحت بہت اچھی لگتی ہے، کسی کی شکل بصورت کسی کی گفتگو، کسی کا انداز، کسی کی دانشمندی، کسی کا confidence بڑا چھا لگتا ہے تو normally اگر منصف اچھے ہوں تو اس شخص کو first prize دے جسے ہمیں تھوڑے تھوڑے سارے انداز موجود ہوں اور ایک compact اور overall ایک اچھی اور مضبوط image کا وہ حامل ہو۔ سید جیو نے فرمایا ”جس کو خدا طلب کرنا ہے اس کو تمام ظلم میں سے تھوڑا تھوڑا ظلم حاصل کرنا چاہئے“ اور

درجات جو ہیں وہ شناخت سے ہیں اور اللہ نے قرآن میں سنا فیعلہ فرمادیا کہ ”مَرْكَبٌ كَرَجِبٌ
مِّنْ نَّشْأَةٍ“ (جس کے چاہتا ہوں درجے بند کرتا ہوں) ”وَفُوقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ“ (ہر
علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے)

سوال: خوشی اور تصوف کے درمیان کیا relation ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! ایک تو ادبی مانتفظ ہے اور دوسری ایک institution کی
اصطلاح ہے۔ ایک کیفیت نثر نے دانی ہے اور ایک کیفیت پورا مقام، پورا درجہ، علم رکھتی ہے تو
”سر خوشی“ تو بڑی ہلکی سی کیفیت ہے، وہ تصوف میں آتی ہی نہیں ہے۔ ذمہ داری کا احساس شاید
زیادہ رجائیت کو مائل ہی نہیں کرتا۔

14 مارچ 2007ء

اکادمی ادبیات اسلام آباد

تَصَرَّفْ فِي الْأَصُولِ الدِّينِ
أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
خواتین و حضرات! جب بھی لایہوتا یا مدتوں کی یادیں ساتھ رہیں اور اس مرتبہ قبول
استاذ ذوق کسب سے بڑی قیمتی چیز جو اللہ کے بعد انسانوں کے پاس ہوتی ہے وہ Personal
relationship ہے۔ ”ذاتی تعلق“۔ اس کو بڑے خوبصورت پیرائے میں استاد ذوق نے
فرمایا کہ

ہے اسے ذوق کسی ہم دم دیرینہ کا ملا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے
آج کا مضمون بہت technical ماحیاور یا ایک class room کا مضمون ہونا چاہیے

تھا۔ ”اصول الدین“ سے مراد یہ ہے کہ دین جن بنیادوں پر کھڑا ہوتا ہے اس میں کس قسم کا تعارف ممکن ہے اور کس قسم کا تصور ممکن نہیں ہے۔ ”قرآن“ سب سے بنیادی بنیاد ایمان ہے، مذہب ہے، اخلاق ہے پھر ”صدیق رسول ﷺ“ ہے، پھر ”اجتماع امت“ ہے پھر ”قیاس“ ہے ”رائے“ ہے پھر ”اجتہاد“ ہے discretion ہے ”اجتہاد بالرائے“ ”اجتہاد بالضرورة“ ہے اور آخر میں ایک ”معاذ“ ہے مگر میں ان پر آج گفتگو نہیں کر رہا۔ Because I don't have to give you a lesson on technology of "Tasarruf" میری آج کی گفتگو اصل اصول پر ہے۔

یہ تمام مذہب، تمام روایات، مذہب تمام قوانین مذہب اس وقت قابل قبول ہوتے ہیں جب کسی دینے ہوئے نظام کے پیچھے جو ہستی ہے اسے آپ تہہ دل سے قبول کر لیں۔ تمام ”اصول اصول“ صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اور کوئی نظام دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس سے سارے انسان متفق ہوں، چاہے وہ American law ہے، چاہے وہ British law of democracy ہے، چاہے وہ Christianity ہے، چاہے وہ Islam ہے۔ سب سے بڑھ کر اسلام کو دشواری یہ ہے قرآن وحدیث کی دشواری یہ ہے کہ جہاں باقی قوانین انسان کی سہولت کیلئے بنے ہیں، ان کی مرضی کے مطابق بنے ہیں وہاں خدا کا قانون انسانی جبلتوں کے خلاف کھڑا ہے۔

”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ“

(جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اور اس نے اپنی ہوا نفس کی مخالفت کی)

انسانی نادانیت سے اگر کوئی تجھڑنے والا rule اور قانون ہے تو وہ خدا کا قانون ہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے آخر خدا کو ایسی کیا دشمنی پڑ گئی تھی انسانوں سے کہ جو قوانین بنائے ان میں سرزنش رکھی، ہدایت رکھی، اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ

”هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ“

(وہ ہے اللہ پیدا کرنے والا درست کرنے والا صورتیں بنانے والا)

پتہ نہیں کب سے، ارب بار ارب سال سے کرب با کرب سال سے unimaginable vastness of time سے جس کی پیمائش کیلئے ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ ازل سے پروردگار عالم اپنی تخلیقات کے تختکات میں معروف تھا۔ ایک creative process تھا جو

انتہا تھا، جس کا ہمارے پاس کوئی امکان نہیں ہے کہ ہم جان سکیں کہ وہ کب شروع ہوا اور کب ختم ہو گا؟

خواتین و حضرات! مگر وہ کیلاتھا۔ عادات جو create کی تھیں وہ ان کی اپنی تھیں، جو حکم کسی میں ڈال دیا سو ڈال دیا۔ جو بات کسی میں رکھ دی سو رکھ دی۔ اس نے زمین و آسمان سے کہا کہ میں نے تمہیں تخلیق کر دیا ہے۔ اب میں تم میں کچھ امر ڈال رہا ہوں۔ مانتے ہو خوشی سے یا نہیں؟ انہوں نے کہا ہماری سربانی کی بحال بھی کہاں ہے۔ ہم اپنی مرضی سے، اپنی خوشی سے تیری اطاعت کریں گے۔ آسمان اول کے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم نے سر تھکا کے کھڑا ہوا ہے۔ سو اب با ارب سال گزر گئے، ان میں استقامت ہی رہی، وہ اسی طرح کھڑے ہیں۔ آسمان چہارم کے ملائکہ سے کہا کہ تم رکوع میں کھڑے رہو گے، سو وہ رکوع میں کھڑے ہیں۔ وہ کچھ بڑا رسا ہو گیا۔ سو چنتا تھا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اس سے میری خدائی کہاں ثابت ہوتی ہے؟ اس سے میرا عرفان ثابت کہاں مکمل ہوتا ہے؟

”هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِيُّ الْمُصَوِّرُ“

میں جو خالق ہوں، باری ہوں، مصور ہوں، میری appreciation کہاں گئی؟ مجھے کون چاہے گا؟ مانے گا؟ اگر میں اسی طرح ساری مخلوق کو عالم پر حکم force کرتا رہا، اگر میں اپنی ہی directed طرز سے ان کی عبادت چاہتا رہا تو پھر مجھے کیا مزہ ہے خدائی کا..... کیا میری ساری کی ساری appreciation concordant نہ ہوئی؟ پہلے سے directed نہ ہوئی؟ اس کو خیال کرتے ہوئے..... صدمہ بردہ کی ہے کہ

”كُنْتُ مَكْنُوزًا مَخْفِيًّا مَا أَحْبَبْتُ عَنْ عَرَفٍ فَخَلَقْتُ خَلْقًا“

میں جو ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، بے پناہ، بڑا..... میں نے ایک خصوصی چیز تخلیق کی۔ وہ عقل تھی۔ عقل جس میں تباہی و تخریب تھی، differentiation تھیں، bifurcations تھیں جو اختلاف کر سکتی تھی، جو سماعت اور بخالت دونوں کام کر سکتی تھیں۔ بڑی خوبصورت شے تھی۔ کہا ”ذرا مجھے چل کے دکھا“..... پھر عقل نے اپنے انداز دکھائے، نریت دکھائے، پہلو پچائے، کترائی، جمولی، ڈھمیلی، بڑے انداز سے عقل کے، بڑے انداز سے مغائرت کے..... اپنائیت کے..... اسے دیکھا اور کہا ”میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے“..... اللہ نے عقل پر نازل فرمایا..... خواتین و حضرات! یہ artificial تھی، تخلیق شدہ تھی۔ کوئی original نہیں تھی۔ یہ artificial

intelligence تھی۔ جب بہت ساری مخلوقات کو process سے گزرا رہا تھا، مگر زیادہ سے زیادہ refine کر رہا تھا، مادے کی نوعیتیں بدل رہا تھا، خُسی کے حقائق بدل رہا تھا تو اس نے بالآخر انسان کو ”اسی تنویم“ قرار دیا۔۔۔

اسی تنویم کا مطلب خواتین و حضرات! ”سب سے بہتر“ نہیں ہے۔۔۔ آسمانوں میں بے شمار مخلوقات تھیں۔ زمین پر بے شمار مخلوقات ہیں۔ ایک اندازہ ہے کہ ایک ارب مخلوقات زمین دنیا پر موجود ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک محترم دوست سے شہد کی مکھی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ”پروفیسر صاحب! شہد کی مکھی کی اٹھارہ ہزار قسمیں ہیں۔“ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک قسم نیپال میں شہد کی مکھی کی ایسی ہے جو کڑوا شہد جمع کرتی ہے۔ اگر ایک شہد کی مکھی کی اٹھارہ ہزار قسمیں ہیں تو باقی انواع کو آپ دیکھ لیجئے۔ ایک ارب اقسام زندگی میں سے ہم بہتر ہیں۔ ہم ان سب سے بہتر ہیں۔ ہم اشرف المخلوقات ارضی و ربوی ہیں مگر خواتین و حضرات! اوپر بھی تو مخلوقات ہوں گی۔۔۔ یہ کون سا انسان ہے جو خدا کو اتنا محروم دیکھتا ہے کہ ایک دنیا بیکے خدا تک ہو گیا۔ ایک آسمان بنا کے فارغ ہو گیا۔ اس نے تو کہا کہ میں نے تو اتر سے سات آسمان اور سات دنیا میں تحقیق کیں ہیں اور تو اتر سے انسانوں کو بنا رہا ہوں اور ان کے حساب کتاب لے رہا ہوں اور تو اتر سے ان کو جنتوں میں پہنچا رہا ہوں۔

مسلم کی آخری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جتنی بڑی جہت ہے کہ ”أَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ“ کہ اگر سات universes کا اور سات زمینوں کا area ملا لیا جائے تو جہت کی چوڑائی پوری نہیں ہوتی۔ اب اتنی بڑی جہت۔۔۔ ظاہر ہے کہ اتنے تھوڑے سے انسان۔۔۔ بہت ہوئے دس بیس ارب انسان، سو ارب انسان بھی ایک آدمہ ستارے میں ماسکتے ہیں۔۔۔ اگر چہ ارب انسان ایک چھوٹی سی زمین پر ماسکتے ہیں اور اگر آپ سورج پر ہوتے تو پچھلے آئے گئے، اگلے آنے والے بھی اس میں ماسکتے چہ جائیکہ اس پوری کائنات کے billions and trillions stars کے برابر ایک اتنی بڑی جہت جس کی چوڑائی بھی ان سے بڑی ہے وہاں کتنی ہی مخلوقات ماسکتیں تو پھر بھی کس قدر جگہ بچ جائے گی۔۔۔ خداوند کریم کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب حساب کتاب ہو جائے گا، دنیا ختم ہو جائے گی تو جہت میں پھر بھی جگہ بچ جائے گی پھر اللہ نے انسان پیدا کرے گا، نئے سرے سے آزمائشیں ہوں گی۔ نئے سرے سے حساب کتاب ہوئے گا۔ ایک مسلسل دوران زندگی ہے جو چلتا رہے گا۔

خواتین و حضرات! اللہ کے سوا آج کا انسان اپنے رویوں کو artificial intelligence اس ڈر کے مارے نہیں دیتا کہ اگر میں نے اسے artificial intelligence دے دی، اس میں میں نے فرق کرنے کی تیز ڈال دی، اچھائی اور برائی کا امتیاز ڈال دیا، اس میں حرمت اور عزت ڈال دی، اس کو احساس ذات سے آگاہ کر دیا اور اس کو direction دے دی کہ تم نے اچھائی کو جو غلط خاطر رکھنا ہے تو پھر اس کے ہاتھوں ہم خود ہی مارے جائیں گے، پھر اس artificial intelligence کے حامل لوگوں کے ہاتھوں سے ہم خود مارے جائیں گے کیونکہ ہم خود اپنے انصاف کے تقاضوں پر پورے نہیں اترتے، ہم اپنے بنائے ہوئے ”قوانین عزت“ ”قوانین محبت“ پر پورے نہیں اترتے۔ بھلا انسان سے بڑھ کر mercurial morality (سیماب صفت اخلاقیات) کس کی ہو سکتی ہے؟ خواتین و حضرات! اس ڈر کے مارے انسان computer کو، اپنے رویوں کو artificial intelligence نہیں دے دیا۔ مگر اللہ بہت بڑا ہے، بہت بڑا۔ اللہ نے یہ رسک لیا اس کو ان سے ڈر نہیں تھا۔ اس نے تو قرآن حکیم میں فرمایا کہ اگر آسمانوں سے ایک پتھر پھینک دوں۔۔۔ وہ پتھر کہتا ہے science asteroid کہتی ہے۔۔۔ ایک پتھر پھینک دوں تو زمین کو تہہ و بالا کر دے اور تمہاری زندگیاں حد و دوزخ میں غارت کر دے مگر اس کو آپ قوت و تیر سے نہیں لڑا سکتے۔ اس نے کہا کہ زمین و آسمان میں نے اندازے سے بنائے ہیں۔ ان کو میں نے بہت مستحکم کیا ہوا ہے۔ یہ نہیں ٹل سکتے، ان کو آپ کی خفگی کی وجہ سے میں نے جبر میں قید کیا۔ تمام تیر اللہ نے انسان کی بہتری کیلئے تخلیق کیا ہے۔ زمین و آسمان کا تیر، چاند اور سورج کا تیر، زمین کو ایک مخصوص جگہ رکھنے کا تیر تاکہ آپ پر زندگی سہل ہو سکے۔ بچے کو ماں باپ کا تیر دیا۔ نہ وہ ماں جانتا تھا نہ باپ جانتا تھا۔ اس کو ایک خاندان کی سہولت جبراً دی۔ یہ تمام کام کرنے کے بعد اس کا مقصد وہی تھا جو اس حد تک قدسی میں آیا ہے کہ

”كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا عَنْ عَوَافِ“

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں)

”فَخَلَقْتُ خَلْقَ“

(میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کیلئے پیدا کیا)

اور تعارف کیلئے قرآن حکیم نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا

”أَنَا هَلِكَةُ السَّبِيلِ إِنَّمَا خَاصِرٌ أَوْ إِنَّمَا كُفُورٌ“

(تمام بدایت و عقل و شعور اس لیے بھٹکا کہ تم مجھے جانویا میرا نکار کرو۔)

خواتین و حضرات! پھر اس نے قانون دیا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ خدا کا قانون انسانوں کو کبھی بھلا نہیں لگے گا۔ یہ میری ”جہالت“ کے خلاف ہے، میرے ”تخفکات“ کے خلاف ہے، میرے اپنے تخفکات کے خلاف ہے، میری اپنی قدر و منزلت کے خلاف ہے، میرے ”تکبر استغاثات“ کے خلاف ہے، میری ”حب جاہ و منزلت“ کے خلاف ہے، میری جہالت، میرا نفس خدا کا حریف ہے۔ اسی لیے حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے نفس انسان کی شکل میں اپنا بدترین دشمن تخلیق کیا مگر خلقت انسان کے لیے اللہ نے وہ قوانین مرتب کیے جن سے نسل انسان کی یہ کاروان اپنی منزل تک پہنچے ہیں اور ان قوانین کو آپ نے ”کتاب بائبل“ کا نام دیا اور سب سے پہلا قانون جو کتابا بیل اور قانونا بیل کے ضمن میں دیا اور کہا، ”جس نے ایک انسان کو قتل کیا کوئی اس نے نسل انسان کو قتل کیا۔ جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے کوئی نسل انسان کو بچایا۔“ آہستہ آہستہ یہ قوانین البیابیک محکم کتاب اور قانون کا حصہ بننے لگے جو بلا قرآن پر پہنچے ہو ”ورق قرآن ایک ultimate book of destiny of law بن گئی۔ یہ وہ قانون تھا، یہ وہ اصول تھا جس میں نہ صرف اصل نے اپنی تعریف کی، خدا نے اپنی وضاحت کی بلکہ لوگوں پر ان قوانین کی صحت کی بھی وضاحت کی۔

خواتین و حضرات! بد قسمتی سے شروع سے ہی تمام اقوام انہی اصل قوانین پر تصرف کرتی چلی آئی ہیں۔ انہی قوانین سے مغایرت برتنی چلی آئی ہیں۔ اگر آپ کو صاحب قانون کی فراست اور صداقت کا علم نہیں ہے، اگر آپ کو اس پر اعتبار نہیں ہے تو اس سے برا تصرف قرآن حکیم پر اور کیا ہو گا کہ آپ کو قانون لانے والے پر اعتبار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب عقل کو تخلیق کیا تو اس کے خدشات بھی تھے۔ اگر ایک معمولی جہالت مجھے تکبر استغاثات پر آمادہ کرتی ہے تو میری عقل تو زیادہ refined ہے، زیادہ پیچیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو وجاہت کی کئی قسمیں زیادہ مزید ہو گئی تو بہت سارے عقل والوں نے اپنے آپ کو بہتر اور محترم سمجھتے ہوئے کتاب الہی میں ہر موقع پر تصرف کیا۔ یہ تصرف خدا نے قرآن میں پہلی قوموں پر دوسریوں سے واضح کیا ہے کہ میری آیا سوا الہی پر تصرف کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ جماعتوں میں بننے میں، متمدنوں میں بننے میں، مکاتب میں بننے میں انہیں schools of thought ملتے ہیں جو بننے بننے بدست خود

خدا کی مصنوعی شکلیں بن جاتی ہیں۔ جہاں علم رکھتا ہو، اترتا ہو، مابعد الطبیعات سے آتا ہو ”طبی شکلوں“ میں گرفتار ہو جاتا ہے، ”پانچوں“ میں شکار ہو جاتا ہے، ”بازوؤں“ میں شکار ہو جاتا ہے، ”طریقہ بنو“ کا شکار ہو جاتا ہے، خرتوں میں ڈھل جاتا ہے اور برداشت کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ سب سے بڑا تعارف جو اسلام میں ہوا، اللہ کے قانون کے ساتھ ہوا کہ لوگوں نے ایک وسیع اثر ب، بین انکانتاتی مذہب کو جو کاسمیاتی مذہب تھا، جو پوری کائنات کا مذہب تھا جو شجر و حجر کا مذہب تھا اس کو چھوٹی چھوٹی approaches میں قید کر دیا۔

وہ approaches کیا تھیں؟ خواتین و حضرات دو نکلے خدا نے کیئے.....

دو طریقے یہود نے استعمال کیے۔ اللہ نے فرمایا

”اَقْطَعُوْا اَنْ يُّؤْمِنُوْا وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلِمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُوْعَدُوْنَ فَوْتًا مِّنْهُ بِمَعْلَمٍ اَعْقَلُوْهُ وَهُمْ يَمْلَعُوْنَ“ (بقرہ ۲: ۷۵)

(کیا تم کو توقع ہے کہ یہودی تمہاری بات مان لیں گے اور ایک فرقہ ان میں ایسا گزارا ہے جو اللہ کا کلام سنتا تھا اور سمجھ جانے کے بعد جان بوجھ کر بدل ڈالتا تھا۔)

کہ پہلا تو یہ الہیہ تھا کہ ”میری دی ہوئی عقل کا تم نے یہاں نہ دیکھا کہ میری ہی بنیادی صوبی تعلیم کو تم نے خفیہ کر دیا۔ تم نے تحریف کر دی۔“ یہ پہلا تعارف تھا جو عقل والی قوموں نے کیا جو بظاہر اپنے آپ کو intellectual سمجھتی تھیں۔ خواتین و حضرات آیات بھی بہت ہیں۔ TV پر حکم ہوتے ہیں، اخبارات میں حکم ہوتے ہیں۔ یہ دانشوران مذہب پہلے بھی بہت تھے۔ آت کے نہیں، یہود کے زمانے میں بھی یہی تھے۔

قبلہ ایک یہودی عظیم ہے، جب خدا عبد کریم کے خفیہ موتی بلعک اور تمہیں سے گزرے، جب یہودیوں نے گستاخیاں کیں، چمڑے کی پرستش کی اور پھر بت پرستی شعاری، جب حضرت حارون کو مارا گیا، جب موتی واپس آئے تو خدا نے کہا کہ آدمی قوم آدمی قوم کو قتل کرے۔ حق پرست بت پرستوں کو ختم کریں کہ اتنی بڑی آیات الہیہ کے بعد بھی، نیکل سے نکلنے کے بعد بھی

”وَقُلْنَا عَلَیْکُمُ الْعِمَامَہَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْعَنِّ وَالسُّلُوٰی“

کہ من و سلوئی کے اترنے کے بعد بھی، ان کے سروں پر پندوں کی چھایا ہونے کے باوجود بھی انہوں نے خدا عبد کریم کو، اس بزرگ و برتر کو پھر جوں میں قید کرنے کی کوشش کی تو خدا نے کہا

”تم میں سے حق پرست بہت پرستوں کو قتل کریں۔“

خواتین و حضرات! قبلہ یہودیوں کی بہت بڑی mystic ہے، صوفی عظیم ہے۔ قبلہ کے مصنف نے کہا کہ خدا کو غلط سمجھی ہو گئی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے اور فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے بارے میں خدا کو غلط سمجھی ہو گئی تھی۔ اس جملے سے آپ اندازہ لگائیے کہ قبلہ کا مصنف جو mystic movement کا مصنف ہے وہ اپنی عقل کو اتنا بزرگ و برتر سمجھتا ہے کہ جو کام قتل ان کے بارے میں اللہ نے دیا اسکے بارے میں اس کا خیال یہ ہے کہ اللہ کو غلط سمجھی ہو گئی تھی۔ (سبحان اللہ تعالیٰ العزیز)۔۔۔۔۔! یہ واحد چیز نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی انہوں نے ایک کام کیا۔ ایک تو Intellectuals of those times, the pseudo intellectuals of those times اپنی عقل و معرفت کے تعریف میں انہوں نے سب سے پہلا حق خدا کو کہا اور کہا کہ خدا سے غلط سمجھی ہو گئی۔ اس کے بعد اور لوگ آئے وہ اتنے intellectuals نہیں تھے۔ زمینی حقائق کے لوگ تھے، بڑے دانشور تھے۔ وہ زمینی حقائق کو بہتر سمجھتے تھے۔ دانشوران مصر میں سے تھے۔ وہ مادیت کے پرستار تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ خدا as a matter of belief ٹھیک ہے مگر دنیا کے معاملات میں اس کو کوئی شرکت نہ دو اس لئے وہ آیتیں چھپا دیتے تھے۔ مرضی کے خلاف آیات پڑھنے سے انکار کر دیتے تھے۔ جہاں ان کی مرضی کے خلاف آیت آئی، جہاں شراب پینے کی طاقت آئی، انہوں نے کہہ دیا کہ قرآن میں تو ایسا حکم ہی کوئی نہیں، قرآن میں تو کوئی سزا ہی نہیں لکھی ہوئی یعنی ایسا حکم ہی کوئی نہیں۔ قرآن میں تو کوئی سزا ہی نہیں لکھی ہوئی یعنی وہ آیات اسلامی پر اس طرح کے تصرف فرماتے تھے

”إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ“

(بے شک وہ لوگ چھپا جاتے تھے جو نازل کیا اللہ نے کتاب میں)

کہ کتاب عظیم میں سے وہ آیت چھپا دیتے تھے کہ جس سے یہ مراد ہو، ”وَيُشْفَوْنَ بِهِ شُفَا قَلِيلًا“۔ تمورے سے مال و اسباب لینے، ڈپٹی سیکرٹری سے ایڈیشنل سیکرٹری ہونے لینے، ایس پی سے ڈی آئی جی ہونے لینے، کوئی محترمہ آگئی ہیں اور انہوں نے وزیر بنا ہے تو اور تو کوئی چیز ”مقبول درمماورین الہی“ تھی نہیں اس لیے فرمایا کہ ہم اسلام کو بہتر جانتے ہیں، ”سلام لہما تو منعی نہیں ہے مگر گھر گھر کون سامع ہے۔“ لوگوں نے تمورے سے دنیاوی فائدہ لینے آیات پر تصرف کیا۔ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ خواتین کو کچھ بھی منع نہیں۔ ”خود بہ ازور“ تن تنہا ایک

پورے رسالہ سے جنگ کرتی نظر آتی ہے اپنے بھائی ”فخر ابن ازہر“ کو رومیوں کے ایک پورے دھڑے سے چھڑا کے لاتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ”ہندو بہاؤ سنگھ“ خالد بن ولید کی گردن میں نیزہ رکھ کے جنگ بزموک کے دن کہتی ہے کہ خالد تم کہتے ہو کہ سپہ سالار ہو۔ آج تم شکست کھا کے پیچھے ہٹ رہے ہو۔ اگر تم پیچھے ہٹے تو ہم اپنے نیزے کی چوبوں سے تمہیں قتل کریں گے۔ خواتین و حضرات! کون سا کام عورتوں کو منع تھا؟ شمشیر زن وہ تھیں، شہسوار وہ تھیں اور Flourence Nightingale تو بہت دیر کی بات ہے، رزمیوں کی مرہم پٹی بدروجن میں کرنے والی عورتیں ہی تو تھیں۔ ام المومنین عائشہ بھی تھیں، سیدہ فاطمہ الزہراء بھی تھیں۔ بڑی بڑی معزز عورتوں نے پیام کیے ہیں۔ کیا وہ حکمران نہیں ہوتی تھیں؟ کیا آرت اور فلچر میں ان کا نام نہ تھا؟ دو بڑی personalities جنہوں نے اسلامی Art اور culture کو راہ دکھائی ہے وہ ”یکزید مجسمین“ اور ”عائکہ بنت طلحہ“ تھیں۔ ”فردوسی“ ان سے شاعری کی داد لیتا ہے اور ”کتاب لافانی“ کا مصنف ان کو اقارٹی mention کرتا ہے۔ مگر حضرات! اس وقت بھی عجیب و غریب intellectuals موجود تھے۔

”کتاب لافانی“ کا مصنف آج کے کسی انتہائی تسلسل کے مصنف سے کم نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ جس دعوت میں جانا تھا کم از کم دو سو سے لیکر تین سو بیچ اُس کے پاس رکے جاتے تھے۔ اس کے کپڑوں سے لٹا آتی تھی۔۔۔۔۔ آج کے intellectual کا مطلب odd تھا۔ اچھا تو اس لحاظ سے ”کتاب لافانی“ کے مصنف سے زیادہ odd کوئی نہیں تھا۔ کپڑے اتنے ہا بیات۔۔۔ غسل بھی کیا ہی نہیں، جیو اٹھی تھی مگر مشکوایسی تھیں اور اعلیٰ کہ اس کے بغیر کسی بادشاہ کی گز نہیں ہوتی تھی تو کہتے ہیں کہ ہر بادشاہ مجبوراً اسے اپنے دست خوان پر بلاتا تھا اور نفاست کا یہ عالم تھا کہ ایک بیچ سے کمانے کے بعد پھر دوبارہ اسے استعمال نہیں کرتا تھا۔ خواتین و حضرات، There were freaks in those times also، intellectuals in those times also حیرت کی بات آج نہیں ہے مگر فرض کیجئے کہ آج کا ایک مفکر اٹھے اور کہے کہ باپلوں نے تو کبھی حملہ ہی نہیں کیا تھا، اس کو آیات پر تعریف یہ نظر آئے کہ ”امیرہ“ والی بات تو کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔ ”ہائیل“ تو تھے ہی نہیں۔ یہ تو کوئی ایسی اچانک تیاری اٹھی تھی کہ جس سے وہ سارا لشکر مر گیا۔ خواتین و حضرات! ان سے چوچو، کیا آپ وہاں تھے؟ آپ نے کوئی مظاہرہ دیکھا تھا؟ اگر آپ نے اس وقت کی روایات کو ہی trust کرنا

ہے تو ذرا کعب کے ان بے شمار غار سے دو چھوڑ کر جو ”امرہ“ کے لشکر کی وجہ سے پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے اور وہاں سے صرف مشہور دیکھ رہے تھے کہ یہ حملہ ہوا کہ نہیں ہوا۔ خواتین و حضرات ان میں ایک گانیز تھا۔ ”امرہ“ کے لشکر کا ایک گانیز تھا۔ وہاں کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور وہ عرب تھا۔ جب رستے میں انہوں نے اسے دیکھا تو اسے گرفتار کر لیا اور کہا کہ اگر تو ہمیں کعب تک رستہ نہیں دکھائے گا تو ہم تیرا حال بُرا کریں گے۔ تجھے قتل کر دیں گے۔ وہ بے چارہ اس مجبوری سے ان کے ساتھ چلا۔ چلتا چلتا جب کاروان تک آیا تو اس باقی کے کان کے پاس آیا اور ”باقی“ کے کان کے پاس جا کر اس نے کہا کہ ”اے باقی! یہ امرہ کے خدا کا نعرہ ہے۔ ان ظالم بد بختوں کی بات نہ مانتا، یہیں سے لوٹ جانا، آگے قدم نہ بڑھانا، آگے تیرے لئے فتیہ ہے۔“ چلے اس کو ہم روایت کا حصہ مان لیتے ہیں۔ باقی نے قدم نہ بڑھانے سے انکار کر دیا۔ وہ پیچھے پلٹ گیا۔ اسکو بہت مارا گیا۔ بعد میں لے جاتے، چلا جاتا، جب کعب کو لے کے آئے تو رک جاتا مگر intellectuals کو تو نہیں اعتبار آ سکتا کہ یہ کیسے ہوا۔ آج آپ کو ایک بڑی دلچسپ بات اس کے بارے میں سنانا ہوں۔ ”امرہ“ کے لشکر کے کسی گانیز ”نفیل بن حبیب حصعی“ نے اس واقعہ کے بارے میں کچھ شعر لکھے ہیں اس کے دو شعر سناتا ہوں۔ عرب ہر چھوٹی چھوٹی چیز کو شعروں میں بیان کرتے تھے میں آپ کو صرف ترجمہ سنائوں گا کیونکہ عربی سنا یہ میرے جتنی آپ کو بھی آتی ہے۔ ”میرت ابن ہشام“ میں وہی ہشام نے ان شعروں کو quote کیا ہے۔ جب وہ پرندوں کے ڈر سے بھاگنے لگے تو وہ کہتا ہے کہ ”قوم کا ہر فرد نفیل کو دریافت کر رہا تھا۔“ بڑی مزیدار اس نے اس میں بات کی، کہتا ہے: ”قوم کا ہر فرد یعنی امرہ کی قوم کا ہر فرد نفیل کا پتہ پوچھ رہا ہے گویا ان سے پوچھو کہ ان کا مجھ پہ کوئی قرض ہے کہ میں ان کو واپسی کا بھی رستہ دکھاؤں۔“ مگر خواتین و حضرات! دوسری بات ایک شرط ہے کہ ایک بندہ وہاں کھڑا ہوا ہے کھڑا ہو کے ایک غار دیکھ رہا ہے۔ اس کا بیان سُن لیا، اس کے بعد آپ فیصلہ کرنا کہ وہاں پرندے تھے کہ نہیں تھے، باقیل آئے کہ نہیں آئے، پتھر پھینکے گئے کہ نہیں پھینکے گئے۔

نفیل کہتا ہے کہ ”جب میں نے پرندے دیکھے تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اگلی بات بڑی ہی ہم ہے جو مجھے اور آپ کو natural لگے گی۔ خواتین و حضرات! جو زندگی کے بہت قریب ہو، بہت قریب ہو جب آپ اسے ادا کریں تو

ہے تیرے کوچہ پر جانے مجھے دن سے رات کرنا

کبھی اس سے بات کرنا، کبھی اس سے بات کرنا

کتنا natural شعر بجا لگتا ہے کہ ہم سب پر کبھی نہ کبھی ایسا ہی گزرا ہو گا تو ”نفیس“ کا یہ الگ جملہ بڑا دلچسپ ہے۔ کہتا ہے کہ جب میں نے پرندے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسٹیج کی کنکریں یہ پتھر ہم پر نہ آگئیں۔ دیکھیں کہتا natural ہے کہ نہ صرف Not only he was seeing but he was involved وہ ڈرامہ بھی رہا تھا کہ اتنے سارے جو پتھر آسمان سے گر رہے ہیں ان میں سے کوئی ہم پر بھی نہ آگے اور کتنی natural وضاحت ہے اس practical scene کی کہ جب شاعر وہاں کھڑا ہے، مظاہرہ دیکھ رہا ہے۔۔۔۔۔ خواتین و حضرات! اسکے بعد ہم اس نام intellectual کی بابت روایت پائیں گے کہ جو یہ کہے گا کہ خانہ کعبہ پر ابرہہ چڑھ کے نہیں آیا اور چڑھ کے اگر آیا بھی تو کوئی پرندے ہی نہیں آئے۔ کسی قسم کے پرندے ہی نہیں آئے۔ بالکل تھے ہی کوئی نہیں بلکہ جہنم تھا، پتے نہیں عرب میں سے کیا نکلا اور کیا آیا؟ یہ اس قسم کے intellectuals ہیں جیسے خدا کا کوئی مساویہ ہو اور اتفاق سے اسے کوئی طاقت مل گئی ہو Big Bang کی، اتفاق سے اسے طاقت مل گئی ہو دنیا و کائنات بنانے کی۔ آپ مانتے نہیں ہو، آپ اس سے حسد کرتے ہو۔ بشرۃ intellectuals جو ہیں وہ اپنی ”کمانے“ ذات کا پہلا حریف خدا کو پاتے ہیں اور ہر وجہات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جو ان کے اپنے اندازہ، تقدیر میں نہیں آتی۔

موتی کھڑے ہوئے ہیں دریا ئے نمل کے اوپر آج کا Intellectual کہتا ہے
There is no scientific reason for that ایسا ہوا نہیں تھا، ایسا نہیں ہوا ہو گا
مگر خواتین و حضرات! لوگ ایک بات بھول جاتے ہیں کہ موتی اکیلا نہیں تھا۔ بارہ لاکھ آدمی تھے اس کے پاس۔۔۔۔۔ باب سختی میں عہدہ مقدم یہ کہتا ہے کہ موتی اپنی قوم کے ساتھ نکلا تو وہ بارہ لاکھ آدمی تھے۔ ایک اصول تو یہ ہے کہ بارہ لاکھ کی شہادت ہی ہم ignore کر دیں کہ ایسا نہیں ہوا، سمندر نہیں پانا گیا۔ Because till now the sciences have no reason پرستی سے سائنس کو کوئی ایسا امکان نظر نہیں آتا۔ چھوٹی چھوٹی ندیاں تو وہ بھی روک لیتے ہیں۔ اور کاپانی اور کاپانی بند باندھ کے روک لیتے ہیں مگر اتنے بڑے دریا ئے نمل کو طغیانی میں دو حصوں میں تقسیم کر دینا اور اس وقت تک روک رکھنا جب تک قوم موتی نہ گزر جائے اور پھر اس وقت پانی کا دوبارہ مل جانا جب قوم فرعون اس میں اترے، ہمارے جدید intellectual

Then we cannot accept the solution they offer to us. ہے۔ ہم ان کی بات نہیں قبول کر سکتے۔ تو ”تقرقات آیات الہیہ“ کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ بنیادی طور پر اس اصل کو خراب کیا۔۔۔۔۔ اگر ہم قرآن کی اس آیت کو نہ مانیں۔۔۔۔۔ اب دیکھئے اگر میں خدا کو ماننے والا ہوں اور مبرا جہ پدہ ترین علم ہے تو میں نے دیکھا کہ اصحاب فعل کے ساتھ کیا ہوا؟۔۔۔۔۔ ہمیں پوری کی پوری روایات بتاتی ہیں کہ ان کی انگلیاں جہرنا شروع ہو گئیں، ان کا گوشت اترنا شروع ہو گیا حتیٰ کہ ”ابوہ“ کے بارے میں شاعر ”نفیل“ کہتا ہے کہ ہم نے اسے دیکھا کہ وہ چوڑے کی طرح نکل گیا تھا۔

خواتین و حضرات! صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ infected نگہ کیاں تھیں۔ Basically اگر آپ نے atomic cells کے کوئی اثرات دیکھے ہوں تو اس سے بالکل اسی طرح ماس جمر نے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی ایسی atomic radiation کی مرزمن سے وہ اٹھے ہوں اور اللہ کے علم میں ایسی بہت جگہیں ہیں۔۔۔۔۔ وہاں سے انہوں نے نگہ کیاں اٹھائی ہوں اور ان میں ایسا ”وائر“ موجود ہو اور وائر میں آتی بے پناہ قوت ہوتی ہے کہ آدمی پورے گھسنے میں چورے کا چرٹا لڑ بھی وہ تباہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے تو شاعر نے یہ بتایا اور چار شاعروں نے بتایا کہ پوری قوم وہاں تباہ نہیں ہوتی۔ وہ بھاگے اور بھاگتے ہوئے نفل سے رستہ پوچھ رہے تھے تو نفل نے کہا کہ میں نے کوئی قرض لیا ہوا تھا کہ واپسی کا رستہ بھی بتاؤں اور یہ تمام کے تمام اثبات سب بارے میں موجود ہیں کہ وہاں جو بھی واقعہ قرآن میں لکھا ہوا تھا بغیرہ ویسے ہی ہوا جیسے آیت الہی کہہ دی ہیں۔ بغیرہ دریا نے نکل پر وی ہوا جیسے آیت الہی کہہ دی ہے۔ ہمارا intellectual مصر ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ عذابِ قبر نہیں ہو سکتا۔

جب ہم ان تمام آیات پر تعریف کرتے ہیں تو پوری کی پوری ”اسل“ خراب ہوئی ہے پورے کا پورا قرآن متعجب ہوتا ہے سب سے پہلا تعریف جو آیاتِ اہلِ پرہیزگارہ ”معتزلہ“

نے کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ possible ہی نہیں ہے۔ خدا کوئی بات تمہارا ہی کہا ہے۔ یہ اللہ کے ”لفظ“ تو نہیں ہیں۔ قرآن تو ”خیال خدا“ ہے اور ”لفظ رسول“ عطا ہے۔ اس وقت بھی لوگوں نے کہا، آج بھی لوگوں نے کہا، آج کے دور میں بھی کہا، پرویز نے بھی کہا، سب لوگوں نے جو آج کے جدید عقل کے مالک ہیں وہ لوگ آج بھی اس چیز کو سوچ نہیں سکتے۔ قرآن نہیں ہو سکتا، اللہ میاں کے لفظ نہیں ہو سکتے اور دوسری طرف خدا صرف اسی بات کا دعویدار ہے کہ ”یہ لفظ میرے ہیں۔“ یہ local نہیں ہیں۔ کوئی آیت الہی local نہیں ہے۔ اگر یہ پیغمبر کے زمانے تک کے لفظ ہیں تو پھر یہ اتنے گراں قدر لفظ نہیں ہو سکتے کہ ہر زمانے میں exactly ویسے ہی چورے ہوں، اپنے لفظ کی محنت میں پورے ہوں

”إِنَّا وَثَقْنَا السَّمَاءَ اللَّيْلَ بِمُخَصَّاصٍ“

(بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چاروں طرف سے سجایا۔)

پھر اللہ نے کہا، یا آسمان ہیں کیا؟ یہ کائنات ہے کیا؟ کہا۔ ”وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَا“ کہ ہم نے کائنات کو بنایا ”باید“ اپنے زور بازو سے، اپنے ہاتھوں سے ”وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ“ (ذاباں ۵۱:۴) اور ہم اس کائنات کو وسیع تر کر رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے: ”ہم اس کائنات کو وسیع تر کر رہے ہیں۔“ اگر یہ لفظ ”موسعون“ کسی انسان کا ہو اور اللہ کا نہ ہو تو through out the centuries جو ایک کتابہ لفظ رہا ہے وہ آج کے دن میں exactly ویسے ہی کیسے پورا ہو سکتا ہے کہ آج اگر آپ یہ کہیں کہ The universe is expanding اور اللہ پہلے یہ کہہ چکا ہو کہ ”إِنَّا لَمُوسِعُونَ“ تو کتنا ایسے ہے کہ آپ قرآن لفظ کا ترجمہ کر رہے ہو۔ کتنا ایسے ہی ہے۔ اگر یہ اللہ کا لفظ نہ ہوتا تو پندرہ سو برس کی language کا test بھی یہ نہ ہوتا۔ آپ کو پتہ ہے کہ تمہاری سی در پہلے انگریزی کیسی تھی؟ آج کو پتہ ہے کہ تمہارا سامعہ پہلے فارسی کیسی تھی؟ دنیا میں کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو اس وقت موجود ہو، جو آج سے ۱۰۰۰ پانچ سو سال پہلے جیسے بولی جاتی تھی آج آجکی طرح سمجھا جائے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ پندرہویں اور سولہویں صدی کے chaucer میں اور آج کی انگریزی میں کتنا فرق ہے۔ آپ میں سے جو انگریزی کے طالب علم ہیں، جو literature کے طالب علم ہیں ان کو پتہ ہے کہ مثلاً آپ پندرہویں صدی کی انگریزی پڑھ بھی نہیں سکتے

May be today the origin of the same word relates to the old language, but it's not easy سب سے بڑی مہذب زبان کھلائی جاتی ہے جس وجہ سے آپ فضول intellectual ہوئے ہو مگر آپ کو دو سو سال پہلے کی وہ language ہی نہیں سمجھ آئے گی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، کیا نہیں کہہ رہے اور خواتین و حضرات! اللہ کی بات سُنئے! بڑی important ہے This may be an eye opener for you ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍۓ (کتاب ہے جس کی آیات جانچ پرکھ کے حکم کی معنی ہے) اور پھر یہ علم سے explain ہوئی، مادانعلیٰ سے نہیں ہوئی، بکثرت کے تولا سے نہیں ہوئی۔ یہ خدا کا علم چاہیے ہو گا اللہ کی کسی بھی آیت کی تفسیر کرنے کیلئے۔

خواتین و حضرات! برصغیر میں ان بڑے بڑے علماء کا ذرا standard of knowledge دیکھیں! ہم جہاں ہوئے، ہم نے اللہ کو جہاں کیا، قرآن کو جہاں کیا۔ کیوں کیا؟ کارل سیگاں اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اسلام بحیثیت ایک مذہب کے سائنس کے بڑا خلاف ہے پوچھو! ہمارا کارل سیگاں! تمہیں کہاں سے یہ لہجہ ہوا ہے کہ اسلام sciences کے خلاف ہے۔ وہ جو رب کریم کہہ رہا ہے کہ ”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ“ جسے چاہتا ہوں science دے دیتا ہوں، حکمت دے دیتا ہوں۔ اگر science کا ایک normal ترجمہ بھی آپ کرو گے تو حکمت ہی کرو گے تو اللہ کہتا ہے کہ: جسے چاہتا ہوں حکمت دے دیتا ہوں۔ ”وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“ (جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیر کثیر عطا کر دی۔) ”وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ“ مگر تم اسے یاد دہاؤں گے کہ اسے بھروسہ والوں کے علاوہ کون یاد کرے گا؟ اللہ کہتا ہے کہ عقل والوں کے سوا اسے کون یاد کرتا ہے؟ خواتین و حضرات! مگر سوال یہ ہے کہ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

”الَّذِي كُنَّا نَقُولُ لَكُمْ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْكَافِرِ“ (ہود ۱۱:۱) (یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات جانچی گئی ہیں پھر حکمت والے لفظ دار خدا کی طرف سے موصول کر بیان کی گئی ہیں۔)

صرف ایک مہرے کے لیے ایک شخص کو حکم نہ دینا اس میں کیا استحکام آیت پلا جاتا ہے؟ خواتین و حضرات! یہ جہاں سے لیا استعمال کیا گیا کہ اگر آج سے پندرہ سو برس پہلے اس language کا

یہ فقط بولا جاتا تو جس طرح اس وقت کے لوگ سمجھتے آتے پندرہ سو برس کے بعد بھی یہ لوگ اسے اسی طرح سمجھیں۔ یاس لیے کہا گیا کہ قرآن کی ہر آیت زمان و مکان کے تصرف سے آزاد ہے۔ یہ اس لیے کہا گیا کہ یہ زبان درجہ بدرجہ اوقات کے ساتھ، زمانوں کے ساتھ language کے differences کے ساتھ اقوام عالم کی changes کے ساتھ بدلتی ہوئی آتے بھی اسی طرح روشن اور clean ہے۔ اس پر کوئی تصرف نہیں ہو سکتا۔ قرآن کی آیات پر تصرف نہیں ہو سکتا اس کے معنی پر حضرات تصرف کرتے ہیں کہ قرآن local ہے مگر local جتنا پھر مجھے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے مگر...

ایک بڑے مشہور دانشور ہیں، امام لینا تو غیبت ہی ہو جائے گی۔ انہوں نے یہ کہا کہ جو ”عہد وازواج“ کا حکم ہے یہ local تھا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کیلئے زیادہ مثالیاں اور باقی لوگوں کیلئے چار، یہ local order تھا۔ بھلا ان سے پوچھو! یہ کب حکم ہے رسول اللہ ﷺ کیلئے کہاں پڑتا ہے کہ آپ نے اتنی مثالیاں کرنی ہیں، باقی مسلمانوں نے یہ کہا ہے کہاں یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے یہ حکم ہو کہ آپ ﷺ نے توبہ کر لی تھی اور باقی امت نے چار کرنی ہیں۔ ہوا عرف تھا کہ خداوند کریم نے، عورتوں کی حمایت میں ایک exception create کر دی۔ اس سے پہلے بھی ہوا کہ امہات المؤمنین کو choice دی کہ دیکھو تم اللہ کے رسول ﷺ کے مجھے خواہو! نہ پڑو۔ (ویسے معاف کیجئے گا اس وقت بھی پڑتی تھیں) بلکہ حضرت عمرؓ کو پتہ لگا کہ ان خواتین میں کہیں میری بیٹی نے ہی نہ گستاخی کی ہو تو نکوادر دست ام المؤمنین حضرت خضہؓ کے سر پر آکر کھڑے ہوئے، کہا ”سنا ہے کہ تو نے شان رسول ﷺ میں کوئی گستاخی کی ہے۔ میں تیرا سر نہ مار دوں، تیری یہ حماقت!“ کہا۔ ”آپ یہ کیسے کہتے ہو؟ ہم تو رسول اللہ ﷺ سے منسوب لڑ بھی لیتے ہیں، ہم ماریش بھی ہوتے ہیں، مان بھی جاتے ہیں۔ آپ کون ہوتے ہیں مداخلت کرنے والے؟“ ”اچھا! یہ بات ہے۔“ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ایک دفعہ اپنے گھر میں گئے اور اپنی بیوی کو پھڑ مارنے لگے تو ہاتھ روک لیا اور کہا ”ہم جس خدا کے بزرگ و بڑی کی اگر جاہلیت کا زمانہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا مگر اب اللہ کے حکم سے مجبور ہوں۔“

خواتین و حضرات! پتا چلا آپ کو کہ اللہ کے حکم میں اور جاہلیت کے زمانے میں فرق کتنا ہے کہ اگر جاہلیت کا زمانہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا مگر اللہ کے حکم سے مجبور ہوں۔ چہر

مارنے سے بھی مجبور ہوں۔ حضرات! خیال رکھیں! حضرت عمرؓ نے بڑی اچھی بات کہی۔۔۔۔۔ باتھو اٹھانے سے پہلے حضرت عمرؓ کی یہ بات ضرور اچھی طرح یاد رکھیں گا۔ اسباب طلب ہے کہ جو اس سے زیادہ آگے جائے گا وہ ضرور جاہلیت میں جائے گا تو خواتین و حضرات! بھلا چھپنے کہ جب خواتین کو کہا گیا ”تم رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرتی ہو، اب مال و اسباب لو، چھوڑ جاؤ چلے جاؤ! ہم اللہ کے رسول ﷺ کو آپ سے بہتر خواتین دے دیں گے“ تو ان کو جب choice دیا گیا تو تمام خواتین نے رسول اللہ ﷺ کو چنا۔ ہماری محترم ماؤں نے، ان مقدس عورتوں نے تمام دنیا ترک کی۔۔۔۔۔ یہ نہ سمجھئے گا، عرب ایسے نہیں تھے کہ choice لے کے مجبور ہو جاتے۔ وہ عورتیں بڑی آزاد، بہت دلی تھیں، تجربہ کار تھیں، زمانہ دیکھا ہوا تھا مگر انہیں پتہ تھا کہ ہم کس کی زوجیت میں ہیں۔ ان کو اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت پر یقین تھا۔ کوئی کتنا بڑا غناوند ہو، کتنا ہی بڑا غناوند ہو، مگر میں بڑا ہلکا ہوتا ہے۔ آپ کو یاد ہے ستر ادا کو جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک شخص اس کے دروازے پر پہنچا اور اس نے استاد عظیم کے دروازے پر دستک دی تو ایک ہنڈیا اندر سے آئی اور اس کے سر پر گئی۔ اس نے کہا ”بی بی میں نے کیا قصور کیا ہے تمہارا۔“ اس نے کہا ”بد بخت تو بھی اس کینے کا ساتھی ہے چل دفع ہو جا یہیں سے۔“ اوہ بچارہ ڈنکی ہو کے آیا۔ آگے اس نے مشہوری عجیب دیکھا کہ ستر ادا، وقت کا عظیم استاد بہت بڑی مسند پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہزاروں لوگ دست بستہ کھڑے ہیں، وہ کہنے لگا ”یہ یا خرافات ہیں۔ مگر یہ یا علم ہے، بار یہ ہے۔“ تو اس نے قریب ہو کے اس سے پوچھا ”اے استاد معظم میں تو تیرے گھر گیا تھا۔ وہاں تو تیری یہ خاطر ہوئی۔“ کہنے لگا ”یار! اسی سے میں نے علم سیکھا ہے۔“ اس کی ان حرکات پر ممبر کی وجہ سے ہی سارا علم سیکھا ہے میں نے۔

خواتین و حضرات! مگر یہ ستر ادا نہیں تھے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ ایسے صادق! ایسے صادق کہ ان کے فکر کی عورتوں کو بھی ان کی صداقت پر یقین تھا۔ کیا مال کی بات ہے! I can't say the same about myself, I can't say the same about you all but... یہ مال عظیم، صدق ہے، مہجہ علم کی صداقت کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہے کہ اہل ایمان المؤمنین میں سے ایک خاتون محترم نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف فیصلہ نہیں دیا۔ اب اگر عورتیں ایسی ہوں۔۔۔۔۔ دوسرا اللہ نے ایک اور حکم دے دیا کہ اب چونکہ تم رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہو اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا بیٹا کوئی نہیں ہے جو ہم نے تمام امت کا

انکو آپ declare کیا ہے اور تمام امت کی تم مانیں ہو تو اب تم دوبارہ شادی نہیں کر سکتیں۔
 مانیں اپنے کسی بیٹے سے شادی نہیں کر سکتیں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ!) اس لیے پوچھا ”تمہیں
 یہ دو choices قبول ہیں؟“ انہوں نے کہا: ”قبول ہیں۔“ جب استے بڑے
 choice عورتوں نے قبول کیے تو اللہ نے بھی ان کو ایک رعایت دی اور وہ یہ رعایت تھی کہ چار کا
 اعلان ہونے کے باوجود کسی بھی ام المؤمنین کو طلاق نہیں دی گئی۔ کیا آپ سمجھتے ہو یہ local
 order تھا؟ یہ local order نہیں تھا۔

اب فرض کرو ایک شادی ہو رہی ہے۔ یورپ کی سوغات آئی ہے کہ illegitimate
 relationship سارے جائز ہیں مگر بیوی ایک ہے۔ خواتین بھی یہی claim کرتی ہیں کہ
 باہر جو مرضی کرتے رہو، شادی ایک کرنی ہے۔ ان کی طرف سے بھی اجازت ہے کہ گناہ آلود زندگی
 پوری طرح permitted ہے مگر شادی صرف ایک کیونکہ تصرف میرا رہے، مالک میں
 رہوں، باقی سب کچھ جائز ہے۔ خواتین و حضرات اگر قانون کو اسی طرح آپ نے مانا تھا کہ میں
 اپنی مرضی کی آیات نکال لوں۔ میں نے اگر ”اصل قرآن“ میں صرف یہی مانا ہے کہ مرد کو چار
 بیویوں کی اجازت ہے اور میں نے اس کی دوسری حق نہیں مانی، انصاف کی حق۔ یا اگر خاتون
 کہے کہ باقی تو ساری قرآن مجھے پہلے قبول ہے۔ مگر یہ چار شادیوں والا کیا، فضول قانون ہے۔
 یہ میں نہیں مان سکتی تو آپ نے کس کو مانا اور کس کا انکار کیا۔ مانا بھی اللہ کو اور انکار بھی اللہ کا کیا
 کیونکہ وہی ”اصل اصول“ ہے، وہی بنیاد ہے علم کی، وہی اول ہے، وہی آخر ہے۔ اس نے کہا کہ
 یہ علم نیکو۔ یہ ہدایت بخشی ہے کہ اصول میں تحریف نہ کرو۔

قرآن local نہیں ہے۔ قرآن پہلے اترتا ہے یہ کتاب محفوظ میں تھا۔
 situations create کی گئیں ہیں، پدر create کیا، جین create کیا، خدق
 create کی گئی۔ یہ موجود نہیں تھے، مگر قرآن کی آیات نے explain ہوا تھا اس لیے
 situations create کی گئیں۔ کسی کو بیٹی پر فضیلت دینی تھی۔ پہلے بھی ایسا ہوا۔ حضرت
 داؤد کے زمانے میں ”وَقُلْ دَاوُدْ جَالُوتُ“ (اور قل کیا داؤد نے جالوت کو) پہلے بھی یہ
 ہوا۔ اللہ نے کہا کہ ”كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً“ (ایسا بہت ہوا کہ
 تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب ہوئی۔) کہ پہلے بھی ہم نے کئی چھوٹی
 اقوام کو، وہ جو ہم پر کبھی رکھتے تھے، تو کل رکھتے تھے، ہم نے ان کو بڑی بڑی فوجوں پر حکومت دی،

انگوٹھ دیا۔ پھر یہ قانون ثابت ہوا تھا۔ اگر معرکہ نہیں جالوت و اوز کی یا زبور کی صداقت سُننے
 اہل راہ گیا تو ”ہر وحین“ کو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کتاب کے مطابق کھولا گیا۔ اگر حین کی جگہ
 میں دس ہزار مسلمان تھے اور کھنکھ تھے، مؤقیت و ہوازن تھوڑے تھے تو مسلمانوں نے کہا ”آق
 ہم کتنے زیادہ ہیں۔ ہم تو تھوڑے سے ہوتے تھے اور غلبہ پاتے تھے، آق ہم کتنے زیادہ ہیں۔“ خدا
 نے حین کو قنیت ہی اس لیے کیا تھا کہ اس قسم کا کوئی ”غلبہ“ مسلمان نہ پالیں کہ میں کثرتِ تعداد پر
 فتح نہیں دیتا ہوں، میں ایمان کے برابر فتح دیتا ہوں۔ جو تمہاری باطنی قوتیں ہیں، جو تمہارے باطن
 کے خیالات ہیں میں ان کے برابر تمہیں فتح و نصرت دیتا ہوں۔ یہ ہیں کیا؟ کس قسم کے ہیں؟
 خواتین و حضرات! صرف ایک مثال سی جگہ کے بارے میں۔ حضرت موسیٰ اشعریٰ فرماتے
 ہیں کہ ہم جگہ سُننے نکلے، ہم سات لوگ تھے، ہمارے پاس ایک اونٹ تھا، دو بترے تھے، ایک
 کھوار تھی، ہمارے پاس کوئی زرہ بیکہ نہیں تھی۔ ہم نے ٹکڑیاں توڑی ہوئی تھیں، انکی لوگوں کو آگے
 سے کھانا ہوا تھا۔ جگہ سُننے یہ تھے مئی خائف۔ جب جب حین کے یہ سات آدمی نکلے فرماتے
 ہیں کہ ہمارے پاؤں تنگی ریت پر پڑنے کے جلس گئے تھے۔ ہم سے چلا ڈھار ہو گیا تھا تو ہم نے
 اپنے گریبان پھاڑے اور اپنے پاؤں پر لپیٹ لئے تاکہ کم از کم ہم میدانِ جنگ تک تو پہنچ سکیں۔
 ان لوگوں کو اس نے فتح دی تھی جن کے پاس تراشی ہوئی کنزیاں تھیں، جنہوں نے چلے ہوئے
 پاؤں پر اپنے گریبان لپیٹے ہوئے تھے، جن کے پاس ایک اونٹ تھا۔ انکو فتح دی ان شہسواروں کے
 مقابلے میں جن کی خود قرآن قسم اٹھاتا ہے کہ

”وہ عربی کھوڑے، وہ دشتِ ماک عربی کھوڑے جب اپنی زمین پر

بھاگتے ہیں اور قلائدیں بھرتے ہیں تو ان کے سہوں سے نکلنے ہوئے آگ

کے شرارے آسمان تک جاتے ہیں۔“

ان لوگوں کے خلاف انہوں نے جنگیں کی تھیں۔

خواتین و حضرات! بہت سے علم کے ایسے مقامات ہیں جو بنیادی طور پر اصول پر اثر
 انداز ہوتے ہیں۔ پہلے ”اصول“ پر قرآن کی understanding پر اثر انداز ہوتے ہیں اور
 جس کی وجہ سے ملت میں تفریق آتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نالموں کے بنائے ہوئے
 قوانین ہیں؟ اب اس میں چند ایک مسائل ہیں۔ کیا علم کا کوئی standard ایسا ہے جو ہم اپنے
 مسلمان نالموں پر استعمال کر سکتے ہیں؟ ایسے کامیاب فکر کا کوئی standard ایسا موجود ہے کہ جو

ہمارے سامنے ہو اور ہم کہیں کہ فلاں صاحب بڑے عالم ہیں، ان کی تحصیل میں یہ مراحل آئے ہیں، انہوں نے یہاں سے یہ دروس حاصل کیے ہیں یعنی اپنے اپنے صاحبِ فکر کے علاوہ جبکہ سے وہ ایک مخصوص حیم حاصل کرتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی بھی مسلمان عالم جو پچھلے تین سو برس میں گزرا ہے، کیا ہم اس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ علم کے general standard کو پورا کرتا ہے؟ بخاری کے بارے میں تو کہہ سکتے ہیں کہ مزید علوم کے تمام دستور کے مطابق ایک ایک حدیث کی collection کے لئے انہوں نے تین تین ہزار میل کا سفر بے شمار لوگوں سے ملے۔ پرانے زمانے کے علوم اور آج کے علماء کا ذرا فرق دیکھئے کہ جب علماء scientifically حدیث کے رویوں کا احاطہ کر رہے تھے تو ہوتے ہوئے تمام مستشرقین orientalist اور تمام ہمارے جیسے مغربین جو صرف مغرب سے متاثرہ ہیں، ایک بات ضرور کہتے ہیں کہ پہلی دفعہ دنیا میں ایک ایسا علم متعارف ہوا جسکی مثال نہ پہلے تھی، نہ بعد میں آئی۔ ہم اسے اسماء الرجال کہتے ہیں۔ دس لاکھ انسانوں کی personal espionage حدیث کو collect کرتے ہوئے دس لاکھ انسانوں کے اسماء کو ہم ”اسماء الرجال“ کا علم کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حقیقت ہوئی؟ کیا بس انکے ماں باپ کے کام؟ نہیں ایک ایک غلطی کی حقیقت، ایک ایک حماقت کی، انکے حافظے کی قوت کی، انکے دنیاوی کاروبار کی، انکی ذلت و رسوائی کی، انکے character کی پرکھ کی۔ خواتین و حضرات! ایک ایک چیز کی حقیقت کی گئی۔ اس کے بعد محدث نے clear کیا کہ یہ قابلِ اعتبار ہے اتنی سخت اتنی پیچیدہ پرکھ۔!

آج کا یہ عالم جو انھو کے کہتا ہے کہ بخاری نے یہ بات غلط کی، مسلم نے یہ بات غلط کی۔ یہ کہاں کے لوگ ہیں؟ انکی کیا مجال ہے؟ یہ کون ہیں جو اتنی بڑی authority پر حرف زنی کرتے ہیں؟ ایک معمولی سی حدیث ہے۔ بخاری نے کبھی، مسلم نے کبھی، اپنی داؤد نے کبھی کہ حضرت محمد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے، کہا ”میری ماں مر گئی، میں شہر سے باہر تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو خیرات و صدقات کرتی تو یا رسول اللہ ﷺ! آج اگر میں خیرات و صدقات کروں تو کیا اسکو ثواب پہنچے گا؟“ تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں پہنچے گا۔ خواتین و حضرات! حدیث موجود ہے۔۔۔ انکے پیچھے وہ مستحضر موجود ہے جس کو ”تغییر فی اللہ“ کہتے ہیں۔ اب آپ بتائیے ”تغییر فی اللہ“ کے بعد کیا میں فی وی کے ایک سال کو محدث سمجھوں جو ہر آدمی سمجھنے کے بعد ایک فضول اور حایات قسم کے فطی اشتہار کا انتظار کرتا ہے

کہ کب ختم ہوا اور کب میں تقریر شروع کروں۔ کیا یہ سنالرز ہیں اسلام کے۔۔۔؟ دانشوران وقت ہیں جو جانتے بوجھتے ہوئے کہ میرے بعد ایک گلیا تسم کے صاحب کا اشتہار آئے گا اس انتظار کریں گے۔ یہ دانشوران مصر جو ہیں اس ذریعہ گفتگو کو باعث افکار سمجھنے والے یہ علمائے دین جو ہیں انکو کیا میں authority مانوں؟ اور میں کیوں کہ ”بخاری“ نے ان کے کہے پر غلطی کی ہے اور جب حدیثیں واضح ہوں کہ ایک شخص نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں پر اوصاف بجا یک حج کرنا، اگر کیا میں حج کروں تو اسکو ثواب پہنچے گا“ فرمایا ”اگر تیرے باپ پر قرع ہوتا اور تو ادا کر دیتا اس کے مرنے کے بعد تو کیا ادا نہ ہوتا“؟ خواتین و حضرات! مجھے یہ بتائیے کہ یہ احادیث موجود ہیں تو پھر اس مسئلے پر کیوں امتدائی جائے؟ کیوں تقسیم کی جائے؟ اسلئے کہ ایک Semi pseudo intellectual میں بیٹھا ہے اس لیے کہ وہ اپنی خرافات و ذہن سے ایک تاویل ایسی دے رہا ہے۔ ”ایک سکول“ سے اٹھا ہوا ”ایک کودن، ایک غبی، ایک ضدی مولوی ایسی تاویل دے رہا ہے اور کیوں نہ ہو، آگے کسی نہ کسی وقت چند ایک جہلاء تو اس کے ساتھ بھی ہونگے اور وہ پورے دین کو سمیٹ کر اس چھوٹے مسئلے میں قید کرے گا کہ ”یہ حدیث غلط ہے، ہم نہیں مانتے۔ مرد ہلکوئی ثواب نہیں ہوتا۔ مردہ کو کچھ بھی نہیں پہنچتا، مردہ مردہ ہے۔“ اچھا! اگر مردہ مردہ ہے تو دوبارہ کیسے اٹھے گا۔ اگر آپ خیال کرو کہ مردہ اگر مردہ ہے اگر تمہارا رسول ﷺ مردہ ہے تو پھر کا ہے کایمان۔ سلفیاء عقائد کوئی چیز نہیں۔ سلفیاء کو احقانہ عقائد کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ بھلا پوچھو! یہ شیعہ زندہ ہے وہ مردہ ہیں یعنی میں کوشش کرتا ہوں کہ قرآن وحدیث پر دھوکے میں کوشش کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زیادہ سے زیادہ متابعت کروں، مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی وجہ سے ایمان پایا، مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی وجہ سے نفع جہاد پائی، مجھے فخر یہ حاصل ہوا کہ میں نے جہاد کیا اور شہید ہوا۔ میں تو زندہ ہوں اور جس کی وجہ سے زندہ ہوں وہ خود مردہ ہے۔ (ماشاء اللہ تعالیٰ)

”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ ۚ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“

(البقرہ: ۲: ۱۵۴)

(مت کہو! اللہ کی راہ میں مرنے والوں کو کہو کہ وہ مر گئے ہیں۔ یہ تو زندہ ہیں، مگر تمہیں تعالٰیٰ نہیں ہے۔) اور نہ صرف زندہ ہیں ”وَنَحْنُ نُرِزُّهُمْ“ (ہم تو انکو کھانا بھی کھلاتے ہیں، خوراک بھی دیتے ہیں۔) حال صرف ہے آیات قرآن پر کتنی وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی ساتواں شہرہ جو

مجھے رسول اللہ ﷺ کی سلطنت کا وہ زندہ دوا تم و ہا تم ہے مگر اس کا بغیر مر چکا ہے قبر میں سوئے پڑے ہیں۔ اب دعا کرو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ جو مرضی کر لو، اب رسول اللہ ﷺ کو کچھ نہیں تمہارے حال کی۔۔۔

خواتین و حضرات! آیات پر یہ تعریف ایک semi intellectual کا تعریف ہے۔ وہ بات جو ایک عام، رام چلے ہوئے بندے کو سمجھ آتی ہے اس semi intellectual کو سمجھ نہیں آتی۔ چاہو وہ بیکور ہے چاہو وہ مذہبی ہے اسی پر اس نے سکول کفر کر دیا، امت مسلمہ کو تقسیم کر دیا۔ قرآن میں ایک آیت اتر آئی۔ میرا خیال ہے کہ شاید میری طرح آپ کی بھی بڑی نسی ہو اس آیت کی وجہ سے۔۔۔ اللہ نے فرمایا، فقط بھی اللہ کے، انداز بھی اللہ کا۔ تو خدا نے کہا

”زَلُّوا أَنْفَهُمْ اذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ لَزُلُّوا أَنْفَهُمُ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا“ (النساء ۴: ۶۴)

(اگر کسی نے کوئی خطا کی مگر کسی نے زیادتی کی، اپنے نفس پر ظلم کیا، کوئی عداوت نہ کیا۔ تو پھر وہ اگر اللہ سے توبہ کرے اور اسے بغیر اگر تو بھی اس کے لیے توبہ کی دعا کرے تو ہم بخشنے والے ہیں) اب دیکھئے ذرا! عجیب سی بات یہ ہے کہ علماء جو سچ میں ہوتے ہیں، ماسداور پٹیل۔۔۔ میں تو انہیں پٹیل کہوں گا۔ اتنے پٹیل ہیں یہ سچ میں سے گزرنے والے بیش rigid اور پٹیل مام۔ ان کو عام کتبہ ایک ”قوتِ حرام“ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت صرف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ یا اب applicable نہیں ہے۔ اب اگر آپ جاؤ گے، رسول اللہ ﷺ کے پاس اور کہو گے، یا رسول اللہ میرے لیے آپ مغفرت کی دعا فرمائیے۔۔۔ تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اب تو apply ہی نہیں کرنا یہ قانون۔۔۔۔۔

خواتین و حضرات! مجھے یہ بتائیے کہ کیا اس آیت میں یہ تعریف جائز ہوگا۔ کیا میں جو پندرہ سو برس بعد میں آنے والا ہوں، مجھے اپنے رسول اللہ ﷺ کی بخشش میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ میں جس کے بارے میں میرا رسول ﷺ روایا کہ جب حضور ﷺ بیٹھے تھے صحابہ کے ساتھ اور اچانک آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو صحابہ نے فرمایا ”یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے کوئی خطا ہوئی، ہم سے کوئی غلطی ہوئی کہ آپ ﷺ روئے“۔ کہا ”نہیں، میں تو ان مسلمانوں کا سوچ کے رہ رہا ہوں جو تمہارے بہت بعد آئیں گے۔ نہ انہوں نے مجھے دیکھا ہوگا، نہ مجھے سنا ہوگا

مگر وہ تمہاری طرح مجھ پر ایمان لائیں گے۔“ خواتین و حضرات! اگر میں اس قرآن کی آیت پر ایمان نہیں لاتا تو میں نے اپنے رسول ﷺ پر کون سا ایمان لایا؟ اگر میں آج یہ یقین نہیں رکھتا کہ اگر مجھے موقع ملے، میں اپنے رسول ﷺ کے پاس جاؤں، اللہ سے معافی مانگوں اپنے رسول ﷺ کو گواہ کروں کہ اے میرے رسول ﷺ میں حاضر ہوا آپ کی خدمت میں اور آپ ﷺ شہید سے بڑھ کر زندہ ہیں۔ آپ ﷺ اپنی امت کے شہید سے بڑھ کر زندہ ہیں، آپ ﷺ میرے لیے باعثِ رحم و کرم ہیں اور اگر آپ ﷺ بھی میرے لیے دعا کریں تو مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں بخشنے والا ہوں۔

خواتین و حضرات! میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ جس نے اصول میں تحریف کی ہے۔ یہ تمام چھوٹے چھوٹے سکول جنہوں نے امت کو تقسیم کیا ہے، بکیرا بچہ انہوں نے ہم سے ہمارا نام چھین لیا۔ ہمارا نام حضرت خیر بنی نم کے زمانے میں پڑا تھا ”سَفْكَهُ الْمُسْلِمِينَ“ ہم مسلمین تھے ہم، ہمارا نام مسلمان پڑا تھا، ہم مسلمان تھے اور مسلمان ہیں۔ ہمارا نام اس لیے مسلمان پڑا تھا کہ ہم اللہ کو مانتے تھے ہم اسے تسلیم کرتے تھے، ہم اپنے رسول ﷺ کی عزت و احترام و محبت کو مانتے تھے، ہمیں محبت تھا، اپنے رسول ﷺ سے اور میں مکمل تسلیم تھی خدا کے نظام کی، چاہے وہ ہمارے نفس کے خلاف ہمیں حکم دیتا، چاہے وہ اس کے حق میں مبتلا اور ہمارے protective system اور نظام کو تسلیم کرنا۔ یا ایک شعوری فیصلہ تھا۔ یا ایک وقتی فیصلہ نہیں تھا۔ میں نے غورو فکر کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ میں اس نظام کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں مرتد اسکو نہیں مانتا جو پیدا ہو کر پیدا ہوا ہو اور religion change کر لے۔ ارتداد کا مطلب ہی ”ٹوٹ جانا“ ہے۔ اگر ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور عیسائی ہو گیا اور ایک عیسائی، عیسائی کے گھر پیدا ہوا اور مسلمان ہو گیا تو یا انکے اپنے choices ہیں۔ ارتداد اس پر لگے گا کہ جس نے مذہب تبدیل کیا، پھر پلٹا، پھر پلٹا، پھر پلٹا، یہ fifth columnist ہے۔ اس کی مثال قرآن حکیم میں اللہ نے یہود پر دی ہے اور کہا۔ ”اے پیغمبر! یہ اپنا مذہب چھوڑیں گے۔ دن میں تیرے دین میں داخل ہو گئے اور رات سے چھوڑ جائیں گے۔“ بھلا کیوں؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے کسی چیز کو اندر سے دیکھا ہے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے باہر سے دیکھا ہے اور قوم یہود جیسا۔ کیا تو قہاری کوئی نہیں۔ انکا اصول یہ تھا کہ صبح اسلام قبول کرو۔ شام کو کہتے، یا رات میں نے اندر جا کے دیکھا ہے سب بکواس ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ کتنا اعتبار بن جاتا ہے۔ یہ fifth columnist ہیں۔ ان کو مرتد کہا گیا۔ ان کا قتل

واجب ہے کہ جو ایک مکر و فریب اور سازش کے تحت اسلام میں داخل ہوتے تھے اور جان بوجھ کر اسلام کی ترویج و ریاں ڈھونڈتے تھے پھر وہاں سے نکل کر پریسٹنڈ و کرتے تھے کہ ہم اسلام میں داخل تو ہوئے تھے مگر ہم مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ”یارا! ہوئے تھما، پھر جا کے دیکھ لیا جہاں سب بکواس تھا، ہم نے چھوڑ دیا، ہمارا دین اس سے بہتر ہے۔“ یہ لوگ ویب القتل تھے۔

Fifth columnist مسلمان اب بھی ہیں، ہمارے پاس بھی بہت ہیں ایسے ان سے کہہ کر دیکھو کہ کیا اسلام نے کہا ہے۔ ”اوپارا! ہم اسلام کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے اسلام کیا ہے۔ سلام ماننا اسلامی ہے۔ گلے لگ جانا تو بہت زیادہ اسلامی ہے۔“ یہ fifth columnist مسلم ہر جگہ ہیں۔ یہ ”روشن خیال“ کم اور fifth columnist زیادہ ہیں اس کے برعکس ادھر بیکور ہے، ادھر وہ بیٹھا ہوا ہے جو پندرہ کروڑ کے سامنے گواہی دیتا ہے ”لو جی! آج اگر یہ حدود کا بل پاس ہوا تو ہم استغنے دے دیں گے۔“ پتارے پندرہ کروڑ ادھر ہی رہے، انہوں نے آج تک استغنے نہیں دیے۔ اب ذرا جا کے پوچھو! ”اے ملائے حق! تم نے قسم کھائی تھی، ”اَوَلَوْ بِالْعُقُودِ“ اپنے وعدوں کا اعتبار کرو ماپنے وعدوں کی پابندی کرو۔ یہ مسلمان کا فرض ہے اور اے مسلمانو! پندرہ کروڑ لوگوں کو گواہ کر کے تم نے بار بار ایک ہی بات سنائی کہ ہونے تو دو پاس، ہم استغنے دے دیں گے تو استغنیوں کے بعد کسی نے وہل متحدہ کے سربراہ سے پوچھا کہ اب آپ استغنے کب دیں گے تو کہنے لگے ”چھوڑ دو بھی یا! بات ختم بھی کرو۔ چلی گئی ما، ہو گئی بات“۔ خواتین و حضرات! This is what we must avoid.

کسی وقت ایک بات کہی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ ہمارے زمانے میں نفاق اور کفر علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اسلام سے جدا ہیں۔ ایک زمانہ آئے گا کہ دوسری خیمے رہ جائیں گے۔ ایمان اور کفر کا There is no in between conditions that you doesn't believe in God and religion or believe it... جہاں سے پورا پورا یقین ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً“

(اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ)

مولوی اپنے نقطہ نظر کے مطابق آچکے تمام اچھے اسلام سے محروم کر دینے کی فکر میں جہاں تمام عجمیت کا اسلام آپ کو دینا چاہتا ہے مگر خدا ہمیں اپنا ایک طرز؟ کو قبول کما جتو پورا پورا کرو۔

”وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ“

(اور شیطان کی پیروی نہ کرو)

بیچ میں ملاؤ نہیں۔ یہ سننے والے system جو تم لے کے آتے ہو اس کی سرچ اس بچارے اسلام کو نہ لگاؤ۔ ”إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ“ (بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) سب سے بڑی بات جو اللہ نے کہی کہ شیطان رغبت دے گا۔ رغبت دے گا تمہیں کہ میرے مذہب میں کچھ ملاتے رہو اور کچھ نہیں تو روشن خیالی ہی ملا دو۔ اسلام میں کچھ ملاؤ۔ پہلے تاریک خیال ہے، اب اسے روشن خیال بنا دو۔ اس میں کچھ نہ کچھ نہ کچھ نہ کچھ ملاتے رہو۔

خواتین و حضرات! یہ بڑی دیر کی بات ہے۔ بڑی مدتوں میں نے سوچا کہ کیا ملاؤں؟ کہ ہمارا یہ فریب، تاریک اسلام روشن ہو جائے۔ اچھر مولوی اس میں کچھ ملا رہا تھا، اچھر بیگم کو اس میں کچھ ملا رہا تھا۔ اس کے علاوہ عمومی general مسلمان خطا کا رُخ رہے مگر خدا اور رسول ﷺ کو تسلیم کرنے والا ہے۔ اسلام انہی پر زندہ ہے، انہی پر قائم ہے۔ یہ تعریف کرنے والے، آیات الہی کے معنی نہ لے لے ہیں۔ یہ ملا نہیں ہیں۔ There is no such standard۔ کسی کو بھی عالم اسلام مان سکیں۔ ان میں سے ہمارے پاس کوئی standards نہیں۔ کسی ایسی درسگاہ کے تعلیمی سطحوں سے یہ گزرے نہیں ہیں۔ کیا بند کمرے میں بیٹھے بیٹھے ایک School of thought کا ”ٹیز ڈریجک“ اٹھ کے عالم اسلام بن سکتا ہے؟ کیا آپ کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس جانا پسند کریں گے، جو پہلے سے کسی دماغی مرض میں مبتلا ہو، آپکے صحت کی بجائے ہو سکتا جائے جہان کا ٹیکہ لگا دے۔

خواتین و حضرات! اس تقریر سے یہ مراد نہیں تھا؟ مراد یہ تھا کہ آیات الہی پر ہمارا تعریف اتنا بڑھ گیا ہے کہ عصمہ قرآن خطرے میں ہے، اس لیے کہ یہ کم سطحوں کے ہاتھ میں ہے۔ کم سطحوں کے ہاتھ میں یہ اللہ کے حفظ اور کتاب الہی مراحل سے گزر رہے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ کے ہاتھ میں گزرے تھے۔ اسے حفظ کبھی change نہیں ہوگا۔ کتاب کبھی نہیں بدلے گی۔ اس لیے کہ اس کی حفاظت تو اللہ کے ذمے ہے۔

”وَنُحِثُّ نَزْلًا أَلَدُّ كَرَوْنًا لَهُ لَحْفَظُونَ“

(اور ہم نے اس ذکر کا نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

اس لیے۔۔۔ تمام دنیا کے غافل پرست بھی اگر مل جائیں تو قرآن کی کسی آیت کو غفلتاً نقصان نہیں

پہنچا سکتے مگر نہ ملتا، ہاں ۔۔۔ اور تعبیر نہ ہاں ۔۔۔ اور تعارف ان کا ایسا ہے کہ قرآن کے معنی کو بار بار
چل رہا ہے۔

سوال و جواب

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے عذاب قبر پر بات کی تھی۔ اگر عذاب قبر حقیقت ہے تو یوم قیامت کیا ہے؟ کیا یوم قیامت کے بعد عذاب نہیں ہوتا پائیے؟

جواب: خواتین و حضرات! تھوڑی سی آپ کو رحمت گوارا کرنی پڑے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جواب طویل ہو جاتے ہیں مگر پس منظر کے بغیر شاید آپ کو اس بات کی سمجھ نہ آئے کہ حضور گرامی مرتبت ﷺ بغیر خدائی اشارہ اور وحی کے کوئی بات کیا ہی نہیں کرتے تھے۔ ”وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ“ اس وقت جب ایک دفعہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا؟ تو آپ ﷺ نے کہا کہ عذاب قبر نہیں ہے مگر جب ایک یہودیہ نے پوچھا تو حضور ﷺ نے اس پر اللہ سے ایک information چاہی اور یہ بتایا کہ عذاب قبر ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! اس میں basic بات یہ ہے کہ میں حضور ﷺ کے بارے میں آپ کو یہ بات یادوں کہ ان کو اللہ نے ”آئی“ رکھا۔ کسی بھی استاد دیکھنے یا پہلے تسلیم ہوتا ہے ایک اچھے استاد کو ہوا برا لگتا ہے۔ میں بھی ایک استاد ہوں۔ میرے یہ عزیز دوست بھی استاد ہیں اور ان سے یہ پتہ چلے کہ اگر کسی اچھے استاد کا شاگرد کسی دوسرے استاد کے پاس چلا جائے اور پھر اسکی information لے کے اس پہلے استاد کے پاس آئے جو بہتر استاد ہے تو اس استاد کو کتنا غصہ آئے گا کہ میں جو بہتر information دینے والا ہوں، میری بہتر informaton میں یہ فضول قسم کی mixing کیوں ہو رہی ہے تو رسول کرم ﷺ کے بارے میں یہ یاد رکھیے کہ اللہ نے انہیں کسی اور استاد کی طرف سے کوئی reference قبول نہیں کرنے دیئے اس لیے انکو ”آئی“ کہا کیونکہ total references اللہ کی تھیں۔ اللہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے اس معجزہ اور معظم شاگرد میں کسی اور استاد کی mixing شریک ہو۔ یعنی اگر میرے کسی درس کا یا میرے کسی سبق کا کوئی ماخذ ہے تو مجھے علوم ہے اور بنواسرائیل کے پیغمبر درجہ درجہ خاندانی طور پر family wise آپس میں ای طرح نئے ہوئے تھے کہ یہ پیغمبر نہیں سمجھا جائے گا کہ سلیمان نے داؤد سے کچھ لیا اور حضرت یوسف نے حضرت یعقوب سے کچھ لیا کیونکہ ہر مال ایک سلسلہ، حلیم وی تھا، یقین وی تھا مگر جب آپ محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ سوچنا بھی محال ہے کہ اللہ کے سوا کسی نے ان کو حلیم دی اور خدا نے اس پر فخر کیا کہ میرے اس طالب علم کو کسی قسم کی دوسری information کی ضرورت نہیں تھی، سوائے میرے۔۔۔

خواتین و حضرات! اب یہ بات establish ہو جاتی ہے اور وہی اسٹا بمترم ہمیں
 ہر اب قبر سے آگئی دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں انہیں رسول ﷺ کی سچائی پر
 یقین کرنا ہو گا کہ عذاب قبر ہے۔ عذاب قبر کے بارے میں شاید یہ بات ذرا سی پہلے شروع ہوتی
 ہے کہ جب زمین پر وقت گزارنے کے بعد، خدائی تعلیمات کے مقاصد پورے کرنے یا نہ کرنے
 کے بعد جب آپ قبر میں پہنچے گے، قبر، جسکو میں قرنطینہ (quarantine) کہتا ہوں۔ ایک
 galaxy ہے جس کے آگے دو galaxies کھڑی ہیں۔ ایک جہنم ہے، ایک جنت ہے، بے
 پناہ آفاتیں والی جگہ ہے مگر زمین پر رہے کا پورا ایک وہ بند کر رہے جس میں آپ کو گھیر لیا ہے

”مُسْتَقَرٌّ وَمَنْعَةٌ إِلَىٰ جِہَنَّمَ“

یہاں قہورے سے عرصے پہلے آپ کی عقل و معرفت چپک کی جاتی ہے۔ ایک ہی سوال ہے جس
 پہلے بھیجا جاتا ہے، ایک ہی سوال ہے جس کا جواب پوچھا جاتا ہے۔ یہاں سے آپ کو
 instrument دے دیا گیا ہے۔ ذمہ داریاں اللہ نے خود اٹھائیں، رزق اس نے اٹھالیا۔

”وَمَنْعَتٌ دَآئِمَةٌ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَىٰ اللَّهِ رِزْقُهَا وَيُعْلِمُ الْمُسْتَقَرَّ مَا وَمُسْتَوْدَعُهَا“

کہ کہاں جاتا ہے کہاں کھڑا ہوا ہے کہاں بیٹھتا ہے کس profession میں جاتا ہے، کیا کچھ
 کرنا ہے یا نہیں کرنا، اس کی کوئی ذمہ داری آپ کو نہ دی۔ متعدد دہائیوں دینے کے بعد پیدا کرنے
 کے وقت کچھ تر یہ کہتے ہیں آپ کو دیں۔ مرنے کے وقت آپ کو ایک کام اس نے دے دیا۔

”إِنَّا هَلَيْنَا السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكِرًا وَإِنَّمَا كَفُورًا“

(چاہو تو مجھے مانو چاہو تو نہ مانو۔)

جب آپ..... قبر کے دروازے پر پہنچے، اب آپ اس قرنطینہ (quarantine) میں ہیں۔
 جب باہر سے، خلا سے کوئی شخص آتا ہے تو اس کو immediately اندر داخل نہیں ہونے دیتے
 کہ پتہ نہیں کیا! لے آیا ہو، کیا جرثومے ساتھ ہوں، کوئی وائرس نہ پکڑ لایا ہو یا ایک بیکند میں
 ساری دنیا نہ تہہ بالا کروے۔ اس طرح قبر بھی ایک ایسا مقام ہے جہاں آپ دنیا کے جملہ عوارض
 کو چھوڑ کے جاؤ گے مگر ایک بات شاید آپ کو پتہ نہیں جو میں آپ کو بتاتا چاہتا ہوں کہ جب قبر میں
 انسان کو اٹھایا جائے گا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کا کیا حال ہونا چاہئے؟ imagine
 کریں! imagine کرنے سے آپ دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ ایسی تاریکی! ایسی تہائی!
 اتنا خوف! اتنا حق! اس تصور میں مل کے انسان کا دل بول کھاتا ہے مگر یہ جو میں آپ کو بات سنا

رہا ہوں اس کو دیکھئے کہ حدیث رسول ﷺ یہ ہے کہ ”جب قبر میں انسان اٹھایا جاتا ہے تو بالکل تروتازہ اور خوف و ہراس کے بغیر اٹھایا جاتا ہے۔“ خواتین و حضرات! کیوں؟ اس لیے کہ خوف میں کوئی انسان proper statement نہیں دے سکتا۔ کوئی بھی بندہ اس عالم میں جس عالم میں ہم سوچتے ہیں قبر میں جانے کا، اس میں کوئی بندہ proper mind میں رہی نہیں سکتا۔ اگر proper mind میں نہیں رہ سکتا تو اس کا کوئی properly response نہ بنا جائے گا۔ فرض کرو میں اپنی توجہات اور تعلیمات سے کتنا ہی مطمئن ہوں، مجھے کل قبر کا سامنا کرنا پڑے تو جو کچھ میں سوچ رہا ہوں میں رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں ذرہ بھر حواس میں نہیں ہوں کیونکہ میں تنہائی اور خوف کا شکار ہو جاؤں گا۔ مگر حدیث رسول ﷺ ہے کہ پروردگار عالم جب مڑ دے گا اٹھائے گا سوال کیلئے تو اس پر کوئی خوف و ہراس نہیں ہو گا یعنی اس ایک لمحے میں وہ proper ذہن میں ہو گا، proper ہوش میں ہو گا کیونکہ اس نے اپنی بہترین حالت میں ایک سوال کا جواب دینا ہے وہ سوال ہے ”مَنْ زُئِكَ؟“ کہ بر خوردار! تمہیں زندگی دی، موت دی، مال و اسباب دینے، عزت و رسوائی جو تھی دی، مکرم و عزت و منزل سب کچھ دیا۔ دو تیرا کام نہیں تھا مگر تجھے میں نے ایک کام priority کے طور پر سونپا تھا۔ تم نے چھوٹی priorities پر غور کیا جو تمہاری نہیں تھیں مگر جو پوری زندگی کی ایک priority تھی جسے میں نے پوری زندگی کا مقصد قرار دیا تھا اس کیلئے تمہیں دوبارہ رحمت دے رہا ہوں کہ اب جواب دو کہ اس عرصہ حیات میں جو تم نے سوچا، سمجھا غور کیا اس کے مطابق مجھے بتاؤ ”مَنْ زُئِكَ؟“ تمہارا رب کون ہے؟ کس کو تم نے ملا؟ کس کو چاہا؟ یہ فضول سی جو تم نے کوشش زندگی میں کی ہے جو میں نے اپنے لیے تمہیں بخشی تھی تم نے تمام جزوی مقاصد اس میں پورے کیے مگر جو اس اولین مقصد تھا، جو اس عقل کی ترجیح، قول تھی اس کے بارے میں تم نے اے delay کیا، اس کو پیچھے پیچھے رکھا۔ کوئی بات نہیں، آؤ اب مجھے بتاؤ! ”مَنْ زُئِكَ؟“ کون تھا تمہارا رب؟ چلیں اگر اس سوال کے جواب میں تم تھوڑے سے لرز گے، تجھ اگئے یا تمہیں صحیح جواب نہیں آیا تو مجھے یہ بتاؤ کہ ”مَنْ زُئِكَ؟“ اگر ایک بات یاد نہیں آتی تو دوسرے سوال سے یاد کر لیا جائے گا۔ بحسب رسول ﷺ جن کے دلوں میں ہے جو رسول اللہ ﷺ کو چاہتے ہیں، جنہوں نے زندگی میں اپنے رسول ﷺ سے کچھ معاشرانہ تعلق رکھے ہیں، وہ اس طرح جس طرح حضرت عمرؓ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک میں تمہیں جان و مال و اولاد

بلکہ میں تمہارے نفس سے بھی تمہیں زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اگر آپ نے ایسی محبت بھی نہیں کی اپنے رسول ﷺ سے تو آپ ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے تو پروردگار کہے گا کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ اب جھوٹ کہنے کے بعد حدیث یہ کہتی ہے کہ دو دروازے ہیں، دونوں طرف کے دو تماشے ہیں مگر دونوں طرف وہ داخل نہیں ہوا۔ ابھی حساب کتاب کے توازن سے وہ نہیں پرکھا گیا مگر اس کی ابتداء ہو گئی ہے اس کو احساس دیا جائے گا کہ Your way is not to the galaxy of heaven. Your way is to the galaxy of heaven اور اس کے سامنے زمان و مکان کی بندشیں اٹھا دی جائیں گی اور جنت اور دوزخ اس کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ اس پر دوسری حدیث ماقبل ہے کہ کافر یہ دنا کرے گا کہ اے اللہ قیامت کبھی نہ آئے گی کیونکہ جو عذاب وہ جہنمی طور پر اب دیکھ رہا ہے وہ اس سے تو کہیں زیادہ ہے جو اس کو پیش آنے والا ہے۔ اس کو احساس ہے اس تکلیف کا مگر جب وہ یہ سوچے گا کہ میں practically اس کے اندر داخل ہونے والا ہوں تو وہ دنا کرے گا کہ اے مالک و کریم! اے کاش کہ قیامت کبھی نہ آئے اور جو ابھی میرے احساس میں ہے وہ میرے ذہن تک نہ پہنچے اور مسلمان یہ دنا کرے گا کہ اے اللہ! قیامت جلد آئے تاکہ میں اس خوشخبری تک پہنچ سکوں اور پہنچوں جو اس وقت مجھے احساس کے یہ ٹھنڈے جھوٹے جنت سے آ رہے ہیں، جو مجھے feel ہو رہے ہیں کہ یہ میری منزل ہے اے کاش! کہ میں جلد از جلد اس مقام تک پہنچوں۔

خواتین و حضرات! عذاب قبر اس احساس کی شدت ہے جیسے آپ خواب میں ہیں آپ کا بدن ٹھوٹ نہیں ہوا ہوتا تو آپ ہر قسم کی چوٹ کا بہت، گھبراہٹ، زلزلے اور آفات دیکھتے ہو اور اس کا آپ کی psyche پر اسی طرح اثر ہوتا ہے جیسے خواب میں ہو رہا ہوتا ہے، یہ یہ عجوبات ہے کہ جب آپ اٹھتے ہو تو کہیں وہ عذاب نہیں ہوتا، وہ خوف نہیں ہوتا۔ دراصل عذاب قبر اس طرح کا بالکل حقیقی ہے کہ جب کسی عذاب سے پہلے اس کے vision اور اس کے احساس کا عذاب آپ پر ہو مگر قیامت کا دن وہ ہے کہ جب آپ کو وضاحت کی جائے گی کہ یہ عذاب کیوں ہے؟ اور یہ اب کیوں ہے؟ اور جب آپ کی منازل کو practically آپ کو روکا نہ پایا جائے گا۔

سوال: انضال احمد صاحب نے سوال پوچھا ہے کہ بلاشبہ عنوان ”تعارف فی الاصول الدین“ بہت اہم ہے۔ کیا سالانہ اجلاس میں ایک تعلیمی سیمینار دے دینا ملت کی اصلاح و فلاح پہلے کافی ہے یا اس پر مسلسل اور تحریر کی راستے کی ضرورت ہے اور مستقیم جدوجہد ضروری ہے؟ دوسرا سوال ساتھ ہی

انہوں نے یہ کیا ہے کہ ہمارے اکابرین میں مولانا محمود حسین، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد الیاس اور ایک دو اور نام لکھے ہیں جنہوں نے دین کی اشاعت کیلئے بیش بہا کام کیا۔ اس دور میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، ڈاکٹر ذاکر نائیک، جسٹس قاضی عثمانی اور دیگر علمائے حق دین کی ترویج کیلئے کام کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ برصغیر کے علماء نے دین کو تخریق کر دیا ہے تفرقے میں ڈال دیا ہے، وضاحت فرمادیں۔

جواب: اگر آپ اسکا نام دوبارہ ارشاد کریں۔۔۔ مجھے علامہ ”ذاکرنائیک“ کا نام یاد رہ گیا ہے۔ پچھلے دنوں ایک بچے نے ان سے پوچھا کہ کارٹون دیکھنے کیسے ہیں؟ یہ مکی ماؤس والے۔۔۔ انہوں نے کہا ”نہیں، نہیں، یہ بہت ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ اسلامی کارٹون دیکھا کرو۔ مجھے نہیں سمجھ آئی کہ ان کی مراد کیا تھی؟

خواتین و حضرات! یہ میری گواہی ہے جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا کہ ایک بچے کو یہ بات کہنی بلکہ اگر میرے بس میں ہو تو میں ”مام اینڈ جی“ کے کارٹون ضرور بچوں کو دکھاؤں۔ آپ میں سے جن بڑوں نے، چھوٹوں نے اگر دیکھے ہوں۔ بسا اوقات visual aspects میں ایک اصول نمایاں ہوتا ہے۔ ”مام اینڈ جی“ میں ایک اصول بڑا نمایاں ہے ایک مجبور شخص ساچو با، ایک بڑی فارغانہ ملی کے خلاف جدوجہد کر رہا ہوتا ہے اور جہاں تک دیکھا گیا ہے بچے کی تو تحاشا سچو ہے سے وابستہ ہوتی ہیں، وہ اپنی اصلی پیدائش سے اس کو اپنے جیسا سمجھتا ہے۔۔۔ جیسے میں مجبور و محکوم، میں کمزور سا بچہ ہوں۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ علامہ کی نظر میں یہ غلط ہوں مگر ان کو اپنے بچے سے پوچھنا چاہیے کہ ”جی“ اگر وہ بچہ ہوتا ہے تو یا ملی کی جگہ وہ خود تو نہیں ہوتے؟ یا ایک بڑا مشکل امر ہے مگر اگر آپ آخری فیصلہ دیکھو گے تو جب وہ چوبیس ملی پر غالب آ رہا ہوتا ہے تو بچوں کو کتنی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے کرم سے ایک مجبور و محکوم نے غلبہ حاصل کر لیا بالکل اسی طرح جیسے آج کے پاکستانی لوگ ”چوبیس“ کی طرح دیکھ ہوئے سوچ رہے ہیں کہ کب وہ ایک ”فاسق و فاجر ملی“ پر غالب آئیں گے۔

خواتین و حضرات! کچھ لوگوں کے یہاں ذکر ہوئے ہیں اور سب سے پہلے جیل پر مجھے بڑا اعتراض ہے۔۔۔ ”ہمارے اکابرین“۔۔۔ اس پر مجھے بڑا اعتراض ہے، اکابرین کون ہوتے ہیں؟ بڑی کبر پائی والے، بہت بڑے۔۔۔ پتہ نہیں یہ عمر کے لحاظ سے بڑا سمجھا گیا ہے یا تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے بڑا سمجھا گیا ہے؟ کس لحاظ سے ان کو اکابرین کہا جا رہا ہے بلکہ اگر کوئی پڑھا

کے شخص یہ بیٹھا استعمال کرے "اکابرین" تو ایک چنی تواریف سامنا ہے "مکبر" تو صرف اللہ ہی ہے۔ کیا کوئی اللہ سے چھوٹے چھوٹے "لات و منات" کی طرح اکابرین اور بھی موجود ہیں؟ اگر اس کی جگہ آپ یہ جملہ استعمال کریں کہ جی ایتارے ابل علم، ایتارے دانشور، ایتارے مذہبی۔ سارے تو پھر بھی یہ جملے ذرا قابل قبول ہوتے ہیں۔ ان میں "مولانا محمود حسین" کا نام لیا گیا ہے۔ آپ جو یہاں تقریباً ایک ہزار لوگ موجود ہیں، تو کتنے لوگوں نے "مولانا محمود حسین" سے استفادہ کیا ہوا ہے۔ پانچ سو سے زیادہ نہیں تھیں گے۔ اگر میں کہوں "مولانا ابوالکلام آزاد"۔ تو مولانا ابوالکلام آزاد کو آج تک کسی نے اچھا نام نہیں سمجھا۔ دوسرا یہ کہ اس نام نے سب سے پہلے جو کر شرع وایا (معاف کیجئے گا) شاید انکی حادث کے بارے میں سارا ہندوستان جانتا ہے مگر مسلمان بڑا کم جانتے ہیں۔ ان کی روایات تاریخی طور پر اتنی ناقص ہیں کہ مجبوراً قائد اعظم جیسے سادے سے بندے کو کہنا پڑا کہ He is a show boy of Congress اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ مسلمان نام ہے۔ سارے جگہ مجبوراً یہ کہا کہ He is a show boy of Congress کہ اس کا سارے کا سارا دین Nationalism کو جاتا ہے۔

Nationalism وہ آفت ہے خواتین و حضرات! جس نے ایک پورے سو سال کیلئے مسلمانوں کی تعلیمات کا زرخ بدل دیا اور بڑے بڑے علمائے دانش جو ہیں وہ nationalist ہو گئے اور حتیٰ کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ دین کی بجائے تہیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اس وقت کا nationalist مسلمان نام چاہے وہ دیوبند کا تھا، چاہے وہ بریلی کا تھا، جس نے امت کا زرخ بدلنے کی کوشش کی ہے اور سب سے پہلے برصغیر میں major diversion نہیں کم ذہن علماء کی وجہ سے آئی ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول کے علم کو تو مختلف گروہی قروں میں تقسیم کر دیا، اور جب جماع کا معاملہ آیا تو انہوں نے ٹکلی، اجماع، اور اجماع امت کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہ یاد رکھئے گا کہ اصول دین میں کتنا بڑا احمد۔ اجماع کا ہے اور جو اجماع کے خلاف ہے اچھا مسلمان تو بڑی دور کی بات اگر ان کو مسلمان ہونے کی رعایت دے دے بھی دی جائے تو بھی ان کو کبھی اچھا مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

جب پاکستان بن رہا تھا تو سب کمزور مسلمان اپنے جیسے ایک کمزور لیڈر مگر بڑے حوصلہ مند لیڈر، بڑے غیرت مند لیڈر بنے، اصول لیڈر کے پیچھے تھے تو تمام علماء، بجز چند ایک لوگوں کے اس وقت اجماع کے خلاف فیصلہ دے رہے تھے کہ پاکستان کا بننا صحیح نہیں ہے اور خواتین و

حضرات! اللہ نے اجماع کے فیصلے کو برکت دی تو آپ کو کونسا standard چاہیے یہ جاننے کیلئے کہ یہ علماء صحیح تھے یا غلط تھے۔ اجماع کا فیصلہ اللہ نے قبول کیا اور اتنے سارے مسلمانوں کی، مکرور اور نامکار مسلمانوں کی توقع کے مطابق آپ کو سلطنتِ خدا داد و پاستانِ عطاء کی، پھر ان علماء کو آپ کیا کریڈٹ دیتے ہیں جنہوں نے خدا کے بندوں کے اجماع کے خلاف فیصلہ دے کر اپنے لیے کوئی اسلامی اور مذہبی سند حاصل کی۔ یہ آپکو خود سوچنا پڑے گا۔ باقی ایک بات آپ نے کہی کہ کیا یہ پھر ضروری ہے؟ کیا حکیم ضروری ہے تو خواتین و حضرات! آخری بات کہ ”مہاتما بدھ“ ہوا اچھا مسلمان تھا۔ ہر بخیر زمانہ قدیم کا مجھے بخیر ہی لگتا ہے۔ آپ اس کے بتوں کو نہ دیکھئے! مہاتما نے کوئی بت نہیں بنایا۔ یہ اس بد بخت اشوک اعظم نے ایک اٹھتے ہوئے، بڑے صاف سترے مذہب پر یہ ظلم کیا کہ ”مہاتما“ مرنے کی بجائے ”ہتھان“ کی بنیاد رکھی اور اس کے بت بنانے شروع کر دیئے۔ یہ بد حاکم تصور نہیں تھا۔ بد حاکم نے اتنی احتیاط سے کام لیا کہ جانتے بوجھے ہوئے خدا کا نام صرف اس لیے نہیں لیا کہ In a dictionary of gods and goddesses which was in current in those times کے اس سبب میں جو ہندوؤں نے تراش رکھے تھے بد حاکم بھی دیوتا کا نام لیتا تو اس نے خود ایک بت کی طرح ہو جاتا تھا۔ اس ڈر کے مارے مہاتما نے خدا کا نام تک نہیں لیا بلکہ خدا کو ملا جلی پچھون دے دی اور اس کا نام ”زروانا“ رکھا، وہ اتنا خوف زدہ تھا۔ تو خواتین و حضرات! میں مہاتما تو نہیں ہوں But as a teacher I am very much afraid of all organizations leads to bifurcation of religion کی بات تو آپ کی خدمت میں بروقت حاضر ہوں، اکیلا اور مجبور ہوں اور میری اس کوتاہی کو نظر انداز کر دینا آپ پر فرض بھی ہے۔

سوال: مرقان صاحب نے پوچھا ہے کہ آپ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ایک مخصوص طریقے سے ایک تسبیح پھٹی ہوئی جیسا کہ کوئی مطلب ہے یا اتفاقاً ہے۔
جواب: (مسکراتے ہوئے) اسی پر فرق نہ بن جائے کوئی... خواتین و حضرات! تسبیح پڑھتے ہوئے اس کے بعد جس سائز کی یہ تسبیح ہے اس کو صرف دو بل پڑتے ہیں، تیسرا پڑنا نہیں ہے تیسرا انگلی میں چاا جاتا ہے، یہ سہولت ہے، اس لیے چھوٹی تسبیح ہو تو ایک بل پڑتا ہے۔ جس سائز کی میرے پاس تسبیح ہوتی ہے اس میں دو بل یہاں پڑتے ہیں اور ایک ادھر۔ آپ دیکھئے! یہ تیسرا نہیں

پڑا سکا ورنہ میں تینوں ڈال لیا اس لیے یہ اگر سٹائل بن گیا تو Today, it is a time of style and fashion تو یہ تیج میں فیشن سمجھوں گا۔

سوال: مرد کو پارٹنر کی اجازت ہے مگر کب اور کن حالات میں اس پر آپ روشنی ڈالے کیونکہ بہت سے مرد یہاں سے خوش اور خواتین پریشان بنائیں گی۔

جواب: بڑا مناسب سوال ہے مگر یہ ایک حیران کن بات ہے جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں، یہ ایک بڑا فرق ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ average secular woman marries more than one or two husbands اٹھائیں اس میں بھی نظر آئے گا ہمارے اس ملک average سیکولر عورتوں کے husbands کی تعداد دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ہر سیکولر عورت ایک سے زیادہ پارٹنر کرتی ہے۔ اب اگر average پاکستانی مرد کو دیکھا جائے۔۔۔ average سے یہاں میری مراد 80% ہے۔ مردوں سے جب میں سوال پوچھتا ہوں! ”پیارے دوسری شادی نہیں کرتی؟“ وہ کہتے ہیں ”یار! ایک ہی بڑی ہے۔“ بات یہ ہے کہ جہاں تو ایک سوسائٹی society ہو، بہت سارا سکون ہو، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو وہاں شاید اتنا سکون اور طمانیت مل جاتی ہے کہ بچے پچائے ہوئے مرد جو جین و آگے بڑھ کر اپنی بیویوں سے درخواست کر لیں کہ جی ابھی ہم چاہتے ہیں کوئی دوسرا نکاح کرنا یا نہ کرنا اور شاید بیویاں انہیں اجازت بھی دے دیں مگر problem یہ ہے کہ یہاں average جو ہے پچاس ساٹھ تک میں نے کسی مرد کو اتنا صحت مند دیکھا ہی نہیں، اتنا مطمئن نہیں دیکھا، وہ بچا رہ تو اپنی normal one woman one man سے قاصر ہوتے ہیں چہ جائیکہ وہ دوسری شادی کا سوچیں اس لیے میرا نہیں خیال کہ باوجود اس حکم کے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لوگ فائدہ اٹھائیں۔۔۔ ہر مرد کو اپنی استطاعت کے مطابق سو فیصد پانچ چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بد قسمتی سے جو قانون ہمارے ملک میں لاگو ہے بیوی سے اجازت لینے کا۔ اصل میں ایک نہایت اور ایک ہر مردی جو عورت سے کی جاتی ہے وہ بعد میں بڑی سنگرانہ بنتی ہے۔ پتہ نہیں اس وقت چند ایک شاید ماڈرن خواتین اسے اچھا کام سمجھتی ہوں مگر میں آپ کو وضاحت کروں کہ Europe اور America میں خواتین کے حق میں جتنے بل پاس ہوئے جن کی بنا پر ہماری خواتین زور لگا رہی ہیں اس کا net result یہ نکلا ہے کہ There is

فرض کیجئے کہ ایک مرد کو ہر تیسیم کا حکم ہے تو fifty fifty دو عورتوں کا ہونا مگر 30% وہ بھی ہونا جو اس کے پہلے بچوں کا حق ہے تو پھر اگر 20% پر کوئی عورت آتی ہے تو آ جائے۔ مگر اس عورت کو جو پہلے سے موجود ہے پورا تحفظ تو حاصل ہونا۔۔۔ سچ میں پھر ایک صرف emotional کیفیت رہ جاتی اور میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب یہ کام ہو چکا ہے زبردستی۔۔۔ تو اکثر خواتین نے مجھے کہا ہے کہ ”پلو مٹا ہے مرے، جو مرضی کرے، وہاں آ آ دی

ہے شادی کر لی تو کرے مگر ہمارا حق تو چراوا کرے۔“

اب یہاں اگر آپ قوانین کو ایک نگر دیکھیں تو جو بھی خدا کے system کے خلاف تحفکات کیے جائیں گے یا جو بھی man made اصول بنے گا، اسکو ایک long range میں دیکھنا چاہیے کہ Is it replacing the law of God? کیا جو اللہ نے قانون بنائے ہیں انکو properly replace کیا جا رہا ہے یا نہیں کیا جا رہا۔ میں نہیں کہتا،

Honestly may be I am muslim may be beleive in God, may be not مگر ایک بات آپ کو بتا دوں کہ اگر خدا کے قانون کے مقابلے میں Europe! America! China! کسی کا بھی قانون بہتر نکلتا ہے۔ Over two or three decades میں خوشی سے قول کروں گا۔ میں اللہ کو کہوں گا کہ تجھے ذرا کم علم تھا، جیسے آج کل کے Intellectual سوچتے ہیں کہ دیکھو! آدمی کو کتنا بہتر علم تھا۔ اس نے تیری صورت حال ٹھیک کر دی، ہم معذرت خواہ ہیں پروردگار! تیری دی ہوئی عقل سے انسان نے ایسے اچھے قوانین بنائے۔ مگر مجھے ایک بات بتائیے! ایک قانون Europe، America نے بنایا Capital punishment نہیں دی۔ نہ دو بھی! یہ بڑی ظالمانہ ہے۔ پندرہویں کے بعد میرا جو لپائی نے دوبارہ نیویارک میں Capital punishment لگا دی اور کیوں لگا دی بھی اس لئے کہ اتنی آزادی مجرموں کو نہیں دی جاسکتی، اتنی آسائش نہیں دی جاسکتی۔

خواتین و حضرات! اگر انکا بنایا ہوا قانون ایک لمبے عرصے پہلے خدا کے قانون کو replace کر لے تو ٹھیک ہے ہم بھی اسے مان لیں گے۔ میں سعودی عرب کو بڑا مسلمان ملک نہیں سمجھتا، وہ بھی اپنے جابلانہ interpretations پر قائم ہے مگر ایک بات تو ہے کہ اگر ساری دنیا میں جرائم کی اوسط نکال دی جائے تو جو ایک nominal Islamic system وہاں قائم ہے اس کی average of crime ساری دنیا سے کم ہے۔ If you want the replacement they give us a better law اپنے گھر آرام سے بیٹھو اور ہمیں ہمارے قوانین استعمال کرنے دو۔۔۔۔۔ اللہ کے تمام قوانین compensation پہلے ہیں، deterrent پہلے نہیں ہیں۔ اگر ایک چور کا ہاتھ کاٹا جائے تو compensation does not like law یہ یاد رکھئے کہ اللہ کا قانون، قانون

سازوں کی نہیں سنتا، ایک آدمی جس کی دونیں کا چیز ایک چور لوٹ کر لے جاتا ہے اگر آپ نے compensation پوچھنی ہے تو ان لوگوں سے جا کے پوچھو کہ آپ کیا سزا دیتے ہو چور کو..... اگر قوانین کا مطلب یہ ہے کہ پوری پوری compensation سائل کو ملے، اس شخص کو ملے جس کا نقصان ہوا ہے تو جا کے ان سے پوچھو کہ کیا سزا تجویز کرتے ہو اس چور پہلے... کیا خیال ہے وہ کیا کہیں گے؟ وہ کہیں گے کہ اس کو جان سے مار دو، اس کو قتل کر دو کہ اس نے بچیس برس کی بیماری صحت بربادی ہے۔ اس نے ہماری ایک ایک کوڑی لوٹ لی ہے۔ خواتین حضرات! ان کے emotions کو دیکھتے ہوئے اللہ نے بہت کم سزا دی ہے چور کو کہ چلو اگر ان کی compensation پوری نہ کی تو کسی اور کا گھر اسی طرح یہ برباد نہ کر سکے تو ہاتھ کاٹ ڈالنا، اس کو کسی اور چوری پہلے مائل کر دینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کم سے کم سزا ہے جو اس کو ایک psychological punishment ہے۔ مگر جس کے خلاف جرم ہوا ہے اس سے پوچھو گے تو وہ اس سزا پر کبھی راضی نہیں ہوتے، وہ تو چاہتے ہیں He should be murdered, killed, dastroyed کیونکہ انکی compensation معمولی کام سے نہیں پوری ہوتی۔ Europe اس میں کیا کر لے گا؟ مجھے پتہ ہے، میں America دیکھ کر آیا ہوں۔ چوری ہو جائے، ٹھہرتے جاتے تو پولیس کہتی ہے ”یار! یہ واپس تو آئے گا نہیں، قسطیں وغیرہ دے کر نیا لے لو۔ کیا چور کے پیچھے مارے مارے بھرو گے؟ دفع کرو اے“۔ اسلام کے قوانین compensatory ہیں۔ یہ انسانیت کا قانون ہے اس لیے خدا کے قانون کو neglect کرنے والے اسی طرح معاشرے میں خوف و ہراس کا شکار ہوتے ہیں۔ پاکستان کو مثال دیتا ہوں۔

سوال: اگر آپ نے دین اسلام کو نام کیا ہو تو ہمیں سب سے پہلے کیا کہنا ہو گا؟ اور اس کے علاوہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان پہلے ہمیں کیا کہنا ہو گا؟ اس کے بارے میں کوئی جواز پیش کریں۔

جواب: آپ نے کیوں دین اسلام نام کرنا ہے؟ دیکھو جی! ایک وقت ہوتا ہے تبلیغ کا، ایک وقت ہوتا ہے اپنے آپ کو تبلیغ کرنے کا..... بخدا میں انجینئر میں تھا تو ایک anthropologist سے آئے، دو پار گھنٹے ملاقات بھی ہوئی تو اچھے ہوئے مجھے کہنے لگے Should I convert? تو میں نے کہا: ”بابا! کیوں؟ کس لئے؟“ کہنے لگے ”پروفیسر

صاحب میں بڑا متاثر ہوا ہوں never expected | کچھونے سے ایک شہر کے ایک پروفیسر تو آپ کہلاتے ہیں But I don't expected this میں anthropology پر ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے کہا ”دیکھو پروفیسر! نہ مجھے شوق بے خبر میں دینے کا کہ میں نے انجینئر میں پانچ ہزار مسلمان کیے، نہ مجھے خدا سے اس بات کا انعام لیا ہے کہ ایک احسن کو میں نے اپنی باتوں میں بیوقوف بنالیا ہے نہ مجھے اس قسم کی کوئی publicity چاہیے۔ میں نے ایک کام کیا ہے کہ ٹو پڑھا لکھا آدمی ہے، تجھے میں نے ایک اور angle سے تھوڑی سی information دی جا کر تجھے صحیح لگتی ہے تو جا! غر بجا! سوچ! تیرے اسلام کی ذمہ داری مجھ پر نہیں، تجھ پر ہے غور کر جا کے! تو misinformation میں نے کوشش کی ہے کیونکہ تو نے مجھ سے dreams پر سوال کیا ہے۔“ سوال وہ یہ لایا تھا کہ ”ملا عمر“ کی dream اور وہ شمس گویاں پر مبنی ہیں کہ فتح ہوئی مگر ہوا کچھ نہیں تو dreams میں تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جس کو نظر آئیں وہ حقیقتاً نظر آتے ہیں تو پھر یہ dream کیسے غلط ہو گئی۔ آپ کو پتہ ہے کہ اشارہ وہ یہ کر رہا تھا کہ آپ کے پیغمبر کی یہ روایت بھی غلط جاوے اور وہ بھی خواب میں آ کر کچھ بتائیں تو غلط ہوگا تو میں نے کہا ”پروفیسر صاحب! یہ تمہیں کس نے کہہ دیا کہ ملا عمر کے dreams صحیح ہیں۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ چاہے وہ خواب میں ہوں یا حیات میں ہوں، جب رسول اللہ ﷺ بات کریں گے تو وہ حدیث ہو جائے گی، جب وہ حدیث ہو گئی تو اس پر روایت اور درایت کے قوانین لاگو ہو جائیں گے، پھر میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ شخص کتنا سچا ہے، کتنا جھوٹا ہے، اس شخص کے مفاد کیا ہیں، اس کی personality کیا ہے یہ شیزوفرینک تو نہیں ہے؟ یہ لوگوں کو قائل کرنے کیلئے تو نہیں خواب بنا رہا؟ اس standard پر جاؤ تو ملا عمر جھوٹا نکلے گا، ہمارے Prophet پر کوئی شبہ نہیں آتی۔“ وہ ایک کتاب چھاپ رہے تھے America سے چھپ گئی ہے۔ most probably شاید ہمارے نئے intellectuals کے ہاتھ چڑھ جائے تو کل کو یہ بھی ایک subject بن جائے۔

تو خواتین و حضرات! مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام کی تبلیغ اس وقت کرنی ہے۔ اگر کرنی بھی ہے تو میں آپ کو حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول بتا دیتا ہوں۔ ”ایک شخص انکے پاس آیا اور کہا ”ابن عباس! مجھے تبلیغ کا بڑا شوق ہے“ تو فرمایا ”تجھے قرآن آتا ہے؟“ کہنے لگا ”ہاں!“ پڑھا ہوا ہے مگر پڑھا ہوا ہے تھوڑا سا ترجمہ بھی جانتا ہوں۔“ ”حدیث آتی ہے؟“ کہا ”

ابن عباسؓ تھوڑی سی تو آتی ہے۔“ کہا فقہ آتا ہے؟“ کہا ”عباسؓ فقہ کے دو چار مسائل تو آتے ہیں۔“ جب انہوں نے کافی سوالات سیرت پر اور مغازی پر کیے اور جواب میں وہی ”مائیں مائیں“ نکلے۔ وہی چار مسائل تو ابن عباسؓ نے کہا ”دفع ہو جا میں تجھے کوڑے مار مار کر تیرا سر چلپا کر دوں گا۔ جا اپنے گھر بیٹھ۔۔۔ اگر شوق ہے تو کچھ پڑھا اور اس کے بعد بھی نہ نکل۔۔۔!“

خواتین و حضرات! تبلیغ کے تو قوانین ہی اللہ نے مختلف دیئے ہیں

”وَادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ“

پہلی بات یہ ہے کہ علم و حکمت سے خدا کی طرف بلا۔۔۔ پھر خانی یہ نہیں تیرا بچہ اور کلام بھی اللہ کے مطابق ہونا چاہیے اور تیرے لہجے میں بھی غصہ نہ ہوئی چاہیے اور اگر یہ بھی ساتھ شامل ہو جائے تو ایک اور کام بھی ہونا چاہیے ”وَجَاذِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ خوبصورت بات، اعلیٰ علم اور بحث کا سلیقہ۔۔۔ خواتین و حضرات! آپ کے پاس ایسی شہادتیں تو بڑی ہو گئی کہ نہ مثل و صورت اچھی، نہ انداز عالمانہ، شکوایہ جیسے بھلیا خانہ اور بحث میں پڑے تو کہتے ہیں نہیں بابا! ہم چلے، ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے، مسجد میں چلے جاؤ، وہاں عالم بیٹھا ہے۔ پڑھنا، تبلیغ ہے یا؟ یہ مہین ہیں؟ اور پھر سب سے بڑھ کر خواتین و حضرات! مبلغ تو سب سے پہلے دو چیزوں سے جانا جاتا ہے امانت اور صداقت سے، کون محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتبار کرتا؟ کون کہتا کہ محمد ﷺ سچے ہیں؟ کون کہتا ہے کہ امانت دار ہیں اگر چالیس برس نہیں لوگوں میں نہ رہے ہو تے؟ کیا یہ شرط نہیں بنتی تبلیغ کی؟ کہ تبلیغ وہ کرے جسکو لوگ اچھی طرح جانتے ہوں، کم از کم اس کا شہر تو کوئی دے سکے اور مرد کے لوگ تو کوئی دیں کہ اس عالم محترم نے کسی کا مال نہیں غصب کیا، یہ سودے کا چھابہ اس کا حال مناسب ہے یہ مہذب و پیمان نہیں تو زمانہ، اللہ کا ٹھیک بندہ ہے۔ یہ امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ خواتین و حضرات! پہلے چند ایک دنیاوی و صاف ساتھ لے کے جائے گا تو لوگ کہیں گے کہ جو یہ کہہ رہا ہے بھلا! ٹھیک ہے۔ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ امانت، دیانت اور صداقت جو ہے یہ تبلیغ کی physical شرط ہے اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ وہ علم کیا دیتا ہے اور کیا نہیں دیتا۔

مجھے یہ بتائیں کہ اگر چار سہ دس کوئی ٹھوس آپ کے پاس آ جائے جو تبلیغ شروع کر دے تو آپ کو پہلے یہ شک نہیں ہو گا کہ اسی بیانے کوئی جیب تراش نہ آ نکلا ہو۔ I am not insulting them but I am asking you a question

قائدہ کہ جس کی حیثیت اور ٹیبلے کے بارے میں ہزاروں شبہات آپ کے ذہن میں جنم لیں کہ یہ genuine انسان ہے بھی کہ نہیں کہ یہ واقعی مبلغ ہے بھی یا نہیں۔ تبلیغ کے بہانے ہی تو پورے گروہوں میں گھسے ہیں، ہزاروں حادثات ان لوگوں کے بہانے ہوتے ہیں، جو بڑی بزرگ صورت میں ہوتے ہیں۔ معزز و خوبصورت خواتین آتی ہیں، گلے میں منگے ڈالے ہوئے، تہنیاں ہاتھ میں لئے ہوئے، انہی کے بہانے واراتیں ہوتی ہیں۔ آپ کبھی اخبار اٹھا کے دیکھتے ہو کہ What is the problem with tableegh? کیا مسئلہ ہے؟ تبلیغ کس کا حق ہے؟ تبلیغ اسی کا حق ہے کم از کم جس پہلے آپ یہ سمجھیں کہ یہ ہم سے بہتر تعلیم یافتہ ہے یا یہ ہماری ٹیچیاں سلجھا دے گا یا یہ ہمارے سوال کی تکلی کو دور کرے گا یا کم از کم رائے مسلط نہیں کرے گا مگر ہمیں سوچنے کا موقع تو دے گا۔ ایک نئی روشنی تو دے گا، ہمارے ذہن کے کچھ تاریک گوشے کھول تو دے گا۔

عجیب سی بات ہے، میرے پاس ایک گروہ تبلیغ ماما ماٹھا آ گیا تو آدھے گھنٹے کے بعد گھر میں سے کوئی پندرہ احادیث سنائیں تو میں نے کہا ”پلو جوا آپ مجھے ایک حدیث سنا دیں۔“ کہنے لگے: ”وہ بات یہ ہے کہ ماما ماٹھا آپ نے بڑی اچھی بات کی، ہم بڑے حائر ہوئے، اب آپ ہمارے امیر کے ساتھ اگر چلے تین دن کا لائیں تو آپ کاظم اور بڑھ جائے گا۔“ میں نے ان پریشان ہوں کہ پتہ نہیں یہ پتلے میں کون سا ظلم ہے کہ تین دن کے پتلے میں نہیں اس سے بہتر عالم ہو جاؤں گا مگر میں نے ان سے کچھ کہا نہیں۔ میں نے کہا ”جتنے معذہ ہو، بس اتنی ہی تعلیم بہتر ہے۔“

سوال: یہ سوال ایک بچے نے پوچھا ہے کہ میری ماں کہتی ہیں کہ جو کرتا بجا اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں نے ایک گلاس پکڑ کر اپنے قریب کیا تو کیا یہ کام اللہ نے کیا ہے فرمائے گی؟ ”ہاں“ تو میں نے انہیں کہا کہ آج کے بعد میں کبھی شکایت نہیں کروں گا کیونکہ جو کرتا بجا اللہ کرتا ہے۔

دوسرا سوال اسی حوالے سے یہ ہے کہ لوگوں میں تاثر ہے کہ بھوک، پریشانی، تنگ دستی، بچیوں کا رشتہ نہ ہو سب کچھ خدا کی وجہ سے ہے کیونکہ خدا کی مرضی کے بغیر تو تنکا بھی نہیں بلتا۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: دونوں سوالوں کی نوعیت تو ایک ہے مگر مجھے نہیں پتہ کہ پچھو بات سمجھے گا کہ نہیں کیونکہ یہ جبر و قدر کے مسائل ہیں۔ انکی ماں نے اس کو بالکل ٹھیک جواب دیا مگر مجھے یہ نہیں پتہ کہ اس کی

ماں کو یہ یقین ہے کہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر بچہ تعلیم میں کچھ کم رہ گیا، مل لپاس رہ گیا تو ماں اسے روز پھر کیوں جو تیاں مارے؟ کٹو پڑھتا نہیں ہے۔ ایک western نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی، ماں باپ کے بارے میں اس نے کہا کہ دیکھو برچہ میں ہم مقدر کو مانتے ہیں مگر ماں باپ بچوں کے بارے میں کیوں نہیں مانتے کہ اس کے نصیب میں اتنی ہی تعلیم تھی، اس سے آگے نہیں پڑھ سکتا تو خواہ مخواہ اسکو کیوں پڑھاتے مار رہے ہو؟ کیوں مزادے رہے ہو؟ کیوں اس پر بوجھ لا رہے ہو؟ تو مقدر کو ماننا آسان نہیں ہوتا۔ بات ماں نے بالکل سچی کہی کیونکہ خدا وہ کریم کا ارشاد ہے:

”مَا مِنْ ذَاتِئَةٍ إِلَّا هُوَ اخذُهَا بِنَاصِيَتِهَا“

(ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے میں نے اس کے ماتھے سے نہیں تمام رکھا)

اور ثنائین و حضرات! ماتما fore brain ہے جس سے احکامات issue ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ میں نے fore brain پر ایک ریموٹ کنٹرول رکھا ہوا ہے۔ اس بچے کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ اس نے گلاس کو پکڑا مگر اللہ تعالیٰ نے اگر اس کے مقدر میں کچھ اور رکھا ہے تو وہی گلاس ٹوٹ کر اسے زخمی کر سکتا ہے کیونکہ اس کے fore brain کا وہ کنٹرول جو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ معمولی سے معمولی باؤرنٹک چتا ہے۔ ایک چوٹی جو آپکے پاؤں پر کانے گی یا ایک بچہ جو ڈنک مارے گا، ایک سانپ کانے گا، کسی کو مارا اس کی فطرت نہیں ہے۔ تمام جانداروں کی جو اقسام دنیا میں ہیں یہ تختکات کا شکار ہیں اور اپنی جان کی حفاظت کی ذمہ دار ہیں کسی کو مارنے کی نہیں ہیں مگر جب اللہ حکم کرے گا تو ایسے حادثات و حادثات پیدا ہو گئے۔ کونسا ایسا ڈراما رہے جو حادثہ کرنا چاہتا ہے؟ کیا اس کے باوجود حادثے نہیں ہوتے؟ تو اس کی وجہ وہی حکم ہے جو پروردگار نام کا ہے کہ ”مَا مِنْ ذَاتِئَةٍ إِلَّا هُوَ اخذُهَا بِنَاصِيَتِهَا“ (ہم نے ہر ایک کو اس کے ماتھے سے تمام رکھا ہے) یہ بڑا ضروری ہے۔

اللہ کا ایک ریموٹ کنٹرول تمام حیات پر جاری و ساری ہے کیونکہ اس نے کام، exit اور entries کنٹرول کرتی ہیں، اس نے movements کنٹرول کرتی ہیں۔ اس کا آپ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی بجا اور مجھے آج تک جبر و قدر پر اس سے نیا دہ خوبصورت جواب کہیں سے نہیں ملا، جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فرمایا ”تم جو کچھ چاہتے ہو کر دگر اسکی بنیادی وجہ یہ ہوگی کہ جو کچھ اللہ تم سے کرنا چاہے گا اس کے مطابق

تمہیں فعالیت اور ارادہ دے دے گا۔ تم وہی کرو گے جو اللہ چاہتا ہے، کیونکہ اس نے آپ کو ایک جاب تک پہنچایا ہے۔ آپ سات جاپوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو لیکن اس نے آپ کو ایک تک پہنچایا ہے۔ ان تمام efforts سے جو آپ مایوسی خرید گئے وہ علم ہے جس میں کامیابی ہے، امید ہے، صلہ ہے، خوشناتین و حضرات! بچے نے بہت صحیح بات چھٹی، ماں نے بڑا صحیح جواب دیا مگر اس کو عمل لایا ہے کہ وہ رکھنے والا ہے دنیا کا سب سے مشکل مرحلہ ہے۔ توکل اور تہذیر پر پورا اترا سب سے مشکل یعنی approach ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ پر اعتماد رکھیں۔ ہاں اور مکمل جبر و توکل کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ (نہ میری قوت نہ میرا کوئی ارادہ جو کچھ ہے میرے اللہ کا حکم ہے)۔ جب آپ اپنی زبان سے یہ لفظ دہراتے اور کہتے ہو تو پھر خدا آپ کا مزید کنٹرول سنبال لیتا ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ جب اللہ آپ کا مزید کنٹرول سنبال لیتا ہے تو آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچے دے گا۔ یا س کلمے کی برکت ہے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“۔ جب آپ بار بار اللہ سے کہتے ہو کہ میں اپنے ارادے سے درگزر رہا، میرے پاس کوئی قوت نہیں ہے، میرے ساتھ کریم اور ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ اللہ کی آپ تسبیح پڑھتے ہو تو رسول کریم ﷺ نے سلمان بن ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا ”ابو موسیٰ! کیا پڑھ رہے ہو؟“ فرمایا ”یا رسول اللہ ﷺ! ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ پڑھ رہا ہوں۔“ فرمایا ”ابو موسیٰ! نانوے مصائب اس سے دور ہوتے ہیں اور سب سے چھوٹی مصیبت غم ہے۔“

کسی قوم کا ناسخ اور تقدیم اللہ کی مرضی پر ہوتا ہے۔ ستر سال تو ہم نے بڑی مشقت اٹھائی ہے، بڑی محنت کی ہے۔ قائد اعظم کے بعد سے ہی ہم علم و رسم اور برائی کا پلہ کھینچ رہے ہیں، مہنگائی کا پلہ کھینچ رہے ہیں، ہمیں دوام کا پلہ کھینچ رہے ہیں غربت و افلاس کا پلہ کھینچ رہے ہیں۔ وہ تمام جو صوفیاء نے پہلے برداشت کیا ہے وہ سب ہم مجبوراً ہر روز برداشت کر رہے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ تو ہونا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہم سب صوفی ہو گئے۔ ہم سب اللہ کو دل سے ماننے والے ہو گئے۔ ہم نے جو جبر و قہر سہا ہے ہم جن آزمائشوں سے گزر رہے ہیں اور گزر رہے ہیں، ہم نے جو حقیر سہی ہے آپ کو پتہ ہے نا، صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ نفس کو حقیر دو تو ہم automatically تحقیر ذات سے گزر رہے ہیں تو مجھے امید ہے کہ خدا ہماری یہ مشقت نفس قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ ہمیں رحم و کرم کی صورت میں دے گا اور سب سے بڑا

رحم و کرم یہ ہو گا کہ ہمیں مناسب قیادت مل جائے گی۔ قائد اعظم کے بعد کوئی قائد اعظم کی صورت اور قیادت مل جائے گی، وہ لوگ جو اپنے لوگوں کا غم اٹھائیں گے، وہ لوگ جو اپنے لوگوں کیلئے جدوجہد کریں گے، وہ اپنے عوام سے محبت کریں گے، وہ جو یہ وئی ممالک کے کاروبار وئی آقاؤں کے سہاروں پر زندگی گزارنے کی بجائے اپنے ہی لوگوں کی محبتوں کے مل بوتے پر ہمارے سردار بنیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ مجھے یقین ہے کہ نکل کے صحراء سے جس نے روم کی سلطنت کو الٹ دیا تھا، مجھے امید ہے کہ وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا۔ وہ ضرور وقت آنے والا ہے۔ ویسے بھی وقت بہت قریب آچکا ہے۔ حوادث pins کی طرح گر رہے ہیں اور امید تو ہے کہ گئے وقتوں کا امن اب آنے والے وقتوں میں نہیں ہے مگر اس میں اگر تحفظ ہے تو خدا کے بندوں کو اور خدا کا نام لینے والوں کو۔۔۔

جنگائی کے بارے میں آپ بالکل پریشان نہ ہوا۔ اللہ کی تسبیح کرنے والوں کو ایک بنا رت ملی ہوئی ہے، پوچھا یا رسول اللہ ﷺ سے کہ جب اتنی قیامت برپا ہوئی، کھانے کو کچھ نہیں ہو گا اور گندم کا ایک دانہ سونے کے کھیت پر فوقیت رکھے گا تو یا رسول اللہ ﷺ ہم کس چیز پر جنس گئے؟ فرمایا ”اس وقت تسبیح تمہارا ذوق، وہ خوراک ہوئی اور خزانہ زندگی ہوئی“ تو خواتین و حضرات! کوشش کیجئے کہ شب و روز میں کوئی سانس کوئی وقت اللہ کے ساتھ گزر جائے۔

سوال: محمد عرفیہ صاحب نے پوچھا ہے quotation انہوں نے دی ہے کہ (نماز ایسے پڑھو جیسے خدا کو دیکھ رہے ہو) یہ کون سا مقام ہے، نام مسلمان یہ کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ کیا ہم خدا کو ایسے دیکھ سکتے ہیں؟

جواب: آپ بلاٹ میں پلے جاتے ہیں۔ دیکھو قرآن صحیح ہے مگر وضاحت کرنے والا رسول ﷺ ہے۔ یہ آپ کو سوچنا چاہیے کہ جب directly آپ قرآن کی آیت سنتے ہو یا حدیث رسول ﷺ سنتے ہو، آپ کو پتہ ہے عرب تا یمن تھا تا صبح تھا کہ ایک ایک جملے میں وہ پوری پوری کائنات سمیٹ دیے مگر جیسے خدا جد کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ

”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ“ (البقرہ ۲: ۲۲۲)

(بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

تو لوگوں کے ذہن میں شبہ پڑ گیا کہ ”مسلمین“ کا کیا مطلب ہے؟ یہ کون لوگ ہیں، یہ ظاہر کون ہے؟ ظاہر کا مطلب تو پاک ہے تو پاک کون ہوتا ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ

کون ہیں؟ ظاہر کیا مطلب ہے تو فرمایا جو ڈھیلے کے بعد ”آب دست“ لیتے ہیں A little more clean یعنی اگر شرنا دیکھا جائے تو جو ڈھیلہ (مٹی کا) استعمال کرتے ہیں وہ پاک ہو جاتے ہیں، وہ نماز پڑھ سکتے ہیں مگر وہ لوگ جن کو پاکیزگی کا احساس زیادہ ہے وہ بعد میں جا کر استنجا بھی کرتے ہیں تو یہ جو little difference ہے پاکیزگی کا بیان کو ”مطمین“ میں داخل کر دینا ہے۔ اس طرح جب نماز پڑھتے ہوئے جملہ وساوس نے شروع ہو جائیں، ذہن بالکل منتشر ہو جائے تو آدمی خیال کرتا ہے کہ میری نماز ناقص ہے مگر جب آپ ”باب ایمان“ پڑھو گے اور بخاری کی حدیث باب ایمان میں دیکھو گے کہ جب اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ نے چڑھا یا رسول اللہ ﷺ ”نماز میں وساوس بڑے آتے ہیں“ تو فرمایا: ”ہیں ایمان ہے“۔ ایمان یہی ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب تم خدا کے ساتھ ہو اور ایک ایسا وقت ہے کہ جب تم بدترین شیطان کے ساتھ ہو۔ وہ وقت آپ جانتے ہی ہو کہ بازار میں جموٹ ہوا جا رہا ہے بڑی کا بھاؤ ناؤ ہو رہا ہے ہر قسم کا فراڈ جاری ہے لیکن دین میں، اٹھنے بیٹھنے میں، گپ شپ میں، سب کچھ ہو رہا ہے اور شیطان کو آپ سے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ He is very happy you are moving, acting چاہے وہ خواتین ہوں چاہے وہ کوئی بھی ہو، ہر قسم کی جہالتیں ہو رہی ہیں۔ اس وقت شیطان کو آپ سے کیا عاصمت ہو سکتی ہے مگر جوں ہی آپ مڑے، آپ نماز کو آئے، آپ نے شیطان کی شریعت کو باطل کر دیا۔ اب مجبوری ہے یہ کیا مصیبت پڑتی ہے یہ کدھر چل پڑا، یہ تو ابھی میرا اتنا اچھا ساتھی تھا، ابھی تو بڑے بڑے دعوے، لاف و گزاف کر رہا تھا، جموٹ بول رہا تھا، چیز بیچنے بیچنے اسکی کوئی بدل رہا تھا، اب کدھر چل پڑا ہے۔ تب وہ آپ کو وساوس سے آشنا کرے گا، اور جتنے بھی زیادہ وساوس دے گا مگر اس کے باوجود آپ نے نماز پڑھی تو خدا کو یہ نماز بہت زیادہ قبول ہوئی کیونکہ یہ اصحاب ایمان کی نماز ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو نماز میں زیادہ وساوس آتے ہوں وہ صلابت ایمان ہے اور خدا کو دیکھنے کا بھی یہی مطلب ہے۔ اللہ کو دیکھنے کا مطلب یہی ہے کہ باوجود اس کے کہ شیطان پوری طرح بہکا رہا ہے آپ کی نظر اللہ پر ہے۔ تو ظاہر نظر سے تو کوئی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا مگر باطنی توجہ کی نظر اللہ پر ہے۔ یہ نہیں کہ آپ اللہ کی شکل بنا کے سامنے رکھ لیتے ہو، ایسا بالکل نہیں ہے مگر جب آپ یہ ارادہ اور مہم کرتے ہو کہ ہم اللہ کی نماز پوری کریں گے، اے اللہ ہم تیری نماز پوری کریں گے، یا اللہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم تیری نماز پوری کریں تو گویا اللہ آپ کا نگران ہے جیسے فاذا کُتِرَ وُسی اذکرکم تم

میری یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا **وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَلِيًّا وَلَا تُكْفُرُونَ** چو کا نماز ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کے قول حکیم کے مطابق اور قرآن حکیم کے مطابق ”اقم الصلوة لذكركي“ (تمام نماز میرے ذکر کیلئے قائم کرو) جب نماز میں آپ اللہ کو یاد کر رہے ہو تو اللہ آپ کو یقیناً اپنے قرآن کے وعدے کے مطابق یاد کر رہا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ نماز قبول بھی ہو رہی ہے اور مستحضر بھی ہے۔ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک نماز کا حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالے سے ذکر آیا کہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا جب میں نماز پڑھتا ہوں تو میں جنت میں ملائکہ کو آتے جاتے دیکھتا ہوں تو اس کا بھی درجہ حضور ﷺ نے ”نماز احسان“ میں دیا مگر یہ جو دوسری بات ہے یہ ہر مسلمان پر لاگو ہے۔۔۔

سوال: سوال پوچھا گیا ہے کئی وی کے ہر چھٹک پر آن کل قسمت کا حال بتانے والے ستاروں کی پال اور بندے کے حال کے حلقہ تسمیات اور وظائف بتاتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟
جواب: خواتین حضرات! اپنا قسمت کا حال بتایا گیا یہ دو قسم کے علم ہیں ایک تو وہ جسے آپ عام طور پر occult (نجوم) کہتے ہیں occult میں numerology ہے۔ astrology ہے۔ شمار ہیں اس میں تبت کے لازما ہیں جو telekinetic vision رکھتے ہیں، telepathic vision رکھتے ہیں۔۔۔ جملہ اسباب مظاہر دنیا رکھتے ہیں۔ ارتکازات وجود رکھتے ہیں۔ ان میں یوگا ہیں، رشی سنی ہیں، کوئی رات دلش ہیں، تو تمام دنیا میں جوش وغیرہ جس حساب سے تار بجا و رسی رہے ہوتے ہیں، یا ایک source ہے knowledge کا، دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہیں مگر کچھ تو نہیں ہیں، بہت کم شاید ایسے لوگ ہوں کہ جو خدا کے ان علم سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نبوت کے جملہ خصائص میں سے ایک چیز پیچھے چھوڑ رہا ہوں اور وہ ہر اسے ہے ”اور فرسب مومن سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔“ پھر فرمایا کہ میں تمہیں خواب پیچھے چھوڑ رہا ہوں اور مسلمانوں میں بہت بڑے بڑے فریس گزر رہے ہیں، بڑے بڑے صاحبانِ تعبیر گزر رہے ہیں جیسے حضرت ”امام جعفر صادق“ ہیں، ”امام ابن سیرین“ ہیں، جن کو خواب کی تعبیر پر ایک عمل authority حاصل ہے جیسے ہیوم، ایڈلر اور فرامڈ کو European سائنس سے تعبیرات خواب پر ہے۔ ادھر تارے ہاں، میں نے پوری زندگی میں مطالعہ کے دوران ”ابن سیرین“ جیسا خواب کی تعبیر پر فاضل کوئی دوسرا شخص نہیں پایا۔ Including the East and the West and he is۔

miraculous! اللہ تعالیٰ نے ایسی اسے تعبیر خواب ملا فرمائی ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا شیخ عبدالحق درجیلانیؒ کے خواب کے اوپر جو تعبیرات ہیں وہاں سال ہیں اور امام جعفر صادق کو تو سند سمجھتے ہیں مگر symbols پر معاملات کے اختلاف ہو سکتے ہیں۔ چشبین کوئی کے بارے میں یہ ہے کہ ایک individual کی چشبین کوئی جو ہے وہ چشبین کوئی نہیں ہوتی۔ ایک چشبین کوئی ہوتی ہے ایک دنا ہوتی ہے اور حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ ایک صاحب قد شخص ہے کہ جو کسی شخص کے مستقبل کے بارے میں ایک دنا دیتا ہے جو اپنی قبولیت کی وجہ سے حکم کا درجہ رکھتی ہے اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو حساب کتاب کر کے، اندازے لگا کے دے رہے ہوتے ہیں۔ میں ان کو کوئی ایسی بات نہیں کہہ رہا ہوں، نہ میں کسی حساب سے بات کہہ رہا ہوں، میں جب کوئی شیخ دے رہا ہوں تو اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ یہ شیخ ان کے مسائل حل کرے گی۔ میں آپ کو بالکل وضاحت سے بتا رہا ہوں۔ میری اس وقت ایک رائے ہوتی ہے میرا خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ تھوڑی سی خدا کی دوری کے شکار ہیں۔ میرا خیال ہوتا ہے کہ اپنی طبیعت کے بعد کی وجہ سے ان لوگوں کو خیال دوست ڈرامہ ہے جو ایک بڑی important جہت اور زندگی کی priority ہے۔ وہ ابھی یہ بھولے ہوئے ہیں، تھوڑا سا سستی دیتا ہوں، تھوڑا سا ان کی اس مادیت کا ذکر کرتا ہوں جس کی وجہ سے فاصلہ ہے پھر تھوڑی سی تسبیح دیتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہوتا ہے کہ جب ان کا رُش، ان کی جہت، ان کا خیال درست ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ جو کار ساز ہے، جو ولی ہے جو ولی ہے، جو رحمان و رحیم و کریم ہے جو سلام، منو منی اللہ ہے جو ذالجلال والاکرام ہے وہ یقیناً ان کے مسائل حل کر دے گا۔ یہ میرا اعتماد اللہ پر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس کو تسبیح دوں وہ بھی اللہ پر ایسا ہی اعتماد رکھے۔ گزرتا کہاں ہو جاتی ہے۔۔۔ معاف کیجئے گا کہ مجھ سے نکل کے وہ پھر کسی حساب کتاب والے کے پاس چلے جاتے ہیں۔ یہ نام مصیبت ہے۔ وہاں پھر ان سے کہا جاتا ہے کہ اثر ہے وہ جو بڑی مشکل سے میں نے انہیں ایک فکر راست کی تحمیل دی ہوتی ہے وہاں جا کر وہ دس روپے، سو روپے کے ایک تھوڑے پر نارت ہو جاتی ہے

”وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسُ السَّعْوُ“

سلیمان نے تو کوئی غلطی نہیں کی تھی، وہ تو اللہ کے نبی تھے۔ ان سے کوئی کلمہ، جمل منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ یہ شیاطین تھے جو کفر کرتے تھے اور یہ بھی اللہ نے کہا کہ غلط روایت ہے کہ ہم نے باروت و ماروت کو بادلوں سے لے کر بھیجا، ایسا نہیں تھا

”وَمَا نُنَزِّلُ عَلَى الْمَلَائِكِ بَابِلَ هَارُوتَ وَ عَازُوتَ“

ہم نے انکو، جادو سکھانے کیلئے نہیں بھیجا، یہ بالکل غلط بات ہے، اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو ان کو کہا تھا کہ تم تمہاری آزمائش ہیں: ”وَمَا يُلْعَلْنَ مِنْ أَخْبَد“ وہ ایک آدمی کو بھی سبق نہیں دیتے تھے سحر کا جب تک پہلے یہ نہیں کہہ لیتے تھے: ”حَتَّى يَقُولُوا إِنَّمَا نَحْنُ قُلُوبُ فَلَا تَكْفُر“ کہہ دیکھو یا را آئے تو ہو سحر سیکھنے، جادو و حوڈ نے، تعویذ مانگئے مگر ہم تمہیں رب کعبہ کی قسم دیتے ہیں کہ ہم جادو سکھانے والے نہیں، ہم تمہاری آزمائش ہیں۔ کیوں را و راست سے بچتے ہو؟ کیوں غلط طرف جاتے ہو؟ کیوں پروردگار عالم کی قوتوں کو تقسیم کرتے ہو؟ قطعہ نقصان کا وہ مالک ہے، زندگی اور موت کا وہ مالک ہے اونچی اونچ اور نیچے کا وہ مالک ہے، ہندو پست وہ کہتا ہے، ہمیں جلی اور کشادگی وہ دیتا ہے تمہارے دل اس کی انگلیوں میں ہوا کے پر کی طرح ہیں اور کیوں غلطی کرتے پھرتے ہو؟ اور کرتے بھی وہ کیا ہیں

”فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهَا مَا يَصِفُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ“

میاں بیوی میں اختلاف پیدا کرنا، تعویذ ڈال دینا۔۔۔ محبت کیلئے تعویذ ہو رہے ہیں، بغض کے لیے ہو رہے ہیں، چچی مائی کے خلاف ہو رہے ہیں۔ آدھے پاکستان پر جادو ہو رہا ہے آدھا پاکستان کر رہا ہے۔ چند تعویذ دینے جا رہے ہیں۔ ان ساری کی ساری ساحرا انکا روائیوں کے بارے میں finally اللہ ایک judgement مٹاتا ہے:

”وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ“ (بقرہ ۲: ۱۰۲)

کیوں سیکھتے ہو ایسی بات جس میں نہ کوئی ضرر ہے، اور نہ ہی کوئی نفع۔۔۔ یہ بیکار کی بات ہے۔ کب ضرر ہوگا؟ کب نفع ہوگا؟ نفع ضرر اس وقت شروع ہوگا، جب تم رحمن کے ذکر سے غافل ہو گے۔

”وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا“

تو تم پر ایک شیطان غلبہ حاصل کر لے گا۔ ”فَلَهُمْ لَهُ الْفَرَسُ“ (۳۶: ۴۳) وہ تمہارے قریب رہے گا۔۔۔ جب تم خدا کا ذکر ترک کرو گے تو شیطان تمہارے قریب رہے گا اور تم پر غلبہ حاصل کرے گا۔ جو انسان خدا کے قریب رہے گا اس پر نہ تعویذ اثر کرے گا، نہ سحر اثر کرے گا، وہ اللہ کے بندوں کی طرح safe and sound رہے گا۔ باقی رہی گردش، افلاس، جنگی و پستی تو یہ قرآن کی آیت کے مطابق ہے فرمایا کہ ہم لوگوں پر دن جلتے رہتے ہیں کہ ہم نے ہر حال میں لوگوں کو آزما ہوا ہے۔ کبھی خوشی میں، کبھی غم میں۔۔۔ بخیر آدمی اس کو نہ جانے گا، خواہ وہ کتنا ہی صاحب فہم

دن کا ہو۔

جسے پیش میں یاد خدا نہ رہے

جسے پیش میں خوف خدا نہ رہے

سوال: نویمان پتھر ہے ہیں کہ ایک اچھا آدمی بنے پہلے کوئی بات کونسا starting point ہونا چاہئے؟ جہاں سے باقی سرے خود بخود چل جائیں۔

جواب: میری مانیے تو سب سے بہتر بات تو تعلیم سے ہی آغاز کرنا ہوتا ہے۔ سختی نہ لکھی جائے گی، کوئی الف ب نہ پڑھا جائے گا تو ظاہر ہے کوئی مفصل کتاب نہ پڑھی جائے گی۔

But if you are involved in life and you have no time at all
سمجھتا ہوں کہ تھوڑی سی ایک مغربی قرآن کی تلاوت، دو چار مادریٹ اپنی آنکھ سے خود بخود پڑھ لیا
کسی سے پڑھا کے سن لیا..... تعلیم یہی ہے۔ ہاں اگر آپ یہ سوچتے ہو کہ مغربی تعلیم بہ مندی کی
تعلیم ہے all the education in the world is vocational رزق مانے
کے ذرائع ہیں۔ اگر دل خدا کی توجہ مانگتا ہے تو تھوڑا سا قرآن روز پڑھ لیا، سوچ سمجھ کے تھوڑی
سی اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں سن لیا اور یقین ہے کہ اللہ نے یہ فہم فرماست آچکے بخشی ہوئی۔
ایک ایک ذرہ ذرہ بھی شروع کریں گے تو راہِ وفا کا پہلا قدم بھی شہادت کا قدم ہوتا ہے۔

سوال: چند احباب جانا چاہتے ہیں کہ موجودہ جو عدالتی بحران ہے پاکستان کا، اسکے بارے میں
آپ کیا رائے ہے کہ یا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟ اور صدر پاکستان اور جسٹس انجی رچو بدری کی
شخصیات کا تجزیہ آپ کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان اونٹ نہیں ہے۔ پاکستان میں اونٹ گھس آیا ہے۔ یہ بچا رہنمہ بجا دھر جو
بھی دیکھو اونٹ ہے۔ ہم مجبور لوگ ہیں جس کو سردی میں سکرنا ہوا دیکھتے ہیں بناہ کے لیے خیمے میں
جگہ دیتے ہیں۔ ادھر فوجی اونٹ آئے وہ بھی بیٹھ گئے، اب عدالتی اونٹ آئے وہ بھی بیٹھ گئے۔
اب ہمیں ایسے بحران سے واسطہ ہے..... میں کہنا نہیں چاہتا، نہ کسی عدالت پر رائے دینا چاہتا
ہوں مگر میں حدیث ضرور quote کروں گا

”شریف آدمی نہ رہے کو نہیں مار سکتا۔“

یہ میں آپ کو بتاؤں کہ شریف آدمی شریف آدمی ہے اچھا آدمی تو اچھا آدمی ہے۔ اسناد دل تو
اخلاص پر ہے وہ کسی پر ظلم کرتے ہوئے ہزار مرتبہ سوچے گا کہ اللہ پہنچے گا کہ نہیں پہنچے گا۔

فاسق، فاسق کو مانا ہے، یہ بات یاد رکھئے۔ دونوں سسٹم فارماتہ ہیں۔ اپنی قدرت و شوکت و شان کیلئے جدوجہد تھی۔ ان میں سے ہوسکتا ہے کہ جب دونوں طرف ایک قسم کے ظلم و ستم والے ہوں تو اللہ انصاف والے نظام کو فتح دیتا ہے۔ انسانوں کے اندرونی کردار اور ہیں مگر جب خارجی جدوجہد دیکھی جائے تو میں نے آپ سے پہلے کہا کہ پیشین گوئی میں نہیں کرتا مگر بہت پہلے میں نے کہا تھا کہ جب گرمیاں آئیں گی، آپ کے کپڑے نہیں اڑیں گے تو ان سربراہوں کی شان جاتی رہے گی۔ بخش اور بلینڈ ٹیل ہونے شروع ہوئے۔ بھلا، آقا جائیں گے تو غلام ساتھ رہیں گے کیا؟ ان کے بھی جانے کے زمانے ہیں۔ ان کی بھی رخصتی کا وقت ہے۔ اصل میں آپ کو سوال یہ کرنا چاہیے کہ کیا کچھ مینوں کے بعد ان کو replace کرنے والے ان سے بہتر ہو گئے تو خواتین و حضرات! جیسے میں نے کہا کہ ہم نے برائی کے بڑے پٹلے کھینچے ہیں، ہم صوفیاء سے آگے ہو گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کوئی اجتماعی دماغ نہیں گئے تو وہ خدا کے حضور میں قبول ہوگی۔ اللہ کی تسبیح کے بعد میں یقین ہے کہ دو ماڈل کی برس کی ایک اور روایات اور کئی حکومت کے بعد انشا اللہ و تعالیٰ العزیز کچھ بہتر اور بہترین لوگ پاکستان پر آئیں گے۔ ملک بڑے جاں نسل مرحلے سے گزر رہا ہے، مگر بڑا سخت جان ہے۔ جب بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر اس وقت لکھ دی تھی کہ دو ملک اکٹھے بن رہے تھے، دیکھیں مچے اب نہیں پڑا، پاکستان کا مچے اب نہیں پڑا۔ ایک طرف ایک ملک ایک مذہب کے نام پر بن رہا تھا اور آخر میں اسی نے دنیال مابت ہوا تھا، دوسری طرف ایک ملک اس کے خلاف بن رہا تھا خدا کے نام پر اور یہ دنیال کے توڑ کے طور پر بن رہا تھا تو پاکستان نے جلدی ختم نہیں ہوا۔ یہ حدیث میں پہلے بھی سنا چکا ہوں اور اس حدیث سے آپ پاکستان کے مستقبل کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ یوسفیم کی حدیث ہے، حمادی کی حدیث ہے، فرمایا ”وہل ہند کے مسلمان سب سے پہلے وہل کفر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے رؤسا اور امراء کو پابند سلاسل کریں گے پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ یہ نشت زاپستان کا مستقبل ہے مگر اس سے پہلے ہم کئی مرتبہ اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں پابند سلاسل ہوئے مگر فتح آپ کی ہے اچھا سوچئے والوں کی ہے۔ ہاں، When you go next time to choose but the choices i can say one thing only احتساب کی sense چلنی چاہیے۔ چھیں! خدا اور رسول پر نہیں تو کارکردگی کے احساس پر ہمیں feel کرنا چاہیے کہ ہمیں وہ سنا نہیں بنا جس کی گردن میں پنا بندھا ہوا ہے۔ آپ کو یاد ہے،

ایک دیہاتی ستاقا، ایک جنگل سے آیا تو رستے میں اسکی ایک کفریلے کتے سے ملاقات ہو گئی۔ وہ اچھا بڑا ہوا تھا، شاندار قسم کا، یہ جنگل کا فاتح زدہ تھا، بڑا کمزور بڑا ”سویامرا“ ہوا۔ اس نے کہا ”بھائی! جتنی سال کی صحت! کیا بات ہے تیری، جواب نہیں۔۔۔ یا راجا مجھے نہیں اس قسم کی صحت نصیب ہو سکتی؟“ اس نے کہا ”سو چلا آ، میرا مالک بڑا اچھا ہے، بڑا شاندار ہے، کھانا کھانے کو دیتا ہے bedroom تک رسائی دیتا ہے بلکہ آج کے وزراء تو ہمیں چوم بھی لیتے ہیں تو تو آجا۔۔۔ تو اس نے کہا ”یا تیری گردن پر یہ کالا سانپان کیا ہے؟“ اس نے کہا ”کبھی کبھی میرا مالک جو بچا، مجھے اجھڑا دھڑا دھڑا توں سے روکنے پہلے میری گردن میں پھاڑا دل دیتا ہے۔“ اس نے کہا ”میاں تجھے یہ مونا پامبارک ہو، تیرا ٹینس تجھے مبارک۔۔۔ میں ”پٹے“ والا ستا نہیں جتا چاہتا۔“ تو مصیبت یہ ہے کہ ہمارے تو سربراہوں کو دنیا declare کر چکی ہے پٹوں سمیت۔۔۔ کارٹون بنا چکی ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے، ہمیں بخش دے، ہماری وجہ سے یہ ہیں۔ کہتے ہیں ”الہائے علیٰ حین ملوک“ (لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔) اسے کاش کہ ہماری approaches بدل جائیں اور اللہ تعالیٰ العزیز ضرور ہمیں غی ٹی تو پھر اس قسم کی خوشی ہم پر جاری نہیں رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارا ایم بھنسات دیا پھر ایم برکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ضرورت دے گا ویسے بھی آپ کو پتہ ہے جیسے امام نہیں رکھتے چاہئیں، اس قسم کے جیسے پاکستان کا امام ہے، بڑا غلام امام ہے۔ آپ کو حدیث پتہ ہے، کہ طیب امام نہ رکھو، مبارک امام نہ رکھو، مانع امام نہ رکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”جب کسی نے آواز دی مانع! تو فرے آواز آئی کہ مانع نہیں ہے تو پھر بے برکتی شروع ہو جائے گی۔“ جب آپ نے پاکستان امام رکھا تو کھانا، ”پاک لوگوں کی سرزمین“۔ تو پاک تو بھی! ہم نہیں بن سکتے، پاک ہم نہیں ہو سکتے۔ اللہ کو بڑا قہر آیا کہ یہ چھوٹے موٹے لافنگ لوگ پاک ہونے کے پتھر میں ہیں۔ خدا کا قول مبارک ہے کہ مت اپنے آپ کو پاک کہا زکو۔ ”هُوَ أَعْلَمُ بِعَيْنِ الْغَفَى“ میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی اور کتنے پرہیزگار ہو۔ MMA میں ہوا اس کے بغیر ہو۔ بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس دن سے تمہیں جانتا ہوں جب میں نے (مُصَلِّصًا كَمَا الْغَفَار) گندے، غلیظ کچر کے نیچے تمہیں بنا دیا تھا۔ تنگناتے ہوئے کچر کے نیچے زندہ کی کا پوتا تمہارا، جتنی cell تحقیق کیا تھا، میں تب سے تمہیں جانتا ہوں اور جب میں نے تمہیں ایک غلیظ چھوٹے سے کینچے کی صورت میں ماؤں کے پیٹ میں رکھا تھا، میں تب سے تمہیں جانتا ہوں۔ مجھے آ کے تم تقویٰ کے دعوے

سناتے ہو ”هُوَ اَعْلَمُ بِغَيْبِ الْقُلُوبِ“ میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو۔ اگر ہم یہ تقویٰ کے دعوے چھوڑ دیں، اپنی خطاؤں کو تسلیم کریں، خدا کے حضور آرزو کریں۔ ایک اچھی قیادت کی آرزو کریں، اچھے لوگوں کے آگے بڑھنے کی آرزو کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حواس اور روٹ کا بھی اچھا استعمال کریں تو مجھے یقین ہے کہ یہ صورت حال بدل جائے گی باقی رہا امام مہدی۔۔۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا ”مہدی کب آئیں گے؟“ کہا کہ جب تم اس عورت کی طرح ہو جاؤ گے جو پہلی شب اپنے خاوند کا انتظار کر رہی ہوتی ہے اور اس بچاری کو نہیں پتہ کہ ظالم نکلے گا، بخیل نکلے گا، جاہل نکلے گا، اس کی پوری زندگی داؤ پر لگی ہوتی ہے اور وہ ہمہ تن دعا کر رہی ہوتی ہے کہ یا اللہ آنے والا کوئی اچھا آ جائے۔۔۔ جب تمہارے دل کا اضطراب اس عورت کی طرح ہو جائے گا تو مہدی آ جائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

حکمت قرآن

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

خواتین و حضرات! سید انسان میں آج تک اس سے بڑا انقباض اور خن پیدا نہیں
ہوئی جو اس سوال سے پیدا ہوتی ہے جس کا انسان کو جواب نہ ملے۔ سب سے بڑی اذیت، سب
سے بڑی پیچیدگی، سب سے بڑی ذہن کی کوفت لائشل سوالوں سے ہوتی ہے اور ایسی اذیتوں سے
جو لمبی ہو جائیں اور جن کے اختصار کی استطاعت ہمارے پاس نہ ہو۔۔۔

کبھی وہ وقت تھا کہ شاید جب قیامت زمین و آسمان کا فیصلہ ہو رہا تھا، جب اقتدار
الہیہ کی نیابت کا فیصلہ ہو رہا تھا تو کتنی انوارات زمین و آسمان نکھر تھیں کہ شاید پروردگار عالم اس کے
بارے میں ہمارے حق میں فیصلہ صادر فرمائیں۔ مزا زیل ملائکہ و مقربین کا سرور اور رب ہا رب

سال کی عبادت سے سرشار اس گمان میں تھا، دل میں آرزو چھپائے تھا کہ اللہ مجھے اس انتخاب میں حصہ دے گا، لاکھ لاکھ اپنی جگہ متوقع تھے کہ ہم جو کبھی سر جھکائے، کبھی گھٹنوں کے بل، کبھی سجدہ کریں، ہم نے آسمان کا ایک ایک چپہ عبادتِ خداوند سے بھر دیا ہے، ہملا ہم سے متقی کون ہو گا اور ملاحظہ فرمائیے جب پروردگار کا فیصلہ آیا

”وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خٰلِیْفَةً ۚ

(اور جب تیرے مالک نے فرشتوں سے کہا کہ بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔)

کہ ہم زمین پر اس انسان کو خلیفہ بنا رہے ہیں۔ انسان کی جو صلاحِ ظاہر، اس وقت تھی اس میں تو کوئی ایسی حکمت نظر نہیں آ رہی تھی۔ single cell سے بڑھتا ہوا یہ انسان جو اپنی progressive stages میں تھا، Homo Erectus کی شکل میں تھا، Homo Habilus کی شکل میں تھا، ابھی New stone age تک نہیں پہنچا تھا، ابھی اس میں بستیاں آباد کرنے کا شعور نہ تھا، ابھی جنگی درندوں کی طرح با، ہو میں معروف تھا، ابھی زبان develop نہیں کی تھی، ابھی لباس develop نہیں کیا تھا اور صدائے پروردگار یہ تھی، خداوند کریم نے حکم صادر فرمادیا کہ یہ تجرباتی حقوق جو زمین پر ہم نے جسمانی اقدار سے وابستہ کی ہے جس کو ہم نے single cell سے آگے بڑھا کر شعور و ہدایت کی منزل تک پہنچایا ہے، یہی زمین و آسمان میں ہماری مملکت کا وارث ہو گا تو فرشتوں کا انتخاب لازم تھا، اعتراض لازم تھا، مگر اعتراض کی نوعیت مجددِ انہد تھی۔ لاکھ لاکھ نے انکساری سے عرض کی کہ اے مولا نے کریم تکلمِ نایہ کی ہمیں سمجھ نہیں آئی، یہ کیا حکمتِ نایہ ہے؟ ہم اتنے صاف سحرے آپ کے single track robots ہیں۔ ہمارے سپرد جو خدمت کی جاتی ہے کبھی ہم نے دریغ نہیں کیا۔۔۔۔۔ کبھی billions میں سے ایک chance گستاخی کا کسی ایک فرشتے نے سرانجام دیا ہو۔۔۔۔۔؟ یہ جو صبح و شام کا جانور ہے، یہ صبح و شام قتل و غارت میں معروف ہے زمین پر اسے خون بہانے کے سوا اور کوئی سروکار نہیں، اے مالک و کریم! آپ اسے ہم پر ترجیح دیں گے؟

”قَالُوْۤا فَجْعَلْ فِیْہَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْہَا وَیُصْلِحُہَا اللّٰہُ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ۚ

(وہ بولے یا تو ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے اور ہم تو تعریفی

کے ساتھ تیری خوبی اور پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں۔)

ابھری شیطان لڑنیم نے کہا: ”اے مالک و کریم! یہ تو نلاعت اور کچڑ کا، ضلصال کا لفظ ہے۔“ بس بائیں زمین پر بارشیں ہوئیں، صدیوں بارشیں ہوتی رہیں پھر پانی ٹوٹا اور اوپر کا لے کچڑ کی تہہ جم گئی۔ شیشے کی طرح ٹٹکٹکا ہوا کچڑ جم گیا۔ اس کچڑ کے نیچے ایک حیات پاتی جراثیم پیدا ہوا جو شاہ اب بھی آپ کے ایمیا سے مشابہ ہے۔ اسی single cell سے انسان نے ترقی حاصل کیا، آگے بڑھتا ہوا مکمل انسان بنا تو حیرت کی بات ہے کہ اتنی نلاعت اتنی غیر معقولیت..... جس انسان نے اپنے وجود کی ابتدا اسی نلاعت سے کی، ”ضلصال کا لفظ“ سے کی، آپ اس کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں، ہم جنوں نے شعلوں سے مردہ پالیا، جنوں نے بڑھکے ہوئے نیلے شعلوں سے وجود پالیا جیسے شیطان... زمین پر ایک ارب حقوق تھے، آسمانوں پر پتہ نہیں کتنے ارب جنوں کا تھیں جو خدا بنا رہا تھا، سچ میں اللہ نے انسان کو تخلیق کیا۔ فرشتوں نے کہا کہ کچھ تو خیال کرو اللہ میاں! ہم اتنے نہیں لوگ ہیں، تار سار تو کسی نلاعت اور کچڑ کی آلائش ہی نہیں ہے تو آپ اسے ہم پر کیوں ترجیح دیتے ہو؟ ”قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ“ کہا ”میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔“ آخر اللہ کیا جانتا تھا؟ کچھ تو بہتر جانتا تھا۔ میرا آپ کا ایمان تو یہی ہے۔ ہر انسان کا ایمان یہی ہے کہ اللہ کو اگر وہ جانتا ہے تو اللہ صرف بہتری نہیں جانتا بلکہ اللہ مکمل علم رکھتا ہے ”سمیع“ ہے، ”بصیر“ ہے پھر آخر کیا ایسی چیز تھی جو اللہ جانتا تھا جسے شیطان اور جنات نہیں جانتے تھے۔ خدا بہت بڑا ستارہ تھا، نڈانٹ، نہ پھلکا نہ ہڑا۔ آپ بھی خیال کرو، اپنے بچوں کو آپ بھی بچاؤ۔ اللہ کا رویہ اختیار کرو۔ اگر آپ کو علم دینا ہے تو خدا سے علم دینا سیکھو... ہمارا مرض نہیں ہوا، خلاق مالم تھا، مرید تھا، بندہ پر تھا، حکم تھا۔ چاہتا تو ایک اشارہ مارو سے دونوں طبقات کو بھسم کر دیتا۔ حکم تھا، طیم تھا۔ چاہتا تھا کہ علم و حکمت سے ان دونوں گروہوں کو کاکل کر دے۔ اس نے کہا ”ٹھیک ہے ایسے کرو، جو ملا جلتیں تمہیں میں نے بخشی ہیں اور تم یقین رکھتے ہو کہ ان سے بہتر ملا جلتیں انسان کے پاس نہیں ہیں اور اے شیطان لڑنیم اور اسکے گروہ! تم بھی ذرا اس کو ٹھوڑا خاطر رکھو۔

اس وقت شیطان بھی ملائکہ کی صف میں کھڑا تھا۔ ”وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا“ ہم نے علیم کیے آدم کو اسماء۔ وی اسماء ہم نے ملائکہ پر بخش کیئے۔ کہا ”جاؤ دس ہزار سال لے لو! One millennium, two.. three“ ہمارا عرصہ چاہیے لو! ”ثُمَّ عَرَضْهُمْ عَلٰی

الْمَلٰٓئِكَةُ فَقَالَ اَنْبِئُونِي بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "اگر تم سچ ہو تو جاؤ اور میرے پاس ایک لمبی کلاس کی duration کے بعد آنا۔۔۔۔۔ Until you assure you've learnt something about this basic alphabets of human conduct, behaviour and language تمہیں دے رہا ہوں، جاؤ، اسے پڑھو! لکھو! کچھ عرصے کے بعد میرے پاس آنا۔ ملائکہ کو ذرا جلدی شعور حاصل ہو گیا، یہ کلاس جلدی پلٹ آئی۔ کہا کہ اے پروردگار عالم We are so sorry ہم تو اس حقیقت کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے، ہم تو اس "علم اسماء" سے کچھ بھی نہیں جان سکے، ہمیں یہ احساس ہوا ہے کہ ہماری وقعت نظر اور خیال کتنی ہے، ہماری استعداد کتنی ہے "لا علمہ لکنا" (اے پروردگار! ہمیں تو کچھ علم نہیں ہے) "اَلَا مَا عَلَّمْنَا" ہاں یہ کہ جو تو ہمیں بتا دے یعنی ہم تو صرف اس fed up data پر زندہ ہیں جو تو ہمیں دیتا ہے۔ ہمیں تو ٹوٹنے سے آگے بڑھ کے کوئی quality نہیں دی۔ We don't have the taste of artificial intelligence ہمیں تو بس اتنا پتہ ہے کہ یہ آپ کا order ہے، یہ execution ہے۔ ہمارے پاس نہ posterity ہے نہ عیدِ قدیم کے تجربات کی retention ہے نہ ہمارے پاس progeny ہے نہ ہم اپنے قوانین کو آگے بڑھا سکتے ہیں، نہ اپنے ذہن میں کسی قسم کی کوئی assimilation کر کے اس سے نئے احکامات کی اختراع کر سکتے ہیں۔ خدا نے کہا "اچھا! If you'r convinced, no objection تم اچھے بچے ہو، واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔" آدم کو بلا دیا گیا۔ "اے آدم! تم نے کیا کیا اس حقیقت کا جو میں نے تمہیں دی تھی؟" فَسَاءَ بِاٰدَمُ اَنْبِئَهُمْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ تو نے کیا کیا؟ "فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ" آدم فر فر شروع ہو گئے، بات توئی تو شروع سے ہی تھے مانتا مانتا اوپر سے نمونہ ذہن..... (پتہ نہیں حضرت آدم سے یہ مناصب مردوں کو ملی ہیں یا عورتوں کو.....) (تظاہر ہی نہیں کیا، شروع ہو گئے اور اس تفصیل سے اسماء گنا نے شروع کر دیئے کہ ایک پورا Era of language create دیا، شناخت کے پہلو دریافت کر لیئے، جنہوں کو مناصب دے دیں، نام دے دیئے۔ "مُبَشَّرَاتِ افقہ" استاد محترم نے عاف فرمایا۔ میں نہ کہتا تھا اے فرشتو! تم نے میری judgement پر taunt کیا تھا۔

"قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اَنْتٰی اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْشَرُوْنَ وَمَا تُكْتَمُ

تَكْفُورٌ

میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ زمین و آسمان کا غیب کیا ہے۔ میں جانتا ہوں تم دلوں میں کیا خواہشیں چھپائے پھرتے ہو۔ اب آئندہ تم میری judgement پر شبہ نہیں کرو گے۔ ملائکہ نے تسلیم کیا، شیطان نے نہ کی۔

خواتین و حضرات! جب یہ test پورا ہوا، علم پورا ہوا، حکمت عبادی گئی تو اللہ میاں نے ایک جاہلانہ حکم جاری کیا

”وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ“

پلو کرو! سجدہ کرو آدم کو! اس بڑے بھائی کو سجدہ کرو ”فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ“ سب نے سجدہ کیا مگر شیطان۔ خواتین و حضرات! یہ سجدہ کس چیز کیلئے تھا؟ اس حکومت ملیہ کیلئے، اس دانش و برہان کیلئے، اس ذہانت اور فطانت اور حکمت کیلئے جو اللہ نے اپنے حضور سے آدم کو عطا کی تھی اس لیے کہ انسان حکمت کے حامل بنایا گیا تھا، اس میں یادداشت رکھی گئی تھی، اس کمپیوٹر میں artificial intelligence رکھی گئی تھی، یہ اپنے مسائل کا حل نکال سکتا تھا، یہ situations تحقیق کر سکتا تھا، اس کو پتہ تھا، اس کو ہر وقت انکی پکڑ کر چلانے کی ضرورت نہیں تھی۔

خواتین و حضرات! آج کیوں نہیں سانسند ان robots کو artificial ذہانت دے دیتا، آپ نے دیکھا کہ The Matrix جیسی کئی فلمیں بن رہی ہیں۔ ایک خوف سے مارے سانسند ان لرز رہے ہیں یا ایک امکانی خوف سے لرز رہے ہیں کہ اگر computers کو robots کو artificial ذہانت دے دی، انکو ہم نے اچھے اصول feed کر دیئے، اگر ان کو justice اور injustice کی تفریق دے دی، اگر اخلاقی اور غیر اخلاقی کی تفریق دے دی تو سب سے پہلے تو وہ اپنے آقا کو کوئی مار دیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی دیرا معیار تو نہیں ہو گا، کھڑے کھڑے کمپیوٹر ہوتے۔ جب آپ ان کو بتائی رہے ہو کہ کیا چاہا ہے یہ راجہ جتوان سے action کیلئے بھی کہا جائے کہ اگر کوئی برائی دیکھو تو سب سے پہلے وہ اپنے آقا اور دولت کو ہی تباہ و برباد کر دیں گے کیونکہ انسان میں تو اتر کے ساتھ اتنی نیکی نہیں ہے، Mercurial morality ہے۔ اگر آخر شب morality اچھی ہے تو منہ زہری ہوتی ہے۔ کبھی آپ نے نماز ایک طرح پڑھی؟ کبھی صبح کی نماز کی طرح عشاء آپ نے پڑھی ہے؟ انسان variables کا شکار ہے moods اور matter میں variables کا شکار ہے۔ صبح کسی اور طرح کی،

شام کسی اور طرح کی، دوپہر کسی اور رنگ میں۔۔۔ صبح آنکھیں مندمی پڑی ہیں، تسامی سے اٹھا نہیں جاتا الصلوة خیر من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے) کی صدا سنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ کانوں میں نہ ہی یہ آواز آئے۔ بہت سارے یہاں۔۔۔ دوپہر کی تسبیحات عجیب ہیں، گرمی لگ رہی ہے۔ کھیاں، چھراٹا، اللہ و تعالیٰ اگر یہی حکومت رہی تو کثرت سے پیدا ہوتی رہیں گی۔ ہوائیں ختم ہوتی رہیں گی اور یہ تسامی آج دوپہر کو بھی سوتے نہیں دے گا، نماز پڑھنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ اور عصر کی مجلسیں ساتھ ہیں۔ جلدی جلدی کام نہانے کی ہوس پڑ رہی ہے دختر بند ہو رہے ہیں، بندے سوئے ہیں پڑے ہیں کہ اب نماز پڑھیں یا کم از کم کام نہائیں، پھر آپ مغرب کو جاتے ہو، تھوڑا سا تو وقفہ ہے، دکانیں بند کرتی ہیں، کام سمیٹتے ہیں، صرف دو نمازوں کا وقفہ ہے پھر ماشاء اللہ نماز آئے، کھانا کھایا، دن بھر کی جھک۔۔۔ اب عشا، کوکون زحمت اختیار کرے تو تھوڑے تھوڑے موڈ پر چیز کے different ہیں۔ حکمتِ عالیہ صرف قیام کی ہدایت کرتی ہے کہ چلو یا! جو مرضی سوچو، کم سے کم کسی نہ کسی طرح، مشکل سے ہی کسی آپ نماز قائم کر لو۔ جبارا یہی ہذا وصف ہے۔ کیا سوچتے ہو، کیا نہیں سوچتے ہو، کس انداز میں پڑھتے ہو کس انداز میں نہیں پڑھتے ہو بس "اقم الصلوة لعلک تری" (نماز میری یاد دہانی قائم کرو) میری یاد دہانی پانچ وقت میں کبھی نہ کبھی تم نماز مشکل سے، اوکے سوکے پڑھ لو، میں اس بات پر اگریٹ ہوں گا۔

خواتین و حضرات! آدم آگے بڑھے نقطہ نقطہ، جہت جہت کتابِ علم سے، لوہے محفوظ سے، انسان کی ترقی کیلئے اس کی progress کیلئے اسے تھوڑا تھوڑا علم دیا جانے لگا۔ فائیل نے بائبل کو قتل کیا۔ بڑا ڈھار تھا انسان پر یہ مرحلہ۔۔۔ ابتدائے انسان میں ایک قتل ہو چکا تھا مگر گوار حادثات میں حکمت کا اصول بخشتا "جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کیا۔ جس نے ایک انسان کو زندگی بخشی اس نے گویا سارے انسانوں کی زندگی بچائی۔" اور ذرا ملاحظہ تو فرمائیے کہ مشرق ہو یا مغرب، یہ سناہ کا قانون ہر ہسپتال کے ماتھے پر چھاپا ہوا ہے۔ زمانہ اور آگے بڑھا۔ کتابِ علم و حکمت دی گئی۔ یہ کونسی کتاب تھی؟ لوہے محفوظ پر محفوظ یہ conduct of the universe تھا، اس میں کائنات کا conduct تھا، اس میں افراد کا conduct تھا، آفرینش حیات کا conduct تھا، انجام حیات کا conduct تھا، جیسے آپ کے بڑے بڑے Electronic appliances کے ساتھ ایک کتاب بھی ہوتی ہے جو اس کو function کرنے کے بارے میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور انسان بنانے کے بعد

ایک کتاب ساتھ دی۔ پہلے تو یہ انسان mature نہیں تھا اس لیے وہ پورا جاننے والا نہیں تھا تو اسی کتاب سے ایک ایک ورق آپکے عطا کرنا شروع کر دیا، سنا، آدھ کی شکل میں، سنا، سنا، ہوس کی شکل میں، صحیفہ ماہر ایٹم کی شکل میں۔۔۔ اب انسان mature ہوتا گیا، electronics میں تربیت پاتا گیا، حکمت و علم میں progress کرتا گیا، ہو لے ہو لے رسول آگے بڑھتے گئے۔۔۔ کہاں وہ وقت کہ جہاں Stephenson کا انجن جب چل کر تپ رہا، مغربی پرچہ حیات و ارگرد کے بار بار، پندرہ پندرہ میل کے علاقے غائب ہو گئے کہ شاید کوئی جن ہے جو انسان نے قیام کر لیا ہے جو مغربی پرچہ حیات ہے۔۔۔ وہ وقت اور آج کا وقت۔۔۔!

آپ کو پتہ ہے کہ بدحواسی میں، ذہنی کمزوری میں یورپ آپ سے برسوں آگے ہے۔ جس زمانے میں آپ عالم تھے، آپ دانشور تھے، آپ سینا و فارابی تحقیق کر رہے تھے اس زمانے میں یورپ Dark ages میں تھا۔ اندھے اور تاریک رستوں کا مسافر تھا اور اس وقت جب کسی کو سرورد ہوتا تو وہ دم آچنے جاتے۔۔۔ ویسے انکا حال اب ہم میں آیا ہے We reverse the situations پہلے ہم عالم تھے اور وہ جاہل تھے۔ اب وہ عالم بنے ہوئے ہیں اور ہم جاہل ہیں۔ ہمارے پاس میراث اسی طرح موجود ہے قرآن اسی طرح موجود ہے، انہوں نے قرآن کا خدا چھوڑ دیا، رسول چھوڑ دیا، اصول پنانے کی کوشش کی۔ اصول بھی ان کے پاس نہیں تھے، اصول بھی انہوں نے مسلمانوں سے borrow کر لیے۔ اب کہنے کی بات یہ نہیں ہے کہ ہم مسلمان اس بات پر مان نہیں کرتے کہ ہم نے کو علم دیا، ہمیں اس بات پر افسوس کہنا چاہیے کہ ہم نے اپنا علم ترک کر دیا۔۔۔ خواتین و حضرات! جب سر میں درد ہوتا، پادری کے پاس جاتے بالکل اسی طرح جیسے آپ کے ہاں کوئی تھوینڈ نکال لیا، بحر نکال لیا، آئینہ نکال لیا، غلات یہ تھا کہ سر میں کل ٹھوگو۔ سر میں کل ٹھوگ دی۔ نہ مرض رہا نہ بندہ۔۔۔ حساب بھی صاف ہو گیا۔ demons گئے، شیطان گئے، پیچھے والوں نے سکون کا سانس لیا۔

خواتین و حضرات! اس عالم میں جو وہاں کا مولوی تھا، جو وہاں کا راہب تھا، جو Roman Catholic Priest تھے انہوں نے دو سرٹیفکیٹ تیار کیے ہوئے تھے۔ ایک پانچ پنڈ کا تھا، ایک دس پنڈ کا تھا۔ اگر ایک غریب آدمی جیو پار! تجھے بڑی جت نہیں مل سکتی، چھوٹی جت پانچ پنڈ میں ملے گی، دس پنڈ میں بڑی جت کا ٹکٹ بیچتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب قسطنطنیہ کا زوال ہوا۔ سلطان محمد فاتح Asia Minor سے نکل کر Roman Eastern

ہیرمال مسلمانوں کے اس علم و حکمت کے سال سے تحریک اُٹھائیے علم شروع ہوئی۔
That's the story of the Europe جو کچھ بھی ہوا
civilization نے کچھ share کیا مگر خواتین و حضرات! اللہ تعالیٰ نے جب قرآن دیا تھا، جب اصول حکمت
مطافرمائے حق تو ایک بڑی عجیب بات تھی کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں نے نابین اور قح
نابین کے بعد قرآن مجسم کو براہ راست سمجھنا چھوڑ دیا۔ کسی نے حضرت ابی عباسؑ سے پوچھا تھا
کہ آج تو تم زندہ ہو، اساتذ زمانہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں باورِ قرآن کی بنا رت
دی ہے آپ علم قرآن میں ہم سب سے آگے ہیں..... بڑے بڑے صحابہؓ بھی ابی عباسؑ سے
مشورے لیتے تھے... کل جب آپ نہیں ہوں گے تو ہم قرآن کہاں سے سیکھیں گے؟ فرمایا

”الْقُرْآنُ يَفْسِّرُهُ زَمَانَةٌ“

(مرزا قرآن کی اپنی تفسیر کرے گا)

خواتین و حضرات! یہ ہونہ سنا اور حق مائیں کے بعد مسلمان علماء نے اپنے اپنے استادوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بہتر سمجھنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں سے یہ سب سے بڑی حماقت ہوئی۔ ایک دفعہ سید امیر المومنین عمر بن خطابؓ بیٹھے تو ایک شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سنایا تو وہ شخص بولا مگر فلاں جگہ فلاں فقیر تو یہ کہتا ہے۔ آپ نے کوڑا اٹھایا اور دوا سے مارے۔ آپ نے کہا، بد بخت میں تجھے اللہ اور رسول ﷺ کی بات بتا رہا ہوں تو انکے جواب میں مجھے فقیر کی بات بتا رہا ہے یعنی جب Preferences of knowledge ماقص ہو جائیں، جب Preferences of authorities ماقص ہو جائیں تو علم ماقص ہو جائے گا، جب خدا اور رسول ﷺ کی بجائے ایک کٹر روپہ سکولوں کے راہنما آپ پر غالب ہو جائیں گے تو علم کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ پچھلے تیرہ سو برس سے انسج مسلمہ کا یہ المیہ ہے کہ آزاد فکر نہیں رہی، آزاد سوچ نہیں رہی، قرآن بند کا بند جزو دانوں میں پڑا رہا اور ہم لوگوں نے صرف ایک قسم کا لسانی سنی سیکھا، اپنے ہی جیسے کسی اور شخص سے سنی سیکھا، ہم نے براہ راست تعلیم و رشد و ہدایت کا یہ chapter close کر دیا، نہ ہمیں قرآن سے شغف رہا، نہ ہمیں غور و فکر کی اس ملاحت سے شغف رہا جو اللہ نے ہم پر لازم قرار دی تھی اور ایک مرض حملہ مسلمانوں میں پھیل گیا کہ بغیر غور و فکر کے خدا مان لیا، blind faith ماں باپ کی طرف سے آئی ہوئی نعت کو آخری سمجھ لیا۔ ماں باپ مسلمان تھے سو ہم مسلمان ہیں، سو ہندو کے کفر ہندو ہے۔ تمام لوگ اپنی جگہ satisfy ہو گئے، جو جس کے فریڈا ہوا "رانا نہ ب قبول یا۔ بھلا اب خدا کو کیا؟

یورپ میں لوگوں نے براہ راست اس چیز پر ضرب ماری scientific intelligences نے کئی قوانین عیسائیت define کر دیئے، ان کے ہاں denial کا جذبہ ابھرا، ہوئی باکس اور Bradlaw جیسے لوگ پیدا ہوئے، secularism کو فروغ حاصل ہوا حتیٰ کہ secularism کے بانی نے کہا: If you want to be a good secularist, you have to be a good atheist جو مرضی definition ہو مگر ہوئی باکس نے کہا کہ اگر تمہیں چھائی کو لڑنا ہے تو تمہیں چھائی دین بننا پڑے گا پھر اس نے کہا کہ The difference between religion and

secularism is the difference between land and the sea جیسے سمندر زمین نہیں بن سکتا، جیسے زمین سمندر میں جا کے وجود کو چھو جاتی ہے جیسے سمندر زمین پر آئے گا تو زمین نہیں رہے گی اسی طرح religion اور secularism اکٹھے نہیں چل سکتے، جو سیکولر ہے وہ مذہبی نہیں ہے، جو مذہبی ہے وہ سیکولر نہیں ہو سکتا۔ ایک قانون کا سرچشمہ خدا کو سمجھتا ہے، علم و حکمت کا سرچشمہ خدا کو سمجھتا ہے اور دوسرا جو ہے وہ انسانی intellectual effort کو supreme سمجھتا ہے۔ دونوں میں تضاد ہے، ایک کے علم کا سینہ اپنی ذات کو موزنا ہے، ایک کا مابعدالکائنات کو موزنا ہے۔ پھر اگر ان دیکھے خدا کو کوئی ماننے والا نہ ہو تو جیسے فریڈریش نیٹش نے کہا تھا: God is dead: علم جب بڑھ گیا، عقل جب بڑھ گئی تو میٹھے نے کہا: "God is dead and mankind has thrown him out of his universe" خدا وفات فرما گئے اور انسانوں نے ان کو بڑے احترام سے اپنی کائنات سے باہر نکال دیا ہے۔ دوسرے صاحب اٹھے، anthropologist تھے، انہوں نے کہا "خدا کبھی بھی کوئی خارجی حقیقت نہیں تھا، اللہ کبھی بھی کوئی خارجی حقیقت نہیں تھا، یہ تو پیاڑ کے پھلکے تھے۔ آپ پھر ولتے جاؤ، تحقیق کرتے جاؤ، سچ میں خالی غلام نکلے گا جس میں کوئی حقیقت نہیں"۔ تیسرے صاحب بولے تو انہوں نے کہا کہ "اللہ کا وجود بغیر کسی data کے ہے۔ کوئی علمی data نہیں، کوئی تھیمہ نہ data نہیں اس لیے جوچہ بھی بغیر کسی logical construct اور data کے ہے وہ non sense ہے۔ خدا کو ماننے والے امتحانہ تعریف تو ضرور رکھتے ہیں، emotional share تو رکھتے ہیں مگر کوئی علمی ہیئت نہیں رکھتے۔"

خواتین و حضرات! یہ اس دوری کا نتیجہ تھا اور اس کے برعکس مسلم سٹارز کو پتہ ہی نہیں تھا کہ خدا کی کوئی دلیل ہے کہ نہیں ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ بڑے بڑے علمائے دین ڈرتے تھے قرآن کو ہاتھ لگانے سے بڑے بڑے سائنسدان، بڑے بڑے حکیم ڈرتے تھے قرآن کو ہاتھ لگاتے ہوئے۔ کیوں؟ کہ ان کو اپنے taboos بڑے پیارے تھے، رسم و رواج بڑے پیارے تھے قرآن رسم و رواج میں شامل تھا۔ اللہ کی کتاب سمجھا جاتا تھا، مگر مسلمان سائنسدان ڈرتا تھا، محدود بھائی ڈرتے تھے قرآن کو ہاتھ لگانے سے۔ افتخار بھائی ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ جدید ترین اطلاعات کی روشنی میں اور پلور ڈاؤر کیمبرج اور آکسفورڈ کے علماء کی روشنی میں یہ نہ ہو کہ قرآن کی آیت غلط ہو جائے۔ کم از کم اب قرآن کا ایک فائدہ تو ہے کہ "انس" کا دم پڑھ کے نیند آ جاتی

ہے۔ اب آدمی آرام سے مر جاتا ہے۔ ”الحمد“ کے دم سے یہ فائدہ ہوتا ہے۔ فلاں آیت سے آنکھوں کی بصرات تیز ہو جاتی ہے۔ ابھی اتنا یقین تو تھا۔ یہ نہ ہو کہ یہ یقین بھی اٹھ جائے، یہ نہ ہو کہ قرآن پر یہ اعتماد بھی اٹھ جائے کہ یہ دم درود کے قائل بھی نہیں جاس لیے خوف کے مارے قرآن کو پڑھتے نہیں تھے، اسے جاننے کی کوشش تو بڑی دور کی بات ہے۔ تیسرے بڑی محنت کرتے تھے پچارے۔ الگزیڈر فیڈرک کی طرح بڑی محنت۔ Watson کی طرح Double Helix پر بڑی محنت کرتے تھے۔ اب بھی وہاں جا کر بڑی محنت کرتے ہیں۔ وہاں پر وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بچپن اور تیس برس کی ریاضت کے بعد ہم نے کیا حاصل کیا۔ اک نکتہ، حکمت۔۔۔ اک معمولی سا نکتہ، حکمت حاصل کیا۔ قرآن میں کیا ہے جی! بھو! چانوا! جزوانوں میں رکھو! سچا ہوا! اللہ، اللہ خیر صلا۔۔۔ We are justifying our taboos۔۔۔ ہم نے we are always justifying our approach, our taboos اللہ کو راضی رکھا ہوا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نکل آیا تو ہم کہہ سکیں گے کہ نماز پڑھ لی تھی، چم چاٹ لیا تھا اور کیا کرتے؟ حقائق پر تو پورا ہی نہیں اتار رہا تھا۔ اسی لیے اللہ میں اُٹھو ہو گیا، قیامت کے دن نکل ہی آیا تو پلو پھر قہوڑی بہت justification تو ہو ہی جائے گی کہ دل سے تو نہیں مانا ٹھیک ہے مگر رسم و رواج میں ہم نے تجھے زندہ رکھا جیسے مایا مافرتے نے مہاتما جھ کو بتوں میں زندہ رکھا۔ بھلا آپ ان سے پوچھو جو آرتھ میں sculpture والے لوگ مہاتما جھ کے بہت سارے بت بنا رہے ہوتے ہیں کہ اگر مہاتما زندہ ہوتے تو تمہیں داد دیتے اپنا sculpture بنانے بیٹھے؟ اس شریف آدمی نے تو خوف سے زندگی بھر خدا کا نام ہی نہیں لیا، اس ڈر کے مارے نہیں لیا کہ اس long jungle of gods and goddesses میں جو ہنود کے پاس تھا ایک طویل فہرست جو ہندوؤں کے خداؤں کی تھی۔۔۔ اگر میں کسی بھی دین کا نام لوں گا تو، it will become a part of the list اس پچارے نے اس کا نام نہیں لیا۔ اس نے نہ اسے برحما کہا، نہ شیوا، نہ وشنو، نہ اندرا، نہ کالی، نہ دُورگا کہا۔ اس نے سوچا کہ بہتر یہ ہے کہ میں خدا کی بجائے اس کیفیت کو بنام کروں، اسے کیفیت کروں تو اس نے اسے زردان کا نام دیا۔ ”شانتی شانتی ندو مانزا واما“۔۔۔ ہمارا بھی یہی کام ہے، خدا کو تو جانتے ہی نہیں ہیں، کوئی personal relationship ہے ہی نہیں جو کہے: ”اے ربی“ میرا رب، میرا رب۔۔۔ اور جب رب کی، جب اللہ کی appreciation کا سوال آ رہا ہے تو کوئی تو value آئے گی!

ماہنے کہ میں کس لیے خدا کو خدا مانوں۔ تو سب سے پہلی جو value اللہ آپ کو دیتا ہے وہ ہے
 ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“

خواتین و حضرات! ربو بیت ایک پہلو ہے۔ میں جو انسان ہوں میں کہتا ہوں کہ میں
 اپنا رزق خود سماتا ہوں، میں محنت کرتا ہوں، میں نے ڈگری لی ہے، میں نے انجینئرنگ اور
 میڈیکل میں سال حاصل کیا ہے۔ یہ تو میرا اپنا واسطہ ہے، میں سیانا تھا، دانا و پیانا تھا مگر ادھر دیکھو
 کتاب حکیم یاکتی ہے ”مَا مِنْ ذَاتٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرُّهَا
 وَمُسْتَوْدَعُهَا كُلُّ فَيْ كِتَابٍ مُبِينٍ“ (نہیں ہے زمین پر کوئی جاندار جس کا رزق اللہ پر نہ ہو
 اور وہ جانتا ہے کہ کہاں رہے گا کہاں مرے گا۔ سب کچھ کتاب میں موجود ہے۔) اور وہ
 انجینئر ہے جو کائنات کا انجینئر ہے جسے آپ اللہ کہتے ہو وہ تو عجیب عجبات کہتا ہے اس نے کہا
 ”تم نے رزق کھایا، تم نے رزق پینا، نہ پینے تمہارے، نہ پینا تمہاری ہیں۔ ہم نے تو ایک ایک
 انسان کی مقدورہ معیادیں ایک متعین نمبر کو اس چھوٹے سے کپ میں اتارنا تھا، زمان و مکان کی
 نسبت سے اتارنا تھا۔ ہم نے اس کو plan کیا، اللہ کہتا ہے کہ ہم نے بڑی
 scientifically اور meticulously سے plan کیا، اور اس master plan میں
 ہم نے زمین کا ڈیزائن رکھا، life belt تعلق کی۔ زمین پر پہلے وہ اسباب رکھے جو اتم لوگوں کو
 چاہئیں تھے۔ کسی سفر کو اگر سایہ، شجر چاہیے تھا تو ہم نے شجر پہلے پیدا کیا پھر دھوپ پیدا کی، پھر
 اس کو پسینہ دینا تاکہ چلتا چلتا اس تک پہنچے اور درخت کے سائے میں آرام کرے۔ ہم اگر پہلے
 درخت نہ manage کرتے اور اس صحرائے کوئت میں تم چلے جاتے تو تمہیں کوئی سایہ شجر
 نصیب نہ ہوتا۔ ہم نے سارے بندوبست پہلے کیے۔ دو دن لگائے ہم نے زمین بنانے میں، اور دو
 دن لگائے ہم نے اسباب ضرورت انسان رکھنے میں تب کہیں جا کے انسان یہاں رہ سکا۔ آج کا
 انسان بھی کوئی ایسا planner موجود ہے کہ بغیر اسباب پیدا کئے ہوئے بچاری فوٹ کو ادھر بھیج
 دے؟ آج بھی کوئی ایسا مفکر اور delicate system موجود ہے جس میں آپ براہ راست
 کوئت کے صحراء میں اتار دواپے کسی چیتے کو، کسی بندے کو۔۔۔ اگر کسی کو آپ نے لندن بھیجتا ہو تو
 اسباب پہلے مہیا کرتے ہو یا چاہنا بھیجتا ہو تو پہلے اس کی معاشرت اور معیشت کے انداز مرتب
 کرتے ہو تو بھلا پروردگار عالم اگر انسانوں کی ہزاروں نسلوں کو زمین پر بھیج رہا تھا تو پہلے بندوبست
 نہ کرتا؟ کیا اس کی تکفیر ناپید آچکا ہے یہی پھینک رہی تھی کہ جاؤ مرہ، کچھ جا کے؟ کیا انسان کا بچہ

ایسے ہی آتا ہے کہ وہ آ کے از خود زمین پر سانس لے کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ پہلے نیکی تحقیق کی جاتی ہے، پہلے ماں باپ دیئے جاتے ہیں، انکے processes مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً تو کسی آپ میں سے کس نے ماں کو چنا، کس نے باپ کو چنا، کس نے بہن بھائی چنے، کس نے خاندان چنا؟ کیا یہ پہلے سے arrange نہیں ہے؟ کوئی دعویدار...؟ اور پھر یہ تو سنو! آپ تو بس چند دنوں پہلے رزق ماننے پر بڑے سناڑاں ہو، بڑا ماز ہے کہ کچھ دنوں پہلے ہم نے رونی سمائی وہ بھی اس لیے کہ انجینئرنگ کی BSC یا MSC ہم نے کی ہوئی تھی۔ مگر یہ تو آپ ہو، ایک billion کی تعداد میں زمین پر، جتنا ہی زندگی ہیں ان ایک billion میں سے ایک آپ ہو۔ باقیوں کا کیا حال ہے؟ کتنے خود غرض ہو! کہ اپنے آپ تک کلمہ الہیہ کو محدود کر رکھا ہے۔ باقی کے ایک billion میں آپ تو exception ہو، غلطیہ ہو جس کو قصوراً سامعین حاصل تھا، جو شاید رونی جن کے کمار بابا ہے صابن دیکھ کے استعمال کر رہا ہے باقی جو حقوق ہے ایک billion جنس کی... اٹھارہ ہزار تو شہد کی مکھی کی قسمیں ہیں جو زمین پر موجود ہیں جن میں ایک شہد کی مکھی وہ بھی ہے جو نیپال کی ترانیوں میں کڑوا شہد جمع کرتی ہے۔ کبھی اتنی عجیب و غریب تصورات کے سچ میں آپ تو ایک ہو۔ باقی کو کون پاتا ہے؟

جب حضرت یحییٰ یوحنا کے ساتھ گزر رہے تھے تو اس کی بغل میں دو چٹلیاں دیکھیں، پوچھا یوحنا! تم نے تو کل میں ہمیں پرندوں سے بھی گرا دیا ہے۔ کبھی پرندے کے کھونٹے میں بھی دو وقت کی رونی دیکھی ہے۔۔۔۔۔ یہ ایک علامت ہے رزق کی۔ یہ علامات کائنات و زمین و آسمان میں کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا اور اس سے ذرا اوپر اٹھ جائیے! کائنات بالا میں جائیے! یہ اٹھارہ ہزار اٹم جو سورج کی ایک سیکنڈ کی فوٹو اک ہے جس کی تو لامائی سے سورج زندہ ہے، اس کو کیا آپ یہ سلسلہ زندگی دیتے ہو؟ یہ جو چاند ایک اندھ کی طرح سورج سے بصیرت مانگ رہا ہوتا ہے اس کو کیا آپ یہ بصیرت مہیا کرتے ہو؟ خواتین و حضرات! اسی لیے وہ کہتا ہے: **اَلْعَمَلُ لِلّٰہِ وَبِہِ الْعَلَمِیْنَ** میں ربوبیت میں استغناء نہیں کرنا نہ کافر کی نہ مسلمان کی،۔۔۔۔۔ جو انہ ٹھیک، نہ مانے تو بھی ٹھیک۔۔۔۔۔ میں ایسا رب ہوں کہ میں ربوبیت کا صلہ کسی سے نہیں مانگتا۔ یہ اس کی پہلی شان گرامی تھی۔ کہتے ہیں تم (مسلمانو!) بہت دیکھ کر تے ہو ماکہ کافروں کے بازار بھرے پڑے ہیں، بڑی بڑی شانداران کی markets ہیں۔ گزرتے ہوئے مزہ آ جاتا ہے، شیشوں کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، شرم آتی ہے اپنے محلے کے وہابیات قسم کے دکاندار کے پاس جاتے

ہوئے۔ دیکھو، ٹر ایک کار کے سامنے ایک آدمی چلا جائے، اس کی تیز روشنی پڑے تو آنکھیں
چندھیا جاتی ہیں۔

نظر کو نہ د کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنائی مگر جھوٹے نگوں کی ریخہ کاری ہے
پروردگارِ عالم نے اس نظام کو بنا کر اس کی بنیادِ علم و حکمت پر رکھی اور اپنے اوپر ماز فرمایا کہ میں علیم
ہوں، میں حکیم ہوں اور صرف یہ نہیں کہ میں علیم و حکیم ہوں بلکہ فرمایا
”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ“
جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔
”وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“
اور جسے میں نے حکمت عطا کی اسے بھرپور عطا کر دی۔
”وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ“

مگر بہ قسمتی کیا ہے کہ اہل عقل کے سوا مجھے کوئی یاد نہیں کرتا۔
عقل جو حکمت کا بنیادی اصول ہے، جو اس کا drive motive ہے، حکمت کے پیچھے
جو drive motive ہے وہ عقل ہے تو خواتین و حضرات! عقل کو ہم اصول کہتے ہیں۔ حکمت
کو ہم اس کا use کہتے ہیں۔ حکمت by product ہے جس عقل کی، اس علم کی جو آپ حاصل
کرتے ہو، جو اللہ آپ کو عطا کرتا ہے اور حکمت execution کے معنی میں آتی ہے یعنی اگر آپ
کے پاس MBBS کی ڈگری ہے تو وہ علم ہے مگر جب لوگوں میں استعمال ہوئی، execution
ہوئی تو یہ حکمت کہلائے گی۔ بسا اوقات حکمت maturity of wisdom کو بھی کہتے ہیں۔
اعلیٰ ترین wisdom کا معیار آسمانوں میں صرف ایک ہے۔ کئی مرتبہ آپ نے عنوان قرآن
پڑھا ہوگا تو جو واحد و الاحد اس کے ساتھ لگاتے ہیں وہ ”قرآن حکیم“ لگاتے ہیں۔ یہ کتاب علم و
حکمت ہے۔ بھلا کیوں؟ دیکھئے قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے ”الزّٰو“۔ اس کا لہجہ ہے ہم نے ”الزّٰو“
میں تین چیزیں جمع کی ہیں ”الف“ اللہ کا ہے، ”ل“ لوہے محفوظ کا ہے، ”زّٰو“ رسالت کی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے کائنات کی ترتیب و تدوین کی، اس میں بڑے حکیمانہ رنگ
رکھے، اس کو pure scientifically arrange کیا اور ایک ایک بات کے پیچھے اصولوں
کو ترتیب دیا وہ کہتا ہے کہ یہ کائنات ہم نے اس طرح بنائی کہ چاند، ستارے، مٹی نہیں سکتے اور اُنرُمل

جائیں تو تم نہیں روک نہیں سکتے۔ اس طبعی بلاست کو اگر کوئی روک سکتا ہے تو پھر ہم ہی روک سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ تمہیں کوئی پیغام پہنچے، رسالت پہنچے۔ تمہیں یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اس بات پر متاثر ہو جاؤ کہ کل ہم زمین کی حدود سے نکلتے ہوئے، کائنات کو مسخر کرتے ہوئے اللہ پر مہم مار دیں گے۔ یہ اس لیے نہیں آیا۔ زمین پر یہ آپ کا کام نہیں ہے مگر موت کے بعد تمہیں تمہارے تصور سے بالاتر فہم دیا جائے گا مگر زمین کی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے۔ زمین کی زندگی کا مقصد qualify کرنا ہے اس آفس لینے جسے اللہ نے آپ کو زمین کے بعد دینا ہے۔ سب سے مصنوعی زندگی اس کائنات میں زمین کی زندگی ہے جسے آپ افسوس یہ ہے کہ مطلق سمجھ بیٹھے ہو۔ یہ سراسر زندگی ہے نہ یہ انصاف کی جگہ ہے نہ یہ خدا کا کریم کے قول کے مطابق تمہاری permanent place ہے۔ آرائش کے بغیر تمہیں اس میں کچھ نہیں ملے گا، ”الْكَفَىٰ سَجَنُ الْعُلَمَاءِ“ یہ تمہارا قید خانہ ہے مگر کیا عجیب بات ہے کہ

۔۔۔ لو سنئی گئی ہماری یوں پھرے ہیں دن کہ پھرے
وہی گوشہ، قفس ہے، وہی فصلِ گل کا ماتم

جب پرندہ قید کا اسیر ہو جائے، جب پرندہ اپنی قید سے ہی مانوس ہو جائے تو ایک عجیب بات ہے کہ آپ دنیا ہی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ آپ اتنے غمگین ہو گئے ہو اس قید کے۔ غلامی کا یہ عالم ہے جیسا قبائل نے کہا تھا کہ

۔۔۔ سفید قام افراغی کرے قبولِ اسلام
سیاہ روزِ مسلمان رہے گا پھر بھی غلام

بڑے بڑے دانشور مذہب کے کہتے ہیں کہ اگر زمانہ اسلام کا ہے، اگر یہ مسلمان ہو جائیں گے، نبی مسلمان ہو جائے گا، بلکہ مسلمان ہو جائے گا مگر میرا خیال یہ ہے کہ آپ پھر بھی ویسے ہی رہو گے۔ اب جو ظلم آپ پر یہ سائنس بن کر کر رہے ہیں، کل وہی ظلم (بقول ان بزرگانِ دین کے) مسلمان ہو کر کریں گے۔ کتنے مسخر کی بات ہے؟ How funny آپ حکمتِ اتنی چھوڑ بیٹھے ہو، آپ غلامی کے اتنے نادان ہو چکے ہو، ہر شخص کی غلامی کے۔ وہ قبائل نے بڑی خوبصورت بات کہی اس نے کہا اگر قرآن پڑھنا تو آزاد ہو کر سے پڑھنا، غلامانہ فکر سے نہ پڑھنا۔ کیوں؟ اس نے کہا

۔۔۔ از غلام لستہ قرآن مجھ

غلام سے لذت قرآن نہ طلب کرنا، وہ تو معنی بدل دے گا، کوئی ابابیلوں سے انکار کر دے گا، کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے انکار کر دے گا، اسے کچھ جو نہیں آتی ہوئی، کوئی آکاؤں کو خوش کرنے سے پہلے حد و اللہ کو بدل دے گا۔ یہ تو وہی لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ پہلے کہہ چکا ہے کہ غلام کی یہ عادت ہے کہ ”وَيُشْرُونَ بِهِ لَعْنًا قَلِيلًا“ (اور خرید لیتے ہیں اس کے بدلے معمولی قیمت) کبھی اقتدار سے لیتے، کبھی پیسے سے لیتے وہ آیات قرآنی پیش کرتے ہیں۔ ان کا تو علم ہی یہی کہتا ہے جو اسکی زندگی کے مقاصد ہیں، جو وہ secular ہے وہ تو یہی کہتا ہے یہی سوچتا ہے کہ کب موقع ملے اور وہ آیات کو اپنے مقصد سے لے استعمال کرے۔ تو خدا وجد کریم نے اپنے تمام علماء کے بارے میں یہ کہا اب دیکھو! کتنی serious بات کر رہے ہیں۔ فرض کرو میں آج اللہ کی بات کر رہا ہوں، فرض کرو میں قرآن کی بات کر رہا ہوں اور ناگہان عمر فاروق اٹھے کہ ایک منٹ ٹھہریے گا، ڈرامہ نے ساتھ ایک مانتے گانے کا اشتہار بھی دینا ہے۔۔۔ مہری کیا seriousness وہاں رہ جائے گی؟ مجھے کچھ کچھ نہیں آتا کہ وہ لوگ جو خدا کی باتیں کر رہے ہیں How do they tolerate this break, Ladies and gentlemen! stay for a break اس کے بعد صابن کا اشتہار آ گیا ہے۔۔۔ dramatic sense میں ٹیکسٹر کے ڈراموں میں ایک طرف بڑا اعلیٰ high serious مقصد چل رہا ہوتا ہے تو دوسری طرف clown چل رہا ہوتا ہے مخرم چل رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک technique ہے ڈراموں میں کہ ایک طرف گرا اعلیٰ روایت رکھی جاتی ہے تو دوسری طرف کسی ”ما قس کریم“ اور محلے داروں کے فضول قسم کے بتکوں کا بھی ایک chapter رکھا جاتا ہے کہ کہیں یہاں نہ ہو کہ لوگ religion کے بارے میں زیادہ serious ہو جائیں۔ اس کے مقاصد ہیں، یہاں نہ ہو کہ کسی بڑے عظیم عالم کی بات سنتے سنتے زیادہ serious ہو جائیں۔ پھر بڑے عظیم عالموں کو بھی ساتھ ساتھ تنبیہ ہے کہ میاں! ہم چانس تو دے رہے ہیں تمہیں غلیظت اور فضیلت کے ٹکراؤ کا مگر زیادہ نہ غفلت نہ کرو۔ سب پیسے کے کھیل میں ہمیں پیسے بھی مانے ہیں۔ انہیں میاںوں سے تو تم کو کم دیں گے تو بڑا دارا کو برا نہ مٹا۔۔۔!

یہ وہ طرز ادا ہے جو کم علمی، کم تعلیمی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب آپ کسی چیز کے background کو نہیں سمجھو گے تو یہ لوگ اپنے self کے نقائص نہیں سمجھ سکیں گے۔ جب یہ اپنے self کے نقائص نہیں سمجھیں گے تو انہوں نے تباہ عظیم کو کیا سمجھا جیسا لیے اقبال کہتا ہے

از غلام لکھنؤ قرآن مجید
(غلام سے لکھنؤ قرآن طلب مت کر)
گرچہ باش ملاحظہ قرآن مجید
(اگرچہ ملاحظہ قرآن ہی کیوں نہ ہو)

اگرچہ اس نے ایک ایک نقطہ ہی کیوں نہ ملاحظہ کیا ہو، اس لیے کہ خدا کا مقصد قرآن امارتے کا نہیں تھا۔ فرمایا: ”الرَّحْمَٰنُ أَوْحَىٰٓ إِلَيْنَا ٱلْقُرْءَانَ ۖ لَعَلَّ نَتَّقُونَ“ (ہود ۱: ۱) میں نے والا، بہت بڑا استاد ان ہوں، عظیم خیر، علم والا۔ میں نے یہ جو کتاب امارت ہے، اس کی ایک ایک آیت کو standardize کیا ہے۔ ”کتاب“ ”أَحْكَمْتُ“ میں نے اس کو ختم کیا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ دس سال بعد language بدل جائے گی اور ہمیں کسی بڑے specialist کی ضرورت پڑے، کسی ماضی کے specialist کی کہ بار آئے گا قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب بنتا تھا اور آج کیا بنتا ہے؟ آپ دیکھئے کہ سارے subjects میں ان departments کے علاوہ کتنے لوگ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ انگلش لٹریچر، فرینچ لٹریچر، فلاں لٹریچر ایک چھوٹے سے طبقے کے علاوہ جو اس صنف میں، اس ادب میں سال ماسل کرتا ہے اس کے علاوہ باہر کا کون بندہ انہیں جانتا ہے؟ کون ہے جو بار بار ”فلا ہیئر“ کو quote کرتا ہو، کون ”رامنٹ برادر ٹک“ کا امام لیتا ہے؟ بہت بڑے بڑے ادیب ہیں، تو لسانی، شو لو کو ف، بڑے ادیب ہیں مگر کتنے لوگوں کو ان کے نام آتے ہیں؟ یہ کتاب بائے علم جو ہیں، دانشوران مصر جو ہیں۔ ”واسع، کبیر میل روز لکھی“ کو کون جانتا ہے وہ Divine comedy کا مصنف ہے ادب میں بہت بڑا امام ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ چند ایک سیشنوں کے علاوہ ان کو کون جانتا ہے؟ مگر یہ کیا کتاب ہے لاکھوں، کروڑوں، ادب با ادب لوگوں کے درمیان موجود ہے نہ صرف موجود ہے بلکہ well understood ہے۔ یہ لوگوں کی مرضی ہے کہ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لوگوں کی مرضی ہے کہ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں اور نہ ہی کام مرکز رکھیں یا اس کو غور و فکر کی اساس بنائیں۔ خدا اپنی طرف سے یہ کہہ رہا ہے کہ ”کتاب“ ”أَحْكَمْتُ إِلَيْنَا“۔ ”ہم نے ایک ایک آیت کو پرکھا ہے، جانچا ہے تو ازن میں رکھا ہے علم و حکمت میں رکھا ہے زمانوں کے معیار میں رکھا ہے، قدیم اور جدید پہلے رکھا ہے جو آیت پھر وہ سو برس پہلے کسی کو سمجھا آئی، آج بھی وہ آیت اس طرح اس کو سمجھ آئے گی۔

خواتین و حضرات! آپ سوچتے ہوئے کہ لوگوں میں اس وقت علم نہیں تھا، آپ نے
 چھپیں! تھوڑی سی علامت بدل کر دیکھیں۔ میں آپ کو دو احادیث سناؤں گا۔ اس میں علامت
 بدل گئی۔ اب دیکھئے گا کہ یہ سائنس بے لایا ہے؟ آپ سمجھتے ہو کہ سائنس بہت بڑی بات ہے۔
 آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جہاں اللہ نے بہت ساری اچھی چیزیں پیدا کیں وہاں حکمت میں جو
 sciences کی تحقیق کی وہ بھی انسان کیلئے کی۔ اس کو یہ طریقہ پسند تھا۔ جانتے، سوچتے اور
 پرکھنے کا طریقہ پسند تھا۔ اس نے پندرہ سو برس پہلے declare کیا کہ میرے بہترین بندے
 صرف وہ نہیں جو خالی صبیح کرتے رہتے ہیں۔ اس نے کہا: میرے بہترین بندے وہ نہیں جو صبح و
 شام نمازی پڑھتے رہتے ہیں۔ اس نے کہا: میرے بہترین پسندیدہ بندے وہ نہیں جو روزے ہی
 رکھتے جاتے ہوں۔ غور کرو اس نے کیا کہا؟ ”سرفع کز جہت من نشاء“ جس کے چاہتا ہوں
 درجے بلند کرنا ہوں، ”و فوق کل ذی علم علیہ“ (اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے)
 ترجیحا سو پروردگار تو آپ کو اس آیت میں نظر آگئی ہیں۔ اب یہ عبادات ظاہرہ میں اتنی تبلیغ...
 بھی مان لیا ہم سنا سکتے ہیں، اب تو شرم آتی ہے کہ شاید پانچ وقت نماز کو پڑھ لینا سنا ہو گیا ہے
 کیونکہ مقلد لوگ جو بہت پیٹھے ہیں۔ لوگ بڑے منگی ہو گئے ہیں، مارل سے بے ہند و حساب...
 ایک صاحب نے فرمایا: ”ہمارے شیخ و مرشد نے سترہ دن سے نہ کھانا کھایا، نہ پانی پیا، تو میں نے
 کہا ”آپ کے درو دیوار میں (سوراش) سوری تو نہیں ہے، اسے بند کرنا پڑے گا۔ یا امر تو محال
 ہے مگر چپک کر پڑے گا کہ یہ جاننا ہی ہو کیسے رہی ہے سترہ دن سے کیا یہ بوجھا تک رہے ہیں؟
 کیا کر رہے ہیں؟

جتنے بھی سکول بنے ہوئے ہیں ان میں اتنا ایلاٹ ہے تھوٹی گا، نماز کا... بھی ادا
 پریش ڈال دیا تم نے نماز، روزے کا... نماز روزہ کتنی چیزیں ہیں؟ پانچ وقت نماز ہے۔ مسلمان
 کے نماز پڑھنے میں یقین پاؤ! نہ اسکا عقیدہ حائل ہے، نہ اسکا secularism حائل ہے۔ کوئی
 چیز نہیں حائل، مگر صرف سستی حائل ہے۔ مسلمان کے نماز پڑھنے میں اسکی preference اور
 سستی حائل ہے۔ اسکے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ وہ اس بات کو مانتا بھی ہے۔ پچاڑا جلی کو ذرا
 بوڑھا ہو گا، دانستہ گر جائیں گے۔ جب بھیڑ یا بوڑھا ہو جائے تو mystic ہو جاتا ہے۔ آپ
 کو پتہ ہے، ہر بوڑھا بھیڑ یا صوفی ہوتا ہے جس طرح ہر سول سروس کا اتر ہو ابندہ صوفی ہوتا ہے
 اور آج تک ماسٹا واللہ صوفیا کی ایسی لائن تھی ہے کہ۔۔۔ یوسف صلاح الدین صاحب جنرل

سکڑی ہیں صوفی ازم کے آپ سب جانتے تو ہیں انکو۔۔۔ اب اگر اس قسم کے صوفیاء کی لائن
 لگ جائے تو ظاہر ہے کہ confusion تو ہوگا۔۔۔ کسی زمانے میں ہمارے ہاں ایک رجحان اٹھا
 تھا، بڑا مادی و روزگار قسم کا کہ ایمان تصوف کے مقابلے میں نئی قسم کا تصوف اٹھا تھا،
 communist تصوف یا یوں سمجھو کہ Secular تصوف تھا، اب یہاں کا اندازہ ہو رہا ہے تو
 پوچھا جاتا کہ یہ قسم کا تصوف ہے جو کہ آپ promote کر رہے ہو؟ تو کہتے تھے This is
 flesh, But mysticism of flesh, کیا ہے کہ یا flesh جو مانگ رہا ہے اسے بھی تو پورا کیا ہے۔۔۔ Existential philosophy یا فلسفہ
 وجودیت کا بنیادی خاصہ یہ تھا کہ وجود کو روح پر فضیلت حاصل ہے، وجود نہ ہوتا تو روح نہ ہوتی۔
 ادھر ڈیکارٹ وغیرہ جیسے کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ روح کو وجود پر فضیلت حاصل ہے۔ ان دونوں
 کے بیچ میں سے mysticism of flesh نکل آیا۔ بھئی! ہاں، یہ دیکھ لو گوشت بھی تو پاتا ہے
 ۔۔۔ 1۔ پینٹ پاتا ہے باقی جنونی شرائط بھی پوری کرتی ہیں تو یہ اصل میں تسلیم کرنا، اپنی راہ کو
 چھوڑنا ہے۔ اپنے آپ کو چھوڑ دو، جو دوسرے نہیں زمانہ لے جاتا ہے جو دوسرے نہیں وجود لے جاتا
 ہے۔۔۔ اصل میں exactly انہوں نے قرآن کی وہ آیات پوری کر دیں کہ: ”الَّذِينَ آمَنُوا“ اللّٰہِ وَلِیَّ اٰیْمَانٍ کَادُوْست ہے۔ ”یُخْرِجُوْهُمْ مِّنَ النُّوْرِ“ انہیں
 اندھیروں سے نکال کے روشنی کو لے جاتا ہے۔ ”وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا“ اُولٰٓئِہِہُ السَّعٰوْثُ
 ”یُخْرِجُوْهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی السَّعٰوْثِ“ اور اہل کفر شیطان کے ولی ہیں، یہ نور سے جہالت کو
 جا رہے ہوتے ہیں۔

خواتین و حضرات! یہ mysticism of flesh اس وقت شیطان کے اولیاء
 کا نیا مسلک تھا کہ شراب کیوں resist کریں، ڈرگز کو کیوں resist کریں؟ تمام چیزیں قبول
 کرو۔ اس فلسفے کی اتباع کرنے والوں میں سے ہمارے بہت سارے دوست بچا رہے اب زندہ
 ہی نہیں بچے جو اسکا انجام ہمیں بتاتے۔ They died early وہاں تجربات کی ہیجینٹ چڑھ
 گئے اور وہ جو ادھر کے لوگ تھے جنہوں نے شاید اللہ کے رستے میں کوئی تھوڑی بہت سی اپنی
 ممانعت اختیار کی وہ نئی بچا کے آپ کے سامنے پہنچ گئے۔ ہر زمانہ آپ کے اعتقاد کا امتحان لیتا ہے۔
 یقین پاؤ آپ وہ کمزور خیال لے کر آگے نہیں بڑھ سکتے جو under question رہ گیا، کبھی
 نہیں آگے بڑھ سکتے۔ It has to be tested through time and

space جو نظر یہ زمان و مکاں کی مار سہ گیا وہی نظر یہ آخر تک زندہ نظر رہتا ہے جو blind faith ہے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

علم و حکمت کی بنیاد پر آپ کے وہ اعتبارات جن سب سے آپ کے پاس دلیل ختم ہے، خیال ختم ہے، حکم ختم ہو گیا ہے وہی آپ کے بڑھ کر آپ کو قبر کی تجانیوں تک مشعل نور عطا کرتے ہیں۔ اس کے بغیر کوئی idea آپ کے نہیں چلا ورنہ پھر insomnia ہے اور Alzheimer ہے اور قبر تک آپ ایسے پہنچ گئے جیسے قرآن حکیم نے ایک بڑی خوبصورت مثال دی ہے کہ یہ اپنی قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے کسی دے روح نے انہیں چھوڑا ہے۔ ”الَّذِي يَتَّبِعُ طَرَفَ الشَّيْطَانِ مِنَ الْفَسَقِ“ (بقہ ۲۷۵) (جس کو شیطان نے چھو کر دیا نہ بنا دیا ہو۔) قبروں سے تم ایسے اٹھو گے جیسے تمہیں ہر روحوں نے چھو رکھا ہے۔ یہ سوڈن خور ایسے اٹھے گا، secular ایسے اٹھے گا It's a big too late now to revise and rethink This is the time کا اپنے اعتقاد کو revise کرو اور یہی وقت ہے کہ سوچو، غور کرو کہ کن اشتہامات کے بنا پر آپ دنیا میں خواہش اور ہوا کے پیچھے لپک رہے ہو، Don't leave any thing اچھا کھانا نہیں ترک کیا، اچھی choices نہیں ترک کیا، اچھا لباس تو بہت ضروری ہے خوبصورت بوجے پہن گئے تو رسول اللہ ﷺ کی دعا پہنچے گی کہ پہنو اور ہنڈاؤ۔ مگر اپنی priorities کا خیال رکھو، اللہ کے واسطے ہر چیز نہ دو۔ بہتر چیز نہ دو تو دور میانی دے دو، متوازن چیز دے دو۔ اگر اپنی عمر اول نہیں دے سکتے تو عمر آخر بھی نہ دو۔ وہ بوڑھے نکلے، بے کار خدا کے کس کام کے۔۔۔؟

"Sans taste, sans teeth, sans everything"

کان نہیں، آنکھوں میں کچھ نہیں، دانت رہ گئے ہیں۔ اب یہ بوڑھے بھیز پئے جو ہیں، یہ اللہ کی طرف آ رہے ہیں۔ خدا کو چھوڑ نہیں Don't give a blind faith کہ تم ساری زندگی اس عمر بیکار کو دنیا کے حوالے کر کے گھٹیا سی lesser priority کے حوالے کر دو۔ پاس بچپن سال کے ہوئے، تو دنیا نے کہا جاؤ میاں گھر چھوڑو اب آپ فائنٹ وائٹ نہیں کر سکتے۔ Give this chance to a more alert youngman, go home رہنا زبوں نے، عمر آئے۔ اچانک خیال آیا کہ میں تو Main priority بھول گیا ہوں، بچے بڑے رہے ہیں، ساری زندگی ان کو کہا جو کچھ نہیں، مثال جو کوئی نہیں دی۔ اب اٹھو سیدھے moral

lesson دینے شروع کر دیئے، لہذا پکڑا، مقلی تھا، بڑے میاں اب اٹھ نہیں سکتے اپنی مرضی سے تو سوچا چلو یہ وقت اللہ کو دے دیتے ہیں۔ کیا بے کار چیز ہے کیا بے کار عمر ہے جو آپ اللہ کے حوالے کر رہے ہو۔ آپ سمجھتے ہو کہ خدا نگران نہیں ہے اس چیز کا کہ بہترین عمر کا کارہ ترین ترجیحات کے پردہ کر کے اب آپ یہ بے کار وجود لے کر کائنات کی سب سے بڑی ترجیح کے سامنے آئے ہو۔ نہ وہ ذہن ہے نہ دماغ ہے نہ عقل ہے نہ وجود ہے تو خدا اسکا بڑا مٹانا ہے، بہت بڑا مٹانا ہے۔ یہ یاد رکھنا! اس عمر آخر کے ایمان اور اسلام کا بہت بڑا مٹانا ہے۔ وہ تو تحقیق اور جستجو کا رب ہے وہ حکمتِ عالیہ کا خدا ہے۔ جس عمر میں حکمت ہی نہیں رہی، نہ talent ہے جس عمر میں آپ مینکس پائے ہو زندگی سے، اخلاقی قدروں سے، اختیار سے مینکس پائے ہو۔ تب آپ اللہ کے سامنے کیا لے کے آئے ہو؟

۔ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو نگر نہیں آتی

میری دی ہوئی نعمتوں کے جواب میں یہ وہ تھا ہے جو مجھے لیا رہے ہو؟ میرے عام پرگلی مزی سمجھو۔ تو سن لو! آج تو میں معاف کرنا ہوں، تمہیں علم جو دینا ہوں مگر اگر تم اپنی بہترین چیز کے بارے میں بخیل ہو، تو نہ وہ مگر بہترین بھی میں نہیں قبول کروں گا۔ کم از کم بہتر اور متوازن چیز میرے لیے دو۔ خود تو مرفحہ کھانوں کی سوغات لئے پھرتے ہو اور اللہ کے کام پر دینا ہو تو مان پر تھوڑی سی دال چڑکی اور حوالے کر دیا۔ اونٹنک بختو! کچھ تو لانا کرو، چلو کچھ تو بہتر خوراک دے دو، ایک دن وہ چیز اللہ کے کام پر کھانے کو دے دو، جو خود کھاتے ہو۔

وہ صلابہ دلیل رب ہے صاحبِ علم خدا ہے حکمت اُس کا ایک ذریعہ ہے۔ ذریعہ امتساب ہے۔ میں صرف تھوڑا آپ کو اس عظیم و عظیم رب کے دو واقعات حدیث میں سناؤں گا۔ آپ خود مجھے بتاؤ کہ آپ ان سے خدا کے بارے میں کیا guess کرتے ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا ”مجھے اتم بانی کے کمر سے اٹھایا گیا۔“ (یہ شبِ معراج کا واقعہ ہے۔) مجھے اتم بانی کے کمر سے جبرائیل نے اٹھایا، پھر مجھے لے کر ایک درخت نما جگہ پر آئے۔ اسٹاپ اور کاسا راصہ سبز تھا اور اس کے نیچے کا حصہ آگ کا بنا ہوا تھا۔ پھر جبرائیل امین نے مجھے اس میں داخل کیا۔ اس میں بیٹھے کی دو جگہیں تھیں۔ ایک پر مجھے بٹھایا ایک پر جبرائیل خود بیٹھے۔ پھر انکی سے اشارہ کیا۔ براق چنبٹا اور اس کے سنوں سے آگ نکلی اور پلک جھپکتے ہوئے وہ آسمان کی پٹائیوں میں گم ہو گیا۔“

خواتین و حضرات! درست کی جگہ ذرا کوئی cosmic helicopter رکھ کے تو سوچو، سمجھ آتی ہے بات آچکے صرف علامت بدل لو کیونکہ اس زمانے میں تو درست ہی کہہ سکتے تھے مگر دیکھو تو کسی کہ یہ کیا ہے؟ یہ وہ vehicle (سواری) ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کیلئے بھیجا گیا۔ cosmic helicopter ہے جو آسمانوں سے اترتا، جس کے پاؤں آگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ fuel نیچے ہی ہوتا ہے، آگ کا ہوتا ہے جس کے اوپر سر بہر درست کی طرح چھاؤں پڑی ہوئی تھی۔ یعنی اس کا اوپر کا حصہ بہر تھا، اس کے اندر روٹینس بنی ہوئی تھیں۔ یہ مخصوص پہلی کاہر ہوا جو آیا ہوا تھا۔ "تو اس کی ایک سیٹ پر مجھے بٹھایا گیا، دوسری پر جبرائیل امین بیٹھے پھر انکسٹ مبارک سے اشارہ کیا۔" (کوئی جن دہایا ہوا تھا۔۔۔) "اور دیکھتے ہی دیکھتے براق کے پاؤں سے شرارے نکلے اور وہ آسمان کی پٹائیوں میں گم ہو گیا۔" اگر آپ براق کا وہ تصور تیار ہو جو تارے ہاں ہے جو common مولوی پیش کر رہا ہے کہ یہ ایک گھوڑا تھا جس کا منہ پری کی طرح تھا یعنی حضور ﷺ گھوڑے پر بیٹھے، جبرائیل گھوڑے پر ساتھ پیچھے بیٹھے۔ حدیث تو کچھ اور کہہ رہی ہے۔

اب دوسری حدیث ذرا دیکھئے پھر آپ کو تھوڑی بہت glimpse ملے گی اور آپ کے system کی یا اگر آپ سائنس کے بندے ہو، تو اس سے بڑا سفاک sophistication سوچ کی sciences میں ہے۔ اگر آپ کے پاس F-Thunder ہے، اگر آپ کے پاس یہ معمولی سا F-16 اور 15 موجود ہے تو ظاہر ہے کہ جو اللہ کے پاس ہیں، جو اس نے اپنی کارگزاری سے delicate اور superior instruments بنائے ہوئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ delicate اور superior ہیں مگر آپ کو نظر نہیں آتے۔ اللہ کے وہ محافظ آپ کو نظر تو نہیں آتے جو خدا کہتا ہے کہ میں نے تمہارے دونوں طرف بٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر میں یہ نہ بٹھاؤں تو شیاطین تمہیں ہواؤں میں اچک کر لے جائیں۔ اس نے ہر بندے کے ساتھ دو گارڈز رکھے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اندازہ کرو کہ چار ب دنیا میں لوگ ہیں، چار ب دنیا کے بارہا ب محافظ بھی اسی دنیا میں ہوتے ہیں جو ہر وقت ہر آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس population کیلئے مکان نہیں چاہئیں ہوتے لیکن وہ صبح شام آپ کی خدمت کرتے ہیں کیونکہ جو آپ کا اصل دشمن ہے وہ invisible ہے۔ شیاطین بھی آپ کو نظر نہیں آتے۔ قرآن حکیم کہتا ہے تم سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ تمہیں دیکھ لیتا ہے اور اگر ہم محافظ مقرر نہ کریں تو یہ تمہیں نوٹ کر کھا جائیں۔ تم پر اللہ کی یہ رحمت ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ اگر تم انہیں دیکھ لیا، تو تم ایک ہل زندگی نہیں گزار سکتے، خوف اور ہراس کے مارے

آپ کو پتہ ہے کہ Louis Pasteur کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے spontaneous growth کی تھیوری reject کر دی تھی کہ spontaneous growth کوئی نہیں ہوتی، ہر چیز کی وجہ ہے ہر چیز کا جرثومہ ہے ہر چیز کا cause and effect ہے۔ اس پچارے کو جرثومہ دیکھنے کی عادت پڑ گئی۔ اتنی عادت پڑ گئی کہ جب اس نے پانی دیکھا جو وہ پنی رہا تھا تو خوف کے مارے اس کی جینیں نکل گئیں کہ یہ کیا ۹۰۰ & billions کا جرثومہ حیات کے اس نے مناظر دیکھے، جب اس نے اپنے منہ پر ہاتھ بھرا تو دیکھا کہ کوئی پندرہ بیس کروڑ جرثومے اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ وہ ہر وقت پچارہ خوف کے مارے خورد بین ساتھ رکھتا تھا۔ جب وہ کھانا کھانے لگا تو خورد بین سے پتہ لگا کہ میں کھانے کی بجائے جرثومہ کی فوج منہ میں ڈال رہا ہوں۔ وہ اتنا پانگل ہوا کہ اسے جرثوموں کا obsession ہو گیا۔ پچارہ اسی obsession میں مر گیا۔ اگر آپ کی آنکھ کھول دی جائے، ان چیزوں پر جو آپ کے ارد گرد ہیں تو پرالیم ہو جائے۔ یہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ انسانی آنکھ پر اس نے vision بند کیا ہوا ہے۔ مگر یہ سچ کی آنکھ پر کھولا ہوا ہے، مدھکی آنکھ پر اس نے کھولا ہوا ہے۔ جو آپ کی آنکھ پر بند ہے وہ سچ کی آنکھ پر کھلا ہے۔ کتا شیطان کو دیکھ لیتا ہے اور مدھکشی شیطان کو دیکھ کر بڑبڑاتا ہے۔

یہ ساری کوئی غیر معمولی باتیں نہیں ہیں۔ ہر جانور کی کوئی نہ کوئی حس آپ سے زیادہ اور کوئی حس آپ سے کم ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ نے یہ حکمت رکھی ہے کہ وہ مجموعی طور پر آپ سے اس لیے کم ہے کہ اسے عقل نصیب نہیں ہے۔ تو میں دوسری ایک مثال پر اختتام کر رہا ہوں، اس پر غور کیجئے گا۔ حدیث رسول ﷺ ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ’’کہ موت ایک درخت کی طرح ہے جس پر لاقعد ادبے ہیں۔ پھر ایک ہٹا گرتا ہے، اس کا اوپر مرنے والے کا امام مقام ہر چیز درخت ہوتی ہے، پھر اس کے نیچے لٹک کر فوت کھڑی ہوتی ہے، پھر لٹک کر اس پتے کو اٹھاتے ہیں۔ جو امام پتہ کھٹا ہوتا ہے وہ اس کو با کے وہاں سے پکڑ لیتے ہیں اور اس طرح موت واقع ہوتی ہے۔‘‘

خواتین و حضرات! یہاں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جو اس وقت local image تھی وہ درخت کی تھی مگر آپ اسے کپیچر سے بدل دیجئے، ایک بڑا computer جس میں کارڈ punch ہو رہے ہیں، کارڈ نکل رہے ہیں، نیچے بہت بڑا آفس ہے لٹکے گا۔ جب کارڈ punch ہو کے باہر نکلتا ہے، یہ نکالتے ہیں، امام پتہ اٹھا کے چلے جاتے

ہیں اس محلے میں ... مجھے ایک لٹیف بھی یاد آیا کہ ہمارے ساتھ ایک جگہ ہے جسے ہم ڈھوک حیات مل کہتے ہیں۔ انہیں ایک آدمی مر گیا، حیات مل مر گیا۔ جب سے نبلا دھلا کے آگے لے جا رہے تھے تو پانک اس کی آنکھ کل گئی ... This is a factual incident وہاں آنکھ کل گئی، وہ آنکھ کھڑا ہوا۔ جب وہ آنکھ کھڑا ہوا تو لوگ پہلے تو بڑے پریشان ہوئے، چھین مار کے ادھر ادھر بھاگے کہ یار یہ تو بھوت بن گیا ہے مگر جب اس نے کہا، نہیں نہیں، میں زندہ ہوں، تم ذرا ساتھ والے گاؤں کا حیات مل دیکھنا زندہ ہے کہ مر گیا۔ اس نے کسی کو بتایا ... وہ گیا، ادھر اس نے دیکھا دیکھا، وہاں آیا تو جس وقت اس کو ہوش آیا تھا، اس نے ماتم نوٹ کیا ہوا تھا، اسی وقت وہاں دھڑکیا تھا۔ اس نے پوچھا: ”تجھے کیسے پتہ لگا؟“ What happened to you کہنے لگا ”یار! میں تو مر گیا تھا۔ مجھے دو آدمی لے کے جا رہے تھے صحرا میں ... بہت بڑا صحرا تھا ... مجھے بڑی سخت پياس گئی۔“ میں نے کہا ”یار! پانی تو پلا دو۔“ ایک نے کانٹہ نکالا، کہتا ہے ”یار! تو نے تو زندگی میں کسی کو نہیں پانی پلایا ہوا۔“ تجھے پانی نہیں ملے گا۔“ پھر اس نے کہا ”غیر جا ذرا! غیر جا!“ پھر دوسرے نے دیکھا ”یار! ایک دفعہ اس نے ایک رشتہ دار عزیز کو دودھ کا گلاس پلایا تھا“ تو پھر انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ پانی نہیں مل سکتا، ہاں، تجھے دودھ کا گلاس مل سکتا ہے۔ کہتا ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے صحرا میں ایک گائے پیدا ہوئی، پھر ایک گلاس پیدا ہوا۔ انہوں نے دودھ دو بار دودھ کا گلاس انہوں نے مجھے دیا کہ یہ پی سکتا ہے تو پانی نہیں پی سکتا۔ کہتا ہے اس کے بعد یہ ہوا کہ وہ مجھے لے کے ایک بہت بڑی بلڈنگ میں گئے، بڑا رش تھا، لوگ جا رہے تھے، جگہ جگہ ٹھیل لگے ہوئے تھے مجھے لے کے وہ ایک ٹھیل کے پاس آئے اور کہا کہ حضور! یہ حیات مل آگیا ہے۔ ٹھیل والے نے نظر اٹھا کے دیکھا: ”اوئے چہ بختو! کینو!“ ... ساتھ اس نے کوئی ٹائل دیکھی ہوئی، ... ”او! یہ کس کو لے آئے ہو؟ یہ تو وہ حیات مل نہیں ہے۔ جاؤ! جاؤ! اسے چھوڑ کے آؤ! دوا نکال! حیات مل ہے۔ یہ تم سے کیا غلطی ہو گئی؟“ وہ کہتا ہے کہ بس اس کے بعد وہ فوراً گھبرا گئے۔ وہ بھی بھاگے۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ مجھے ہوش آگیا اور مانکیال کا حیات مل فارغ ہو گیا۔

خواتین حضرات! آپ کو پتہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس نے کیا کیا؟ پانی کی وہاں بڑی قلت تھی، اس نے ڈھوک حیات مل میں ایک بڑا کنواں کھدوا لیا۔ سارا دن کنویں کے کنارے بیٹھتا تھا، خود پانی نکالتا تھا، ہر آتے جاتے کو پانی دیتا۔ کہتا ”یار! please یہ گلاس پی کے جاؤ۔“ میرا تجربہ یہ ہے کہ مجھے وہاں اسلئے پانی نہیں ملا تھا کہ میں نے زندگی میں کسی کو پانی نہیں پلایا تھا۔“

سوال و جواب

سوال: سوال آیا ہے کہ میوزیکل فنٹ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: وہ میوزک گر پہلے کسی فلم سے گزر گیا تو اوب بات ہے۔

میں آپ کو ایک حصہ قہقہہ کی طرف لے جاتا ہوں کہ حضور گرامی مرتبت ﷺ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں، تو مدینہ کی بچیاں دف بجاری تھیں اور ساتھ ساتھ ایک فنٹ گاری تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
وَجَبَتْ شُكْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَةِ الْوَقَاعِ
مَا ذَا عَ اللَّهِ ذَا عَ

اب آپ خود سوچو کہ میوزک بھی تھا، یہ دف بھی بجاری تھیں اور وہ فنٹ بھی شاعری تھیں۔۔۔ یہ واقعات ایسے ہی جہاں آپ نے بھی ایسے ہی پڑھا ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ، reasonable, respectable, background جو بے موسیقی کا، جو شائستہ ہے جسے سادہ لوگ سادہ سمجھتے ہیں، وہ فنٹ کے ساتھ منع نہیں ہے۔ مگر وہ میوزک جس کو normally Jampacked کہتے ہیں یعنی ایک تو میوزک ہوتا ہے، ایک ریز ہوتا ہے، ریز جو دھواں دار عشقیہ شاعری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو پہلے کوئی بیرو صاحب بیروئن سینے گا چکے ہوں اور خاص فامی situation میں۔۔۔ تو اگر آپ اس کو فنٹ لینے استعمال کرو گے تو وہ تو میری رسالت کا باعث بنے گا، مگر جہاں تک صرف ایسے میوزک کا تعلق ہے جس کی مثال آپ کو پہلے مل چکی ہے کہ موزوں ہو، یعنی دف کو آپ دف نہیں سمجھو بلکہ It's a kind of musical instrument کہ جو اس وقت لڑکیاں بجاتی بھی تھیں اور ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی مدح بھی کرتی تھیں اور ہمیں مکمل اطلاعات موجود ہیں کہ یہ جو فنٹ اس وقت پڑھی گئی

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَةِ الْوَقَاعِ

کہ وادع کی گمانیوں سے چاند نے طلوع فرمایا اور حضور ﷺ ہمارے پاس آئے اور ہر شکر کرنے والے کو اس وقت تک شکر کرنا واجب ہے جب تک اس کی زندگی رہے کہ اللہ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صورت میں یہ نعمت عطا فرمائی۔ میرا خیال یہ ہے کہ فراط و قزینہ کے درمیان میں اس کا جواب ہے کہ نہ تو اجنبی تھی کہ سرے سے اس کا انکار کر دیں مگر یہ جو کب ہم نے پکڑا ہوا ہے نبوت رسول ﷺ کا particularly جب یہ رسول ﷺ کا کوئی موقع یا میلاد رسول ﷺ آتا ہے تو اس وقت کبھی گمان نہیں ہوتا کہ یہ میلاد رسول ﷺ ہے۔ دور سے سننے پر گنتا ہے کہ مختلف

فنی جانوں کی بھرا ہوئی پڑی جاوران کے میزک چل رہے ہیں، قہر کئے ہوئے نوجوان ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا خرافات ہیں جو میلاد کے نام پر ہوتی ہیں۔ میلاد منانا حرم نہیں ہے مگر معیار decency ہونا چاہیے۔ اس صاحب وقار کے منافی نہ ہو۔ اس لیے تہیز اور ادب اور لحاظ کی judgement اپنی اپنی ہے۔ خدا ہمارے لوگوں کو توفیق بخئے۔

سوال: حکیم قرآن کے حوالے سے حروف متعلقات خصوصاً ”المـ“ کے بارے میں بتائیے؟

جواب: ”المـ“ کے بارے میں یہود کو تھوڑی سی شس شس قسمی کی یا س زمانے سے relate کرتا ہے جو کسی نبی کی حکومت کا ہو۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ ﷺ کو کیا عطا کیا گیا؟ تو انہوں نے ”حمـ“ کے بعد دینے اسکے بعد پھر دوسرا بنا دیا۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا ”المـ“ تو وہ گجرا اسکا ٹھکڑے ہوئے کسی نبی کا زمانہ تو قیامت تک جائے گا اور ہر پیمانہ ہو کے چلے گئے۔ یہ ”ابتدائے حروف“ جاو ”انجام حروف“ ہے یہ ”ابتدائے کائنات“ جاو ”آخر کائنات“ ہے یہ ”ابتدائے حیات“ جاو ”آخر حیات“ جاو حضور ﷺ کا قدر امام جو ہے وہ نبوت سے پہلے بھی تھا اور نبوت کے بعد بھی ہے۔

وہ ”غرض و غایت کائنات“ تھی اسی لیے قرآن حکیم میں یہود کو اللہ تعالیٰ نے کراے نبی ﷺ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو تیرے حوالے سے یہ دعائیں کرتے تھے خواتین و حضرات! یہ یاد رکھئے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بعد میں تھے مگر قرآن کچھ اور کہتا ہے کہ ”اے نبی ﷺ! ابھی تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو یہود تیرے واسطے سے (مدینہ کے یہود) ہم سے مدد مانگتے تھے تیرے واسطے سے ہم سے دعائیں کرتے تھے، غلبہ مانگتے تھے اور ہم ان کو عطا کرتے تھے۔ کیسے بد بخت ہیں کہ اب تیرا نکار کرتے ہیں۔ کیسے بد بخت ہیں!“ خواتین و حضرات! ان علماء کو دیکھئے جو رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہیں کہ چالیس برس پہلے وہ نبی نہیں تھے اور قرآن کو دیکھئے جو کہہ رہا ہے کہ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا اے نبی! تو تیرے حوالے لارو ویلے سے لوگ دنا مانگا کرتے تھے۔ یہ صرف understanding کا فرق ہے۔ اگر ادب رکھا جائے تو کہا کہ نبی ﷺ تو نبی ﷺ ہی تھے مگر نبوت کے دعوے کو ایک خاص عمر تک انھا رکھا گیا تا کہ تکفیریت انسان ان کی صداقت و امانت کی انکا معاشرہ کو ای دیتا۔ اسکے بغیر دین نئے گئے نہیں چلتا تھا۔

صادق و امین کے معاملہ کو حضور ﷺ کیلئے نبوت نہیں بلکہ انسانی conduct پانینے تھا جو نبی ﷺ کو چالیس برس میں confirm ہوا مگر نبی تو وہ اس وقت بھی تھے۔ جیسے قبول قرآن۔۔۔ جب ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب ابھی غرض و غایت کائنات بن رہی تھی۔ نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب اللہ یہ سوچ رہا تھا کہ کوئی تو ایسا ہو جو مجھے properly جانے اور میری تعریف کرے۔ پھر اس نے آسمانوں پر ”اسم احمد“ رکھا، نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب داؤد اور سلیمان کے وظائف میں عبدنامہ و حقیق میں کہا گیا کہ سب سے آخر میں ”قارقلط“ آئے گا، The praised one آئے گا، نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب مہاتما سدھانا بدھ جلا سے تنہا نے پوچھا: ”اے استاد محترم! تیرے بعد بھی کوئی استاد ہے؟“ تو اس نے کہا ”ہاں! وہ اول و آخر، وجہ استاد ہے۔“ تو اس نے کہا: ”کیا میں اسے دیکھ پاؤں گا؟“ کہا ”ہاں، ہو سکتا ہے تو اسے دیکھ لے، ہو سکتا ہے تیری زندگی میں نہ ہو۔“ تو تنہا نے کہا ”اے بادشاہ علم و فکر! اگر وہ آئے تو میں اسے کیسے پہچانوں گا؟“ کہا ”اس کا ایک نشان ہو گا، ہجر“ (رحمت) اس کا ایک نشان ہو گا اور وہ اس نام سے پہچانا جائے گا، حرا کے نام سے، رحمت کے نام سے پہچانا جائے گا۔ نبی تو وہ پہنچیں کب سے تھے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جس نے انہیں نبی بنایا تھا، جس نے افضل الانبیاء قرار دیا، جس نے سب رسالت کو محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود سے اعزاز بخشا۔

سوال: استاد محترم! آپ نے اپنے پیچہ کا اختتام حیات ملی کی موت اور ہجرتی انٹرنے پر کیا۔ ”موت کا مضہ“ ”مرنے کے بعد کیا ہو گا؟“ اس پر کچھ کتابیں لکھی گئیں اور بہت سے لوگوں کو psycho case بنا گئیں۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں تائیں کہ مرنے والے کی مرتے وقت اور مرنے کے بعد کیا کیفیات ہوتی ہیں؟ اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نزاع کے عالم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (اگر تم سچ ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے؟ اور ہم مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے۔) کیا وہ مرنے والے کو نظر آتے ہیں؟

جواب: بھی بات یہ ہے کہ ”موت کا مضہ“ وغیرہ ان لوگوں نے لکھی ہے جو ابھی مرے نہیں ہوتے۔ میرا خیال ہے مرنے کے بعد وہ یہ کتاب نہیں لکھ سکتے۔

جو مثال میں دے رہا ہوں اس میں وجہ گئے تھے دیکھو، اللہ ہی perfect ہے۔

اب ملائکہ سے بھی کہیں کوئی ایک آدھ غلطی ہو جاتی ہوگی۔ One in billions۔ اگر ہماری one in hundred بیویوں کی one in billions ہو جاتی ہوگی تو اتفاق یہ ہے کہ ایک آدھ اس غلطی کا حیات مل سکا رہتا اور اس کی وجہ سے ہمیں بھی نہ مل سکتی مگر یہ غلطی ہوتی بھی نہیں، ملائکہ کی یہ غلطی ہوئی مگر خدا کی طرف سے یا اس لیے ہوا کہ کبھی کبھی اوپر والی دنیا کی نہ نیچے والوں کو بھی مل جائے۔ باقی رہا کہ اللہ نے کہا ”آج سکرات میں اس کی آنکھ کھلیا تیز ہے“ کہ جن چیزوں پر پہلے اسکو اعتبار تھا آج اسکا اعتبار قائم ہوا۔

خواتین و حضرات! ابی ہشام نے میرت میں کھنسا حضور اکرم ﷺ بار بار ابوطالب سے درخواست کر رہے تھے کہ چچا آپ میرا کلمہ پڑھ لیجئے، حضرت عباس بھی ساتھ کھڑے تھے اور انہوں نے بھی کہا ”اے بیٹے! اگر مجھے قریش کے طعنہ کا کلمہ نہ ہوتا، کہ ابوطالب نے موت کی گئی میں کلمہ پڑھ لیا تو میں کلمہ پڑھ لیتا۔“ ابوطالب کے بڑے خوبصورت شعر ہیں۔ وہ ساتھ ساتھ شعر بھی پڑھ رہے تھے۔ عرب basically گفتگو بھی شعر میں کرتا تھا۔ ابوطالب نے کہا کہ اگر مجھے لوگوں کے طعنہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور کہہ دیتا۔ یہ نہیں کہ میں تیرا کمال نہیں ہوں بلکہ میں ضرور یہ بات کہہ دیتا جو تو کہہ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ درخواست کی کہ چچا میں ضمانت دیتا ہوں، ”ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لو۔ پھر حضور ﷺ دل گرفتہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے کہ چچا بار بار کہتے پر اضطراب میں ہیں اور قبیلے کے بادشاہ کی وجہ سے وہ بات نہیں کہہ رہے جو میں چاہتا ہوں تو اس عمر میں سکرات شروع ہو گیا، جب سکرات شروع ہو گیا تو آگے بڑھتے ہوئے عباس نے کان لگا دیئے۔ ابوطالب کچھ بڑبڑا رہے تھے، حضرت عباس ابی عبدالمطلب نے کان لگائے تو کہنے لگے ”بھتیجے! تمہارا چچا وہی پڑھ رہا ہے جو تم چاہتے تھے۔“ یہ سکرات کا وقت تھا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا چچا وہی پڑھ رہا ہے جو تم چاہتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا ”میں نے نہیں سنا میں نے نہیں سنا“، سکرات کے وقت کی statement آپ ﷺ کے کان میں نہیں آئی۔ تو یہ کا وقت سکرات تک بیویوں نے کہا ”چچا! میں نے نہیں سنا۔“

سکرات میں جب موت کے خوف کا دباؤ پڑتا ہے تو brain کے وہ cells بھی کشادہ ہو جاتے ہیں جو زندگی میں نہیں کھلتے۔ اگر آپ LCD استعمال کریں، یا جیسے کوئی شخص بیگ استعمال کرتا ہے تو physically بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو آپ کے دماغ میں High degree sensitivity create کر دیتی ہیں، آپ کے muscles میں، آپ کی

sensitivity of brain میں بہت زیادہ اضافہ کر دیتی ہیں، غالباً آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دفعہ جب لاہور میں لسر جگ ایئرڈ کا نشر شروع ہوا تو لوگ بڑے سے مست پڑے ہوئے تھے، بس رہے ہیں، مسکرا رہے ہیں، جب ہم پوچھتے کہ بھی یہ کیا ہو رہا ہے تو وہ کہتے کہ we are on a trip- یعنی ہم توجہ ماویٰ کی میر کر رہے ہیں، بڑی بڑی لمبی چیزیں ہو رہی ہیں، یہ ہو رہی ہیں، وہ ہو رہی ہیں، یہ صرف اس وجہ سے کہ Brain cells حد درجہ sensitive ہو جاتے ہیں، اس طرح موت کے خوف اور دباؤ کی وجہ سے یہ cells 'sensitive' ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات زندگی میں بھی یہ sensitivity پیدا ہو جاتی ہے جیسے نوسٹریڈیمس کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ مسلسل depressive حالات کی وجہ سے وہ sensitive ہو گیا تھا کہ اس کے brain میں Extra Sensory Perception (ESP) پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ پیشین گوئیاں کرنے کے قابل ہو گیا۔ شاد نعمت اللہ ولی کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔

تصوف میں concentration art کے بعد جو ایک High degree ہے یعنی brain cells کی activity جسے telekinesis کہتے ہیں یا telepathic vision کہتے ہیں اس میں بھی یہ sensitivity پیدا ہو جاتی ہے اور موت کے وقت یہ خصوصی sensitivity پیدا ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ تمام چیزیں قبول پروردگار عالم کے وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ملائکہ آمار، جو اسے لینے آتے ہیں، جدھر وہ جا رہا ہوتا ہے، جہتی وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کی چھوٹی سی مثال آپ کو بتاؤں کہ جیسے یہ حیاتِ ملی کا واقعہ پیش آیا، اس سے بہت پہلے صہبہ مبارک ہے کہ ایک صحابی فوت ہو گئے، غسل دیا گیا، ان کو اٹھا کے لے جا رہے تھے کہ رستے میں کانوں کی لوچڑکی، لوگ چوکے ہوئے، وہ صحابی اٹھ کھڑے ہوئے، پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ پوچھا میری بہن کدھر ہے؟ لوگ کہنے لگے، پتہ نہیں کیا آفت آگئی کہ ابھی زندگی میں واپس آئے ہیں اور آتے ہی بہن کا پوچھنے لگے۔ انہوں نے کہا: نہیں نہیں مجھے میری بہن کے پاس لے چلو۔ بہن وہاں پر ماتم کر رہی تھی۔ جاتے ہی ایک تھپڑا سے زور سے مارا تو وہ کہنے لگیں، کیا ہوا بھائی؟ کیا دیوانہ ہوا ہے زندہ ہونے کی خوشی میں..... اس نے کہا، نہیں بات یہ ہے کہ جب تو بہن کر رہی تھی، میرے بارے میں بڑی بڑی تقریریں کر رہی تھی تو میرے ساتھ ملائکہ چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھ کیا جھوٹ بول رہی ہے، اگر تو ایسے نہ نکلا تو ہم حیرانہ دست کریں گے تو

خواتین و حضرات! افراط و تفریط کے درمیان ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا اصلی نہیں ہے ایک مصنوعی سی دنیا ہے۔ میں اگر اس پر بہت تفصیل سے غور کروں، میں اگر یہ دیکھوں کہ یہ محدود ذرائع کی دنیا ہے محدود زمانے کی دنیا ہے کسی وقت بھی تباہ و برباد ہو سکتی ہے تو میرے پاس کوئی امید نہیں رہتی۔ اگر زندگی اور موت کے بعد میری امید کسی سے قائم ہے تو میرے ساتھ سے جو پھر میں اس کے ساتھ کیوں نہ خوش گمانی برتوں؟ میں کیوں اسے ظالم سمجھوں؟ میں کیوں اسے مختب سمجھوں؟ میں اس کی ابتدائی صفات سے اسے کیوں نہ پیچوں؟ میں اسے ”رحمن و رحیم و کریم“ کیوں نہ سمجھوں؟ جب میرا ”سنا معاہدہ“ ہے، جب مجھے اس نے وعدہ دیا ہوا ہے: ”وَكُنْتُ عَلَىٰ نَفْسِهِ رَحِيمَةً“ کہ میں ہر حال میں تم پر رحم کروں گا تو کیا رحمت میں جہنم شامل ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی۔ تو پھر مجھے کیوں نہ خدا کی بات کا یقین آئے، مگر مجھے جواب میں کیا کرنا ہے؟ میں اپنی خطا سے درگزر راہوں، میں اپنے حواس سے درگزر راہوں، مجھے تو یہ جانا ہے کہ اے رب کریم! اس تیرے عہد و بیان کے وارث ہونے میں مجھے کیا کرنا ہے؟ تو اللہ مجھے کہتا ہے کہ تہہ دل سے اے بندہ! خدا ایک دفعہ مجھے لا الہ الا اللہ کہہ دے تو خواتین و حضرات! اگر یہ بھی مشکل ہے، تو پھر اللہ ہی آپ کا حافظ ہے۔ اگر پوری زندگی میں، پورے ہوش و حواس میں یقین اور اثبات کے ساتھ ایک دفعہ بھی اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا مشکل ہے تو پھر آپ خود سوچو کہ آپ کیا کیا استحقاق اللہ کی رحمت پر مبنی ہے۔

at all

سوال: کیا کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے؟ اور دوسرا سوال تھوڑا interesting ہے کہ موجودہ حالات میں یونیورسٹی میں لڑکیوں سے دوستی کرنا جائز ہے؟

جواب: خالی لڑکیاں کیوں...؟ عجیب ہے یہ سوال ہے، اگر تو آپ یہ سوال کرتے کہ کیا لڑکے اور لڑکیوں کی آپس میں دوستی جائز ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ حدود اللہ کو دیکھیں تو یہ دوستی مرد اور عورت میں نہیں ہو سکتی۔ دوستی ایک قسم کی اجناس میں ہوتی ہے، ایک قسم کے pattern میں ہوتی ہے۔ لڑکی اور لڑکا مختلف اجناس ہیں اس لیے ان میں دوستیاں نہیں ہو سکتیں۔ اس دوستی کے پیچھے ایک ہی غرض ہے اور وہ procreative مقاصد دیکھنے اکٹھا ہونا ہے جیسے پطرس نے کہا تھا کہ کوئی پتہ نہیں کہ کب بھوکے والے کتے بھوکنا بند کر کے کانا شروع کر دیں۔

یورپ کی اصطلاح میں جو friend اور boy friend کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کچھ پتہ نہیں ہے کہ، boy friend اور girl friend کس وقت..... friendship قسم کر کے boy اور girl ہو یا شروع کر دیں اور normally اس قسم کی تقسیم کا کوئی پتا نہ انسانی معاشرے میں بالکل موجود نہیں ہوتا۔ Hostilities موجود ہیں۔ Both the sexes are very very different in nature اور انکو پتہ ہے کہ ہماری سمجھوتوں کے اثرات کیا ہیں اس لیے اگر تو یہ معاملہ یونیورسٹی اور کالج میں صرف اس دنیا و سلام تک رہے جس کے مقاصد عظیم ہیں تو یقیناً جب ایک جگہ پر ہمیں گے تو اس دنیا و سلام میں تو کوئی حرج نہیں ہے مگر جب یہ نقطہ دوستی استعمال کیا جائے تو دوستی بعض معاملات ظاہرہ اور باطنیہ میں interdependence ہے۔ دوستی بہت بڑا لفظ ہے جس کو ہم انتہائی قربت کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک interdependence ہے۔ feelings کی اور emotions کی .. اگر کوئی بھی لڑکا اور لڑکی اس interdependence تک پہنچ جاتے ہیں کہ

دوست آں باشد کہ گیرد دست

در پریشان حالی و در ماندگی

اگر دوستی کا اصل مطلب دیکھا جائے تو وہ صرف سلام دینا نہیں ہوتا۔ دوستی تو بہت ہی قریب کی چیز ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کی feelings کسی مرد اور عورت میں پیدا ہوتی ہیں تو I don't think that's a local condition وہ ایک مستقل تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی دوستی صرف میاں اور بیوی میں ہو سکتی ہے۔

آپ دیکھئے کہ نام نہان مل گیا۔ دنیا میں محبت کی بہت ساری علامات ہیں۔ وہ ایک احتمالہہ ما valentine's day بھی منایا جاتا ہے۔ کسی کو بھیج valentine کا پتہ، نہ اس کے origin کا پتہ ہے نہ یہ پتہ ہے کہ وہ کون صاحب تھے؟ کیا تھے؟ بس منائے جاتے ہیں۔ بھیجی ایک ”نام نہان مل ڈے“ نہ منایا گیا کبھی..... کیوں؟ میاں بیوی کی محبت کا جو اس دنیا میں سب سے بڑا symbol ہے وہ نام نہان مل ہے مگر سال کی بات ہے، ہمارا حال دیکھیں کہ ”نام نہان مل ڈے“ تو آج تک ہم نے کبھی منایا ہی نہیں جس کے بارے میں ایک top class historian کے ذرا جملے آپ سن لو کہ:

It's a lyric in stone, It's a dream in marble, It's an eternal tear on the cheeks of mortality and the finest monument of conjugal love and fidelity

یہ تو آپ نے کبھی نہیں منایا۔ صرف valentine day میں منائے جا رہے ہوتے ہیں Now I again repeat ا ذرا ان الفاظ پر غور کرنا۔ بڑا ہی مشکل ہے کہ اتنے خوبصورت الفاظ میں کسی چیز کی تعریف کی جائے۔ اس نے کہا: "It's a dream in marble" "یہ ماربل کا ایک خواب ہے۔" "It's a lyric in stone" "یہ پتھر میں ایک غزل لکھی ہوئی ہے۔۔۔۔۔" and the eternal tear on the cheeks of mortality پہ چمکا ہوا یہ لافانی قطرہ مآرزو ہے نور The finest monument of conjugal love and fidelity کہ "یہ ازدواجی زندگی کی محبت اور دوستی کا خوبصورت ترین نشان اور نمونہ ہے۔۔۔۔۔ اسکو تو کوئی بھی نہیں منانا" and i must say this particular concept of friendship in female and males never been had before اور جہاں بھی یہ concept زیادہ مستعمل ہوا ہے جیسے یورپین life flash کر رہی ہے جس کے نتائج میں شادی ختم ہو گئی ہے، ذمہ داری ختم ہو گئی ہے۔ آپ غور کریں کہ Fifty percent there are no marriages in England باقی 50% میں صرف partnership لکھی جاتی ہے، marriage نہیں لکھی جاتی ہے۔ Living together کے concepts آگئے ہیں۔ دوستی کے عنوان سے شروع ہوتے ہوئے چارپانچ پہنچتے ہوئے چھوڑ کر آپ چلتے بنے ہیں۔

خواتین و حضرات! This is a very very irresponsible to the youth کیونکہ youth کو بناوٹ کی نادات ہوتی ہے۔ وہ ابھی محبت کے معنی نہیں سمجھتا اور محبت کر رہا ہوتا ہے۔ ابھی بھی یہ جو حفظ دوستی استعمال ہوا ہے، غلط استعمال ہوا ہے۔ They are only asking for the submissive attitude to love somebody and to be loved in return

جو مسئلہ محبت کا ہے وہ میں آپ کو بتاؤں کہ محبت کیا چیز ہے؟ ایک مددیش ہے "اللَّهُمَّ الْهَمْنِي رُشْدِي وَأَعْلِنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي" (اے اللہ مجھے خیال فی الہام کراور مجھے

نفس کے شر سے بچا) تو basically جب کوئی بھی انسان خدا اور رسول ﷺ کو اپنی ترجیح اول قرار دیتا ہے، priority چنتا ہے تو اس کی دوسری طلب ان وسائل کی ہوتی ہے کہ جو آپ کو منزل سے قریب تر کر دیتی ہے۔ بسا اوقات آپ اس شخص کو، تصوف میں اس شخص کو ڈھونڈتے ہیں جو دگوئی نہیں شعور رکھتا ہو اور آدمی جب اس کی خدمت میں جاتے ہیں تو اس سے ایک سودا کرتے ہیں۔ خواتین و حضرات! بیعت ایک سودا ہے۔ جب یہ سودا کرتے ہیں تو استاد پوچھتا ہے کہ بھئی کیا چنی چاہیے تمہیں؟ تم اتنے دیوانے کیوں ہو کہ جان بیچنے آ گئے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں آگنی چاہتا ہوں، میں شادی چاہتا ہوں، میرا مقصد خدا کی بیچن ہے۔ میں نے سنا ہے کہ یہ سودا آپ کے پاس ہے۔ میں جان بیچنے آیا ہوں، میں اس کی قیمت دیجئے آیا ہوں۔ دراصل بیعت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ خدا کی بیچن، اس کے علم، اس کی قربت، اس کی محبت کے سودے پر آپ اپنی زندگی کو داؤ پر لگاتے ہو اور کسی مرشد کے حوالے کرتے ہو کہ آپ جو چاہو مجھ سے لے لو اس غلامی کے بدلے۔۔۔

جب چشتیہ بزرگوں کے پاس لوگ جاتے تھے، young لوگ جاتے تھے، بڑے مشتاق ہوتے تھے کہ ہم آپ سے اللہ کی محبت چاہتے ہیں، آپ لوگ خدا کے بزرگ ہیں تو وہ کہا کرتے تھے

”وَلَا تَحْلِفُوا زُورًا وَمِنْكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَجْلَهُ“ (البقرہ ۲: ۱۹۶)

کہ قربانی بغیر سر منڈائے نہیں ہوتی اس لئے پہلے سر منڈا کے تو اس زمانے کے ساتھ Early narcissistic pressure کو توڑنے کیلئے نوجوانوں کو خوبصورت و نفس تراشنے کو کہتے تھے آج کل نوجوان لڑکوں میں لے لے بالوں کا trend ہے۔ حسین فیض جو آج پلے آتے ہیں، اوٹ پناگ بھی ان میں سے آتے ہیں۔ تو اس وقت اس نوجوان کو راہِ ہدایت میں قدم بہ قدم چلانے کیلئے سب سے پہلے کہا جاتا تھا کہ پلوٹنڈ کر لو، اس کا سر منڈاؤ۔ مگر بات یہ ہے کہ ہدایت نہ سر منڈانے میں تھی، نہ لے لے بالوں میں تھی۔ یہ ایک attitude تھا کہ Love is only known for what you're ready to give for it? دینے کو تیار ہو۔۔۔

اگر محبت کا کوئی پیمانہ ہوتا کہ محبت کس کو کہتے ہیں؟ تو اس کی واحد definition یہ ہے کہ ”محبت“ ایک چیز ہے جس کو کسی اور چیز سے replace نہیں کیا جاسکتا کہ ”لُصْفَاءُ صَفَتْ

”الاحباب“ کہ یہ معنائے قلب جو ہے جو اللہ کے دوستوں کی علامت ہے ”وَلَهُمْ شُفُوعٌ“
 بِاَلْاَسْحَابِ“ اور یہ آفتاب ہے جس پر بادل کے سائے نہیں پڑتے تو یہ جو محبت ہے جو خدا کی
 محبت ہے یہ کسی چیز کا نعم البدل نہیں ہے اور اللہ نے بھی آپ کو سنا کے کہہ دیا ”لٰكِنْ قَالُوا الْبَرُّ حَتَّى
 تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ“ مجھ سے دعویٰ محبت نہ کرنا۔۔۔ یہ محبت کا دعویٰ مجھ سے نہ کرنا۔۔۔ میرے
 حضور اس طرح نہ آما یہ کہنے کہ اللہ! ہمیں تم سے بڑی محبت ہے۔ یہ نہ کہنا۔۔۔ حتیٰ کہ تم اپنی
 محبتوں (باقی محبتوں) کی قربانی نہ دے دو۔ مگر خواہمیں و حضرات! خدا یہ نہیں چاہتا کہ لوگ دیوانے
 ہو کے اس سچے نکل پڑیں۔ اگر خدا کو دیوانگی اور ”جنون محبت“ مراد ہوتا تو محمد رسول اللہ ﷺ کسی
 جنوں میں آپ کو تبلیغ کرتے۔ مگر یہاں نہیں ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ خوبصورت انسان لگا جس
 نے سب سے زیادہ خوبصورت انداز میں خدا کی تعریف کی، جو سب سے زیادہ اپنے پروردگار عالم
 سے ڈرا اور محبت کی وہ اتنا معتدل ہے اتنا معتدل ہے کہ لگتا ہے کہ بہترین علم، بہترین اعتدال
 خدا کی محبتوں کا بہترین مرکز ہے۔ سو اگر آپ بیعت سچے نکلنا چاہو، جب آپ بیعت سچے جاؤ اور
 مقصد علم ہو، مقصد شناخت ہو، مقصد اعتدال ہو تو پھر اگر کوئی استاد ملے تو بہتر و درمیر خیال یہ ہے
 کہ آج کے دنوں میں بیعت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے آپ کو آزاد رکھو اور جہاں سے
 بھی علم ملے حاصل کرو۔ علم حاصل کرو چاہے جس سچے تمہیں چین جلا پڑے۔ (حدیث) تمہیں
 اتنی دور دراز سے علم ملے تو حاصل کرو، مگر تمہیں self کی شناخت یورپ سے ملتی ہے تو وہاں سے
 حاصل کرو مگر وہاں آپ بیعت تو نہیں کر سکتے۔ مگر خدا کو سامنے رکھو، گائیڈ کرنے والے اصحاب
 کی معرفت کو اپنا مقصد نہ بناؤ۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ آپ کو مل جائے گا اور اللہ آپ کو مقام معرفت
 ضرور عطا کرے گا۔

آخر میں اس سوال کے جواب میں سید جیویر کا ایک واقعہ سنا ہوں۔ وہ میرے شیو
 مرشد ہیں، سلسلہ جنید یہ کے استاد ہیں اور میرے دل میں اپنے شیو کا براؤنس ہے ان کے علم کا براؤ
 اعتراف ہے۔ فرمایا کہ ”جب ہم خدا کی تلاش میں نکلے تو میں نے خراسان میں صرف تین سو بیسٹھ
 اولیاء کو عجوبہ عبادت دیکھا اور میں نے ان پر نظر کی۔ کچھ خوش بخت تھے، کچھ خوش نظر تھے، کچھ خوش
 مقام تھے اور میں نے کسب علم تصوف میں ہزاروں شیوخ سے ملاقات کی مگر اے طالب الہ! اے
 طالب حق! ایک وقت آئے گا جب تو خدا کی تلاش میں نکلے گا تو تجھے کوئی بھی ”صاحب نظر“ نظر
 نہیں آئے گا تو پھر کیا تو خدا کی تلاش ترک کر دے گا؟ تو میری اتنی بات یاد رکھنا کہ جو قدم کار ہے

ہے اور جو زمانہ آخر کا رب ہے وہ تیرا بھی رب ہے اور اس کو اعلا میں مراد ہے اور جب تو اپنا اعلا میں اس کے حضور پیش کرے گا تو بغیر واسطہ بغیر کسی شے کے بھی وہ تیرے دل پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے گا اور بغیر رحمت کے بھی وہ تجھے رشد و ہدایت دے گا۔ اللہ ہمیں ایسا ہی عطا فرمائے۔

سوال: براؤ کرم عصر، دیر، زمان اور وقت کو differentiate کریں۔
جواب: عصر کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم ’عصبت عصر‘ ہیں یعنی باقی قومیں جو ہیں وہ اگر صبح، دوپہر تک رہی ہیں تو ہم اس وقت میں آئے ہیں جس کو تمام اقوام کا ’وقت عصر‘ کہتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ’ہمارا وہ حال ہے کہ ایک شخص مکان بنا کر رہتا ہے اس کا تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے، مکان پورا ہو چکا ہے۔ مسزئی پیسے لے کے چلے گئے، مزدوری لے کے چلے گئے مگر اس کو مکان مکمل کرنا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے کہیں سے مزدور مل جائے، پھر اس کو مزدور مل گیا، وہاں سے کہتا ہے کہ تم سارے دن کے پیسے لے لو، جتنی پہلے مزدوروں نے ساری مزدوری لی ہے اتنی تم کو دوں گا، بس میرا مکان مکمل کر دو۔‘ تو فرمایا ’ہم اس مزدور کی طرح ہیں‘۔ کہ باقی اقوام نے جو محنت کی، جو بھی اس پر ناکامی لگا، جتنی مزدوری انہوں نے لی۔ کہ اسے فائدہ پہنچی! اے نبی عصر! (جو ہم ہیں) آپ تھوڑی محنت کرو گے اور صلا انہی اقوام کی شدید محنتوں کا سا پاء دے گے

”وَالْعَصْرُ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ“ (العصر ۱۰۳: ۱-۳)

خواتین و حضرات! میں نے اس آیت کی وضاحت میں ایک دفعہ ایک محترم ماہم کو دیکھا کہ انہوں نے اس کے بہت سارے ٹکڑے کر دیئے جیسے کسی کے ایمان کا ٹکڑا ہو۔۔۔ قبول کرنا، کلمہ، وغیرہ وغیرہ۔۔۔ انہیں انہوں نے ایک ٹکڑا add کر دیا کہ مسلمان کو اس وقت تک نجات نہیں ملے گی جب تک ہر مسلمان تبلیغ نہیں کرے گا۔ وہ ماشاء اللہ بڑی مشہور علی شخصیت ہیں۔۔۔ انہوں نے اسلام کے بنیادی ارکان میں یہ کن بھی شامل کر دیا تھا کہ کلمہ پڑھنا، نماز، حج، زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ یہ بھی شامل ہے کہ آپ جب تک تبلیغ نہیں کرو گے آپ جہنم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ میرا تو خیال ہے وہ بپارے کو گتے ہرے سب کام سے گئے۔ سوال یہ پیدا نہیں ہوتا کہ وہ جہنم میں جائیں۔ وہ تمام بچے بھی گئے جو شعور تک نہیں پہنچے۔ وہ دوسرے سے جہنم میں جانے کے حامل ہی نہیں

ہیں۔ باقی وہ جوان، بڑے بڑے جن کو ایک لحاظ اسلام کا نہیں پتہ جو محض رسم عبادت تک تھے دو چار وہ لوگ جو پڑھنے لکھنے والے لوگ ہیں ان میں سے جو ڈاکٹر ہیں، scientists ہیں، جن علماء نے مذہب کے بارے میں رسمی طور پر عبادت کا ہی علم رکھا اور انہیں زیادہ خدمت خلق کا حصہ ملا، وہ بھی جنت سے گئے۔ باقی رہ گیا میں اور ڈاکٹر ڈاکر مائیک تو اس قسم کی احتمالیہ statement دینے والے عالم بھی موجود ہیں کہ جو اپنے خط خیال کو مذہب کا حصہ بنا لیتے ہیں۔

تبلیغ ایک استحقاق ہے علم کا تبلیغ خدا جہد کریم نے line out کی ہے کہ "ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ" اللہ کی طرف علم و حکمت کے ساتھ "وَبِالنُّعُوظَةِ الْعَسَنَةِ" اچھے کلام کے ساتھ، خوبصورت زبان کے ساتھ، شائستگی اور رفیع کے ساتھ "وَبِالْبَيِّنَاتِ" اچھے اچھے اور اگر بحث سے واسطہ پڑے تو قضیوں اور دیکھ بھال کے ساتھ علم ہونا چاہیے، جدیدیات حفظ کا علم ہونا چاہیے، انداز فکر کا علم ہونا چاہیے، شرق و غرب کی شکوکا کلم ہونا چاہیے مگر خواتین و حضرات! پھر کتنے لوگ جنت لینے qualify کریں گے؟ اگر یہ ساری چیزیں قبول خدا تبلیغ کے اندر inclusive ہیں اور اگر یہ فریضہ ہے ہر اس شریف اور غریب مسلمان پر جس نے روٹی تمانے کے سوا اور کوئی کام نہ کیا، جو مشکل سے محنت کر کے رسول اللہ کی بات مان کر اللہ کو مان کر جنت کا وعدہ کرنا ہے تو قیام کرنا ہے تو پھر اس کا کیا ہے؟

آئیے آپ کو حدیث سناؤں! ایک بڑا آیا He was not known before اصحاب نے کہا کہ وہ منتشر رہا تھا یعنی آواز بڑی باریکی سے ماک میں سے آتی تھی۔ "میں نہیں" کر رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ یہاں پہنچا رہا اور کیا ہوتا، کوئی "ڈاکٹر صاحب" کی طرح تھوڑا سی تھا۔ تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے جنت لینے کیا کہا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کو ماننا، کلمہ پڑھنا اور پانچ وقت کی نماز ادا کرنا یا پھر اس میں تو نوافل سے اضافہ کر لے یعنی تہجد بھی پڑھ لے۔ کہا کہ نہیں میں تو پانچ نمازوں سے ایک کم نہیں کروں گا، ایک زیادہ نہیں کروں گا، میں نہیں پڑھوں گا، اگر پانچ وقت کی نماز ہے تو بس اتنی ہی پڑھوں گا، میں نے کوئی فضل نہیں پڑھنے، فرمایا: اچھا! اس نے کہا کہ مجھے اور کیا کرنا ہے یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا "تم نے اتنی زکوٰۃ دی ہے اور اگر تم چاہو تو اس میں زیادتی کر لو خیرات اور صدقات کے ذریعے۔" اس نے کہا نہیں میں نے بس زکوٰۃ دی ہے نہ ایک پیسہ زیادہ نہ ایک کم۔ کہا اچھا! اور

یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر کیا لازم ہے مگر مایا حج ہے یعنی حضور ﷺ نے پانچ باتیں منوائیں۔ اس شخص نے بار بار یہ بات کہی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں پانچ نمازوں سے ایک نماز بھی زیادہ نہیں پڑھتی، میں نے تیس روزوں سے ایک روزہ زیادہ نہیں رکھتا، میں نے زکوٰۃ سے ایک پیسہ فاقہ نہیں دینا۔ اب بس جو کچھ آپ نے کہا ہے، اگر یہی جنت کا سودا ہے تو میں نے قبول کیا۔ اتنا میں کر لوں گا۔ اٹھا اور چل دیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”اگر اس نے اپنے اس ہمدردی کی خدمت کی تو یہ جنتی ہے۔“ اگر اس نے اس ultimate لازمی بات کی خدمت کی تو کچھ لوگ یہ جنتی ہے۔ ثواتین و حضرات! سرکار رسالت مآب تو اس طرح جنت دے رہے ہیں۔ ”ڈاکٹر صاحب“ پر اگر بات پڑتی تو بڑی مشکل ہوتی۔

دوسرا نقطہ ”دھرو“ کا ہے۔ ”دھرو“ صدیوں میں محیطِ مری کے ایک packet کو کہتے ہیں۔ millennium مگر شاید ten millennium کے زمانے کو ”دھرو“ کہتے ہیں۔ اس لیے جب سورۃ ہرگز نزول ہوا قرآن کی آیات تری کہ ”قُلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حَبِئْتُ مَقُصِّرَ السَّعَةِ لَكَ يَكُونُ ضِعْفَانًا مِّنْ كُورًا“ کہ بائیسہ زمانے میں انسان پر ایک طویل عمر مرے ایسا گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا تو اس سے ہمیں ”دھرو“ کی مسافت کا پتہ لگ جاتا ہے کیونکہ ابھی انسان نے بڑی ترقی کر لی، بڑی progress کر لی and from the first cellular human being, single cellular human being کرتے ہوئے جو modern انسان تک آنے کا نام ملتا ہے یہ دو ارب سال کے قریب ہے۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو اس سورت کا دائرہ تحقیق ہے وہ دو ارب سال ہے ”دھرو“ سے یہاں جو مراد ہو گا وہ دو ارب سال ہو گا۔ اسی طرح جب قرآن حکیم کو آپ دھرو کے فاصلوں سے ماپتے ہو تو بعض آیات و آیات اوپر تلے آتی ہیں ”هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا“ (کہ خدا ہی ہے جس نے جملہ زمین کے اسبابِ تحقیق کئے) ”ثُمَّ أَسْفَوٰی إِلَى السَّمَاءِ فَسَوٰی هُنَّ سَبْعُ سَمَوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ (پھر بلند ہوا آسمانوں کو اور ساداتِ آسمان درست کیے۔) یہ اوپر تلے کی آیات ہیں مگر یہاں وقت کے بجائے لفظ دھرو استعمال ہو گا کیونکہ اس کی مدت چار ارب سال ہے۔ ان دونوں آیات پر اگر ہم مدت کا تعین کریں گے تو یہ چار ارب سال ہیں جو زمین کو سورت سے علیحدہ ہو کے ٹھنڈا ہو کے اسبابِ ضرورتِ انسان پیدا کر کے، انسان پیدا کر کے آج کے زمانے تک پہنچے ہوئے جو نام لگا اس کو ہم ”دھرو“ کہیں گے۔ پھر جب خدا نے

زمانے پر فخر کیا اور زمانے کو تختی کیا تو یہ چوارب سے آگے بڑھتا جا اور پھر یہ بے حساب ہو جاتا ہے جب خدا یہ کہتا ہے کہ "لَا تَحْسِبُوا اللَّهَرَ أَنَا اللَّهَرَ" (زمانے کو برا مت کہو، میں خود زمانہ ہوں) یہاں دھرم کا مطلب change ہو جاتا ہے۔ یہاں دھرم کا مطلب "مقدر" ہوگا۔ جب آپ مظلہ کرتے ہو یا آپ کہتے ہو: "بہت بڑا وقت سی جی! او جی! اُن دے دن توں بڑا دن نہیں دیکھیا" تو دن کسی اور نے نہیں خدا نے بنایا ہے۔ وقت کسی اور نے نہیں اللہ نے بنایا ہے۔ جب آپ وقت کو برا کہتے ہو یعنی جب آپ یہ کہتے ہو "کیسی منحوس گزری تھی" تو یہ آپ خدا کو کہہ رہے ہو کہ تو نے آج کی گزری بڑی غلط بنائی ہے۔ جب آپ یہ کہتے ہو کہ "مقدر سی خراب سی، زمانہ سی خراب اے" تو آپ خدا کو مظلہ کر رہے ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ جان لو، یہ سمجھ لو کہ "زمانے کو برا مت کہنا، میں زمانہ ہوں"۔ میں خدا ہوں، میں نے بنایا جا اور اگر تم آج غریب ہو اور زمانہ بُرا جا اور کل میرا ہو زمانہ اچھا ہے تو یہ دونوں صورتوں میں تمہاری خرابی جاس لیے کہ "مِلَّكَ الْأَيَّامُ نُسْكَ وَلَهَا بَيْنَ النَّاسِ" میں ہوں جو لوگوں میں دن اور رات بدلتا ہوں، میں ہوں جو صبح بدلتا ہوں، میں ہوں جو زمانہ بدلتا ہوں۔ تو دھرم جو ہے دونوں طرف ایک ہی عہد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور "زمانے" کا لفظ قرآن کبھی استعمال ہی نہیں کرتا۔ یہ حرف زمانہ جا اور "وقت" کا استعمال خدا چھوٹے limit میں، چھوٹے دور میں طے کرتا ہے۔ مثلاً "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" جب پوچھا گیا کہ چاند کیا ہے؟ تو کہا کہ اس میں لوگوں طے وقتا ہیں۔ "وقت" ایک چھوٹے unit کے طور پر خدا استعمال کرتا ہے جس کی limit ایک مہینہ اور ایک دن ہو سکتی ہے۔ خدا اپنے لحاظ سے چھوٹی limit کے لیے لفظ "وقت" استعمال کرتا جا اور "صبر" اس جتنی حیات کو کہتا ہے جو سخت ترین ہے مگر انتہائی نفع بخش جا اور صبر کو neglect کرے گا وہ خسارے میں رہے گا۔

رسول کریم ﷺ نے صرف ایک مرتبہ بددعا دی ہے جب بنو قریظہ کی فتح کے دوران ان کی مصرتنا ہوئی تو خدا کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی کہ اللہ ان پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے ہم سے ہماری صبر چھین لی ہے۔

سوال: اگر ہم قرآن کو آزاؤ ذہن سے سمجھنا چاہیں تو ہمارے لیے کن skills کی ضرورت ہے جبکہ ہم پاکستان میں اردو جانتے ہیں اور صرف عربیہ کو سمجھ سکتے ہیں۔

جواب: بات یہ ہے کہ problem کا opinion making ہوتا ہے۔ جب تک آپ

تفسی سے enough information نہیں اکٹھی کر لیتے، اگر آپ opinion making سے بچے رہو تو آپ علم حاصل کرتے ہو کہ جب آپ تھکتے ہو راکتے ہو تو اسے علم نہیں کہا جاسکتا۔ علم آپ کے اندر ٹھہرا چاہیے۔ اس پر غور کرو پھر اسے عمل میں لاؤ۔ ایک آدمی کی آپ نے opinion سنی پھر اسکے بعد آپ اسکے قائل ہوئے اور فوراً بعد دوسرے کی آپ نے مخالفت اس لیے شروع کر دی کہ جو پہلے استاد نے کہا ہے وہ final ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا شک برتو اور آراء کو پڑھتے رہو تو آپ کو اللہ نے ایک choice دیا ہے اور مجھے یقین ہے مجھے پورا پورا یقین ہے کہ ہر بندہ آراء کو جمع کرے اور سب کی پڑھے تو وہ یقیناً ایک بہتر رائے پر پہنچ سکتا ہے۔

میرا خیال یہ ہے، میں یہ کہوں گا کہ جب تک انسان فیصلے کی عمر کو نہ پہنچے اصول اور اخلاق کے لحاظ سے maturity of opinion نہیں پہنچے He should not make an opinion باقی تعلیم میں کوئی حد نہیں۔ آپ جو کچھ بھی پڑھ سکتے ہو پڑھو، جو چاہو پڑھو، جسکا چاہے کلام پڑھو مگر جب تک آپ فیصلے کی عمر کو نہیں پہنچتے آپ اپنے آپ کو کوئی رائے دینے سے بچاؤ۔ یہاں نہ ہو کہ آپ جلدی میں کسی متفقہ فیصلے پر کوئی بڑی غلطی کر جاؤ and you should always seek more and more guidance on the situation اور کسی بھی آنے والے نقطہ علم کو ignore نہ کیا جائے۔ آپ کو ہر نقطہ علم کی طرف ہلکا چاہیے، جیسے کوئی مرضی جو بجا، ہر وقت کسی گری ہوئی چیز کو لپکتی ہے۔ طالب علم کا معیار جستجو یہ ہونا چاہیے کہ کہیں سے ایک ذرہ علم بھی دستیاب ہو It should be in your clutches if you are a good student

سوال : Sir! what do you say about the use of credit card in respect of Islamic principles?

جواب : Why in respect of Islamic principles? You just tell me why? There is no Islamic principle نہ نظام حکومت ویسا، نہ نظام عدالت ویسا، نہ نظام معیشت ویسی..... آپ کیوں بچا رہے Islamic system کو بیچ میں involve کرتے ہو۔ You are asking this question in one single individual capacity اس سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ اگر آپ کے پاس choice ہو گا تو اس کو change کر سکو گے۔

You have no other option, you have no option to change the present monetary system or banking system

Why are you insisting on those questions?

جن کا جواب سن کے صرف آپ کو اپنی کوفت ہو سکتی ہے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ایک مسلمان ہو تو پہلے آپ اسلامی نظام تحقیق کرو گے۔ آپ نو دے نجات کا نظام تحقیق کرو گے۔ یہ تو اس کے بچے ہیں چھوٹے چھوٹے، نو دہی نظام کے بچے ہیں، آپ کا ملک نو د پر چل رہا ہے، آپ کی مسجدیں نو د پر بن رہی ہیں، آپ کی مڑکیں نو د پر بن رہی ہیں، پانی نو د پر چل رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہے۔۔۔ مبارک ہیں وہ بہتیاں جنہوں نے پندرہ سو سال پہلے آپ کا حال دیکھ لیا۔ فرمایا ”وہ وقت آئے گا میری امت پر وہ وقت آئے گا جبہ نو نہیں تو اس کا دھواں ہر گھر میں پہنچے گا۔“ کیا یہ وہی وقت نہیں ہے کہ آپ میں شعور نہیں تبدیلی کا، آپ کو اسلامی نظام کی acceptance کا شعور نہیں ہے؟ خدا تو صاف کہہ رہا ہے کہ تم میرے ساتھ یہ دھوکا نہ کرو۔ آدمی democracy ملتا رہے ہو، آدھا یورپی monetary system ملتا رہے ہو، آدھا communist system ملتا رہے ہو۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو میرے ساتھ۔ خالی نماز میری رکھ لی ہے روزے میرے رکھ لیے ہیں، باقی system ادھر ادھر سے لیکر مجھے چھوڑ کر دے گئے یہ سلسلہ چلتا ہے اگر تم نے اسلام کا فائدہ اٹھانا ہے اگر تم نے دیکھنا ہے کہ کونسا system چھوڑنا ہے تو جیسے تم پورے democratic system کو in full قبول کرتے ہو، جیسے communist system کو full قبول کرتے ہو جیسے control democracies کو تم مکمل استعمال کر رہے ہو ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلَاحِ كَآفَّةً“ ”تو اسے ہل اسلام اگر تم نے system کو اسلامی بنانا ہے تو پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔“ نظام صدقات ہو، زکوٰۃ ہو۔ حکومت کے پاس اپنے حقوق ہوں۔ عوام کے یہ حقوق ہوں کنٹرول کا گریبان پکڑ سکیں۔ آپ کی شرع آپ کے ساتھ موجود ہو، آپ کے قوانین ادب اسلامی ہوں، آپ کے قوانین فلاح و بہبود اسلامی ہوں پھر جب سارا مل کے تمہیں اسلام سے کوئی تکلیف ہوئی مگر مجھے آگے بڑھنا پڑا۔ اللہ کہتا ہے کہ پھر مجھ سے گنہ گار۔ یہ تم کیا کرتے ہو؟ آدھا اصول ادھر کا پکڑ لیا، آدھا مسلمانوں کا لے لیا You are just maintaining me نے روایتی taboos کی طرح مجھے قبول کیا ہوا ہے اور ساری دنیا

کوتم credit دے رہے ہو، میرے مذہب کوتم discredit کر رہے ہو

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ“

If you want to accept my religion and Islam then do it fully and completely, don't mix it

”وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ“ اس میں میرے علاوہ جو تمہیں system دے رہا ہے وہ شیطان ہے، اس میں ان کے سسٹم کی تلاوت نہ کرو ”اِنَّهُ لَكُمْ عُلُوٌّ مُّبِينٌ“ میرے نظام کے علاوہ بالآخر ہر نظام شیطنت کا نظام ہے اور ہر نظام بتائی، بربادی اور بلاکت پر جا کے ختم ہوگا۔ اس لیے credit card تو بہت معمولی سی چیز ہے۔ ویسے میرے تجربات میں کریڈٹ کارڈ کے بارے میں کافی لوگوں نے یہی گلہ کیا ہے کہ ہم over spend کر گئے ہیں، ہمارے قرضے بڑھ گئے ہیں۔ اب کوئی صورت قرضے مارنے کی نظر نہیں آتی practically speaking آپ نہ ہی لوتو بہتر ہے۔

سوال: یا علی مدد کہنا کیسے ہے؟ اس کے بارے میں آپ کی رائے چاہیے۔

جواب: اگر مجھے choice ہوتی تو میں تو پھر یا اللہ ہی کو مدد لینے پکاروں گا۔ یہ نہیں کہ مجھے ملے سے محبت نہیں ہے اب آپ دیکھیں کہ ”یا علی“ ہیں تو مدد طلب کرنا ایک رسم ہے۔ چلیے ہمارا ایک گروہ ہے جو ہذا firmly faith رکھتا ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ پر، ان کو مل مشکلات سمجھتا ہے مگر کبھی آپ نے سنا۔ ”یا ابو بکر! میری مدد فرماؤ“ یا کبھی سنا ہے ”یا عمر! میری مدد فرماؤ“۔ یہ جملہ آپ نے نہیں سنا ہوگا۔ میرا خیال ہے نہیں سنا۔ تو وجہ یہ ہے کہ یہ total concentrative ہے۔ مگر اگر آپ اس سے نیچے اتر آؤ۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں particular کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں ”یا شیخ عبدالحق درجیلانی“ ”شیاء لہ“ ایک طرف ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے۔ یعنی اس وقت اگر یہ استمداد مانگتا اس طرح ہو کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں چلتا تو میرا خیال یہ ہے کہ سب سے زیادہ حقدار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھی ہیں جیسے علی کرم اللہ وجہہ ہیں، عمرؓ ہیں، ابو بکرؓ ہیں تو میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے پاس ان سے بہت بزرگ و بزرگ ہستیاں مدد مانگتے بیٹے موجود ہیں اور اگر آپ نے ان چھوٹے چھوٹے رستوں سے عیالائی منزل تک پہنچنا ہے تو آپ کے پاس براہ راست ایک آفر (Offer) موجود ہے مثلاً ایک بہت بڑی جنگ تھی، وائی جیس (ملاح الدین) کی، وائی کرک سے جنگ ہوئی

ہوئی۔ رجٹالڈ نے مسلمانوں کے ایک قافلے کو پکڑ لیا۔ جب وہ قافلہ پکڑا تو ان میں سلطان صلاح الدین کی رشتے کی ایک بہن بھی تھی۔ جب رجٹالڈ قتل و غارت کرنا ہوا آیا تو اس کے پاس آ کے رکھا، اس کو بچھڑی کہ یہ سلطان صلاح الدین کی بہن ہے تو اس نے اُسے کہا کہ صلاح الدین تو بڑی دور کی بات ہے، آج تو تیرا خدا اور تیرا رسول ﷺ بھی تجھے نہیں بچا سکتا، تجھے میرے ہاتھ سے نہیں چھڑا سکتا۔ اس عورت نے زوبہ مدینہ کیا اور آواز دی کہ ”وا محمد!“ پھر وہ قتل کر دی گئی تو اس قافلے میں سے جو بھاگ گئے تھے انہوں نے آ کے سلطان صلاح الدین کو یہ بات بتائی کہ یہ ہوا تھا۔

وادی حیس کی جنگ کے بعد جب ایک سو تیس Princes of Europe قید ہو کے صلاح الدین کے سامنے لائے گئے اور ان کو پانی پلایا جانے لگا تو صلاح الدین نے قسم کھائی کہ اس شخص کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔ جب رجٹالڈ کو پانی دیا جانے لگا تو اس نے ہاتھ مارا اور پانی گرا دیا کیونکہ عرب کا دستور ہے کہ جس کو پانی دے دیں اس کو امان دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اٹھا اور انھد کے کھوار کا ایک ہاتھ مار کر رجٹالڈ کو نیچے گرا دیا تو تمام بادشاہ، گجر، گئے، ڈر گئے کہ اب صلاح الدین ہمارے ساتھ بھی یہ سلوک کرے گا تو صلاح الدین نے کہا کہ "kings do not kill the kings" (بادشاہ بادشاہوں کو نہیں مارتے۔) مگر اسے اتنا بڑا جرم تھا کہ اس نے میرے prophet پر طعنے کیے تھے، اس نے میرے رسول ﷺ پر طعنے کیے تھے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ آج محمد ﷺ کو بلاؤ، مدینے والے کو، تمہاری مدد کو پہنچے۔ exactly وہی واقعہ عین میں طاری ہی زیادہ کے درود کا باعث بنا۔ وہاں بھی اس طرح travel کرتے ہوئے مسلمان پکڑے گئے تو ”راڈرک“ جو اس وقت اسپین کا حکمران تھا اس نے بھی قافلے کی عورتوں کو بلا کے یہی کہا کہ بلاؤ اب تم اپنے محمد ﷺ کو..... اسل میں جو اس وقت کی طاقت کی بنیاد تھی وہ اللہ نہیں بناتا تھا کیونکہ کہیں نہ کہیں عیسائی بھی خدا پر یقین رکھتے تھے۔ دراصل پوری Christian world کو مسلمانوں سے جو دشمنی تھی، Middle East سے نکلنے کی دشمنی، اس دشمنی کی ایک وجہ عیسائیوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں مختلف علاقوں میں شکست کھانا تھا۔ اس وجہ سے ان کا main enemy اللہ نہیں بناتا تھا محمد ﷺ بنے تھے تو جب بھی وہ کوئی negative remarks دیتے تھے مسلمانوں کو تو ان کے پیغمبر کے بارے میں دیتے تھے۔ جب بھی مسلمان پکارتے تھے تو یا رسول اللہ ﷺ! کہتے تھے اور انہیں پکارتے تھے۔ ان بڑی جنگوں میں بھی ایسا ہوا اور جب بھی وہ الزام دیتے تھے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے حتیٰ کہ ایک فریج پادری تھا، بڑا معتمد بڑا

research کرنے والا تھا۔ اس نے اپنی research میں لکھا کہ مسلمان ایک دینا کو پوجتے ہیں جس کا نام ”مہیت“ ہے، یہ اس نے اپنی research میں فرمائی تھی کہ مسلمان generally ایک دینا کو پوجتے ہیں جس کا نام مہیت ہے یعنی اسکو لفظ گرامی محمد ﷺ بھی ادا کرنا نہیں آیا۔ محمد ﷺ کی پکار تو آپ لوگ صبح و شام کرتے ہو جب آپ تشہد میں بیٹھے ہو تو آپ ”أَيُّهَا النَّبِيُّ“ ہی پکارتے ہو۔ یہ پکار جو آپ صبح، دوپہر، شام کرتے ہو اس سے تو کوئی انکار نہیں۔

خاتق و حقوق کا فرق اگر ملحوظ خاطر رہے تو اللہ کے بعد اگر کوئی محبت کا مرکز ہے، ایمان کا مرکز ہے تو وہ محمد رسول ﷺ ہیں اور ایسے کیسے ہو سکتا ہے، کہ جس شخص سے، جس حضرت گرامی سے، جس ذات پاک سے آپ اتنی محبت کرتے ہو، دن میں اپنے بال بچوں سے زیادہ اس کی یاد نہ آئے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر آپ واقعی اس ذات گرامی سے اتنا انس رکھتے ہو، اتنی محبت رکھتے ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو دن اور رات میں یاد نہ کرو؟ اور روز و ایک صورت یاد ہے جو آپ صبح و شام ان کیلئے پڑھتے ہو سنتے ہو یا جس کا ذکر کرتے ہو اور ایمان کی علامات میں ہیں۔ خدا کو ایسے ماننا کہ اس میں کسی کو شریک نہ کرنا، جب ایمان یہاں تک آیا تو تمام احیاء میں ختم ہو گئیں، تمام اعتقاد ختم ہو گئے۔ اللہ کو ایسے ماننا کہ اس میں کسی ذات کو شریک نہ کرنا مگر ایمان کی حقاوت بقول حدیث دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے ایسا پکارنا کہ اس جیسا کسی سے نہ رکھنا۔ فرمایا: ”عمر فاروق! تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟“ فرمایا یا رسول اللہ! میں جان و مال ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت رکھتا ہوں مگر اپنے نفس سے کم۔“ فرمایا عمر تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوا جب تک تم مجھے اپنی جان سے زیادہ نہیں چاہو گے۔“ فرمایا: ”یا رسول اللہ ﷺ! آج کے بعد آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔“ اس وقت تک آپ کے ایمان کا حصہ نہیں پورا ہوا، جب تک آپ ایک اللہ میں کسی کو شریک نہ کریں، محمد رسول ﷺ سے بڑھ کر، اس ذات گرامی سے بڑھ کر کسی کو نہ چاہیں۔ امام ہیں تیس بڑے سخت مزاج تھے، ہر وقت لٹھ ہاتھ میں رہتا تھا، ہر دوسرے بندے کو جا مل و کافر بھی کہہ دیتے تھے، مجاہد اور سختی تھے مگر سخت مزاج تھے اور آپ کو پتہ ہے کہ اکثر مسلمان اس قائل ہی نہیں ہوتے۔ سخت مولوی کو سہارا بڑا مشکل ہے، سو وہ گریز اس بھی رہے، بعد میں قید بھی ہوئی، جیل میں بھی گئے تو امام ہیں تیس نے خواب ابو الحسن ثاؤفی کو ایک خط لکھا۔ خواب ابو الحسن ثاؤفی ”امام مغرب“ کہلاتے ہیں۔ الجزائر وغیرہ تمام ان علاقوں میں

بچو نے جاتے ہیں۔ جس طرح آپ کے یہاں شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اسی طرح تمام مغرب میں امام خولہ ابو الحسن شاذلی ہیں۔ یہیں سے شاذلیہ فرقہ تصوف نکلا تو خولہ ابو الحسن شاذلی کو امام ابن تیمیہؒ نے ایک خط لکھا کہ آگاہ ہو کہ تم لوگوں کو عبادت ظاہرہ کے بغیر بھی مغفرت کا سبق دے رہے ہو، تم لوگوں کو ان کے اعمال سے غافل کر رہے ہو، تم اپنی بات کی حفاظت کرو۔۔۔۔۔ (ان دنوں انکا اختیار بڑا تھا۔۔۔۔۔ اللہ میاں کسی سخت آدمی کے ہاتھ میں اختیار نہ دے) اور نہ میں تمہیں بلا کر سختی کروں گا اور گردن ماروں گا۔ خولہ ابو الحسن شاذلی بھی بہت بڑے محقق تھے۔ انہوں نے ایک متفق علیہ حدیث ابن تیمیہ کے پاس بھیجی اور ساتھ لکھا کہ تو امام حدیث ہے، تو عالم زمانہ ہے، مجاہد ہے اگر تجھے اس حدیث میں نقص نظر آئے تو مجھے واپس کر دینا۔ اگر اس حدیث کے مطابق میرا وہی نہ ہو تو مجھ سے گلہ کرنا۔ اس حدیث میں یہ تھا کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا، پوچھا: ”مَسْئَلُكَ عَنِ السَّاعَةِ“ یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟“ فرمایا: ”قیامت کا پوچھتے کیوں ہو؟ کیوں پوچھتے ہو؟ کیا تم نے اس کیلئے بڑی عبادت کی ہیں؟“ کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! نہیں ایسے ہی بس گئی گزری عبادت تھی، نمازیں تھوڑی تھوڑی پڑھیں۔“ پوچھا: ”کیا اے بندہ خدا! تم نے صدقات اور خیرات کیے ہیں؟“ اس نے کہا: ”نہیں یا رسول اللہ ﷺ! میرے تو پلے ہی کچھ نہیں ہے۔ میں نے کیا دینا، کیا لینا تھا۔“ ”بھئی کیا تو نے روزے بڑے رکھے ہیں؟“ ”نہیں یا رسول اللہ ﷺ! کچھ رکھے، کچھ چھوڑے، میرے امثال میں یہ بھی نہیں ہے۔“ تو پوچھا: ”کس برے تہ پر تو قیامت کو پوچھتا ہے؟“ کہ میاں نہ تیری عبادت پوری، نہ تیری خیرات پوری، نہ تیرے صدقات پورے، نہ تیرے انفال پورے، نہ روزے پورے۔۔۔۔۔ کس برے تہ پر قیامت کو پوچھتا ہے؟ فرمایا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے محبت بڑی ہے۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگ اسی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے انہیں بڑی محبت ہے۔“

خواتین و حضرات! یہ عبادت ہے جسے طاقتور ایمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک ultimate محبت رکھنا مگر یہاں تھوڑا سا میں add کر دوں کہ جسے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت ہوگی وہ یقیناً ان اعمال کی ضرورت و جدوجہد کرے گا جن اعمال کی رغبت رسول اللہ ﷺ زیادہ کرتے تھے اور جن کی تلقین آپ کو زیادہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا جو یہ عالم ہے، کہا: اے لاکھو! تمہارا یہ حال ہے اور میرا یہ حال ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ گڑھے میں آگ جل رہی ہے اور مجھے پرہانے اس میں گرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تمہارا یہ حال ہے کہ دنیا کی اس آگ میں (جہنم کی

آگ کی طرف ہر جانوں کی طرح آگے بڑھتے جا رہے ہو اور دونوں باتھوں سے تمہیں میں پیچھے
 سمجھ کر تھک گیا ہوں۔ یعنی تارا حال یہ ہے، اور رسول ﷺ کا حال یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
 ان کی شفاعت اور کرم نصیب فرمائے، قیامت کے دن ان کے امان کا خیر عطا فرمائے، ان کے
 مقام وسیلہ کا توسط عطا فرمائے جو ہم صبح و شام نماز میں پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس محترم و مقدس
 ہستی کے خاکہ پاک کے فضائل کرم بخشے ان کی زیارت کا، اسکے حضور جانے کا شرف بخشے، اللہ سے
 اپنے لیے امن مانگنے کی استطاعت بخشے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس معاملے میں ہمارے
 ضامن بھی ہوں، شافع بھی ہوں اور ہماری طرف سے ان کے دل پر ملال بھی نہ ہو (آمین)

2nd May 2007 لاہور